راہِ عبادت میں حائل رکاوٹوں اور ان کے حل پر مشتمل بہترین تالیف

تَنْبِیْہُ الْغَافِلِیْن مُخْتَصَرُ مِنْہَاجِ الْعَابِدِیْن

ترجمہ بنام

مختصر مِنہاجُ العَابِدِین

مُؤَلِّف

استاذِ اعلیٰ حضرت علامہ سیِّد احمد بن زَینی دَحلان مکی شافعی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْکَافِی

(مُتَوَفّٰی ۱۳۰۴ھ)

راہِ عبادت میں حائل رکاوٹوں اور ان کے حل پر مشتمل بہترین تالیف

تَنْبِیْہُ الْغَافِلِیْن مُخْتَصَرُ مِنْھَاجِ الْعَابِدِیْن

ترجمہ بنام

مختصر مِنہاجُ العابدین

مُؤَلِّف

علامہ سیِّد احمد بن زَیْنِی دَحلان شافعی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْکَافِی

(مُتَوَفّٰی ۱۳۰۴ھ)

پیش کش: مَجلِس اَلْمَدِیْنَۃُ الْعِلْمِیَہ

(شعبہ تراجمِ کُتُب)

ناشر مکتبۃ المدینہ باب المدینہ کراچی

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَارَسُوْلَ اللہ وَعَلٰی اٰلِکَ وَاَصْحَابِکَ یَاحَبِیْبَ اللہ

نام کتاب : تَنْبِیْہُ الْغَافِلِیْن مُخْتَصَرُ مِنْہَاجِ الْعَابِدِیْن

ترجمہ بنام : مختصر منہاجُ العابِدین

مُؤَلِّف : علامہ سیِّد احمد بن زَینی دَحلان شافعی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْکَافِی (مُتَوَفّٰی ۱۳۰۴ھ)

مُتَرجِمِین : مَدَنی عُلَما (شعبہ تراجِمِ کُتُب)

پہلی بار : شعبان المعظم ۱۴۳۷ھ، جون 2016ء تعداد: 10000 (دس ہزار)

ناشر : مَکْتَبَۃُ الْمَدِیْنَہ فیضانِ مدینہ محلہ سوداگران پُرانی سبزی منڈی کراچی

تاریخ: ۲۹ جُمادَی الْاُولٰی ۱۴۳۷ھ حوالہ نمبر: ۲۰۵

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْن

تصدیق کی جاتی ہے کہ کتاب "تَنْبِیْہُ الْغَافِلِیْن مُخْتَصَرُ مِنْہَاجِ الْعَابِدِیْن" کے ترجمہ بنام "مختصر منہاجُ العابِدین" (مطبوعہ مکتبۃ المدینہ) پر مجلس تفتیشِ کُتُب ورسائل کی جانِب سے نظرِ ثانی کی کوشش کی گئی ہے۔ مجلس نے اسے عقائد، کُفریہ عِبارات، اَخلاقیات، فقہی مسائل اور عَرَبی عبارات وغیرہ کے حوالے سے مقدور بھر مُلاحَظہ کرلیا ہے، البتہ کمپوزنگ یا کِتابت کی غَلَطیوں کا ذِمّہ مجلس پر نہیں۔

مجلس تفتیشِ کُتُب ورسائل (دعوتِ اسلامی)

09 - 03 - 2016

WWW.dawateislami.net, E.mail:ilmia@dawateislami.net

اِجمالی فہرست

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ
اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ط بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط

''مختصر منہاج'' کے 10 حُروف کی نسبت سے اس کتاب کو پڑھنے کی ''10 نیّتیں''

فرمانِ مصطفٰے: نِیَّۃُ الْمُؤْمِنِ خَیْرٌ مِّنْ عَمَلِہٖ یعنی مسلمان کی نیّت اس کے عمل سے بہتر ہے۔

(معجم کبیر للطبرانی، ۶/۱۸۵، حدیث: ۵۹۴۲)

دو مَدَنی پھول: ❁ بِغیر اچّھی نیّت کے کسی بھی عملِ خیر کا ثواب نہیں ملتا۔
❁ جتنی اچّھی نیّتیں زِیادہ، اُتنا ثواب بھی زِیادہ۔

(۱) ہر بار حمد و صلوٰۃ اور تَعَوُّذ و تَسْمِیہ سے آغاز کروں گا۔ (اسی صَفْحہ پر اُوپر دی ہوئی دو عَرَبی عبارات پڑھ لینے سے اس پر عمل ہو جائے گا) (۲) رِضائے الٰہی کے لئے اس کتاب کا اوّل تا آخِر مُطالَعہ کروں گا۔ (۳) حتَّی الْوَسْع اِس کا باوُضُو اور قبلہ رُو مُطالَعہ کروں گا۔ (۴) قرآنی آیات اور اَحادیثِ مبارَکہ کی زِیارت کروں گا۔ (۵) جہاں جہاں ''اللہ'' کا نام پاک آئے گا وہاں عَزَّوَجَلَّ اور جہاں جہاں ''سرکار'' کا اِسمِ مبارَک آئے گا وہاں صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اور جہاں جہاں کسی صحابی یا بزرگ کا نام آئے گا وہاں رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ اور رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ پڑھوں گا۔ (۶) رضائے الٰہی کے لئے علم حاصل کروں گا۔ (۷) اس کتاب کا مُطالَعہ شروع کرنے سے پہلے اس کے مؤلِّف کو ایصالِ ثواب کروں گا۔ (۸) (اپنے ذاتی نسخے کے) ''یادداشت'' والے صَفْحہ پر ضَروری نِکات لکھوں گا۔ (۹) دوسروں کو یہ کتاب پڑھنے کی ترغیب دلاؤں گا۔ (۱۰) کتابت وغیرہ میں شَرْعی غَلَطی ملی تو ناشرین کو تحریری طور پر مطَّلع کروں گا۔

(ناشرین وغیرہ کو کتابوں کی اَغلاط صِرف زبانی بتانا خاص مفید نہیں ہوتا)

اَلْمَدِیْنَۃُ الْعِلْمِیہ

از: شیخِ طریقت، امیرِ اہلسنّت، بانیِ دعوتِ اسلامی حضرت علّامہ مولانا ابوبلال محمد الیاس عطّاؔر قادری رضوی ضیائی دَامَتْ بَرَکَاتُہُمُ الْعَالِیَہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی اِحْسَانِہٖ وَ بِفَضْلِ رَسُوْلِہٖ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم تبلیغِ قرآن و سنّت کی عالمگیر غیر سیاسی تحریک ''دعوتِ اسلامی'' نیکی کی دعوت، اِحیائے سنّت اور اشاعتِ عِلْمِ شریعت کو دنیا بھر میں عام کرنے کا عزمِ مُصمّم رکھتی ہے، اِن تمام اُمور کو بحسن خوبی سر انجام دینے کے لئے مُتعَدَّد مجالِس کا قیام عمل میں لایا گیا ہے جن میں سے ایک مجلس ''اَلْمَدِیْنَۃُ الْعِلْمِیہ'' بھی ہے جو دعوتِ اسلامی کے عُلَما و مفتیانِ کرام کَثَّرَھُمُ اللّٰہُ السَّلَام پر مشتمل ہے، جس نے خالِص علمی، تحقیقی اور اشاعتی کام کا بیڑا اٹھایا ہے۔ اس کے مندرجہ ذیل چھ شعبے ہیں:

(۱) شعبہ کُتُبِ اعلیٰحضرت (۲) شعبہ تراجِم کُتُب (۳) شعبہ درسی کُتُب

(۴) شعبہ اِصلاحی کُتُب (۵) شعبہ تفتیشِ کُتُب (۶) شعبہ تخریج[1]

''اَلْمَدِیْنَۃُ الْعِلْمِیہ'' کی اوّلین ترجیح سرکارِ اعلیٰ حضرت، اِمامِ اَہلسنّت، عظیم البرکت، عظیمُ المرتبت، پروانۂ شمعِ رِسالت، مُجدِّدِ دین و مِلّت، حامیِ سنّت، ماحیِ بِدعت، عالِمِ شَرِیعَت، پیرِ طریقت، باعِثِ خَیْر و بَرَکت، حضرتِ علاّمہ مولانا الحاج الحافِظ القاری شاہ امام اَحمد رَضا خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الرَّحْمٰن کی گِراں مایہ تصانیف کو عصرِ حاضر کے تقاضوں کے مطابق حتَّی الْوَسْع سَہْل اُسلُوب میں پیش کرنا ہے۔ تمام اسلامی بھائی اور اسلامی بہنیں اِس علمی، تحقیقی اور اشاعتی

---

[1]... تادمِ تحریر (ربیع الاٰخر ۱۴۳۳ھ) شعبے مزید قائم ہو چکے ہیں: (۷) فیضانِ قرآن (۸) فیضانِ حدیث (۹) فیضانِ صحابہ واہلِ بیت (۱۰) فیضانِ صحابیات وصالحات (۱۱) شعبہ امیر اہلسنّت مَدَّظِلُّہٗ (۱۲) فیضانِ مدنی مذاکرہ (۱۳) فیضانِ اولیا و علما (۱۴) بیاناتِ دعوتِ اسلامی (۱۵) رسائلِ دعوتِ اسلامی (۱۶) عربی تراجم۔ (**مجلس اَلْمَدِیْنَۃُ الْعِلْمِیہ**)

مَدَنی کام میں ہر ممکن تعاوُن فرمائیں اور مجلس کی طرف سے شائع ہونے والی کُتُب کا خود بھی مُطالَعَہ فرمائیں اور دوسروں کو بھی اِس کی ترغیب دلائیں۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ ''دعوتِ اسلامی'' کی تمام مجالس بَشُمُول ''اَلْمَدِیْنَۃُ الْعِلْمِیہ'' کو دن گیارہویں اور رات بارہویں ترقّی عطا فرمائے اور ہمارے ہر عَمَلِ خیر کو زیورِ اِخلاص سے آراستہ فرماکر دونوں جہاں کی بھلائی کا سبب بنائے۔ ہمیں زیرِ گنبدِ خضرا شہادت، جنَّتُ البقیع میں مدفن اور جنَّتُ الفردوس میں جگہ نصیب فرمائے۔

اٰمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

رمضان المبارک ۱۴۲۵ھ

کون کب اور کہاں مرے گا؟

❖...جنگ بدر کے موقع پر حضور نبی پاک صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے چند جاں نثاروں کے ساتھ رات میں میدانِ جنگ کا معائنہ فرمایا، اس وقت دستِ انور میں ایک چھڑی تھی۔ آپ اُس چھڑی سے زمین پر لکیر بناتے ہوئے فرمارہے تھے کہ فلاں کافر کے قتل ہونے کی جگہ ہے اور کل یہاں فلاں کافر کی لاش پڑی ہوئی ملے گی۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ آپ نے جس جگہ جس کافر کی قتل گاہ بتائی تھی اس کافر کی لاش ٹھیک اسی جگہ پائی گئی ان میں سے کسی ایک نے لکیر سے بال برابر بھی تجاوز نہیں کیا۔(مسلم، کتاب الجھاد والسیر، باب غزوۃ بدر، ص۹۸۱، حدیث:۱۷۷۸۔شرح الزرقانی علی المواھب، باب غزوۃ بدر الکبری، ۲/ ۲۶۹)

کچھ مصنف اور کتاب کے بارے میں

اس وقت آپ کے ہاتھوں میں ''تَنْبِیْهُ الْغَافِلِیْن مُخْتَصَرُ مِنْهَاجِ الْعَابِدِیْن'' کا اردو ترجمہ ہے۔ یہ کتاب حُجَّۃُ الْاِسْلَام حضرت سیِّدُنا امام ابو حامد محمد بن محمد غزالی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْوَالِی (مُتَوَفّٰی ۵۰۵ھ) کی مشہور و معروف آخری تصنیف ''مِنْهَاجُ الْعَابِدِیْن'' کا خلاصہ ہے جو حضرت سیِّدُنا علامہ احمد بن زَینی دَحلان شافعی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْکَافِی نے فرمایا ہے۔ آپ ۱۲۳۱ھ کو مکہ مکرمہ میں پیدا ہوئے۔ علامہ شیخ محمد سعیدی مَقدَسی، علامہ شیخ عبد اللہ سراج حنفی اور مفتیِ مکہ علامہ سیِّد محمد کتبی حنفی رَحِمَہُمُ اللّٰہُ تَعَالٰی وغیرہ جیسے اکابرینِ وقت سے اکتسابِ علم و فیض کے بعد تبلیغ دین، تصنیف و تالیف اور افتاو تدریس کا آغاز فرمایا۔ فقہ شافعی کے مفتیِ مکہ اور شیخ العلماء کے عظیم منصب پر فائز ہوئے اور تیرہویں صدی کے عظیم عالِم و مُؤَرِّخ قرار پائے۔ آپ درس بڑی پابندی سے دیتے بالخصوص درسِ حدیث شریف کا اہتمام کرتے، بقول علامہ سیِّد عبدُ الحی بن عبدُ الکبیر کَتّانی قُدِّسَ سِرُّہُ النُّوْرَانِی: درس حدیث میں آپ کا انہماک دیکھ کر کہا جاتا: ان کے نزدیک تو ''بخاری شریف'' سورۂ فاتحہ کی طرح ضروری ہو گئی ہے۔[1] سیِّدی اعلیٰ حضرت امام اہلسنّت مولانا شاہ امام احمد رضا خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الرَّحْمٰن سے آپ کا شفقت بھرا تعلق رہا، ۱۲۹۵ھ میں جب حج کے ارادے سے اَعلیٰ حضرت اپنے والد گرامی کے ساتھ مکہ مکرمہ حاضر ہوئے تو آپ نے اِن دونوں ہستیوں کو سَنَدِ حدیث سے نوازا اور امامِ اہلسنت بھی آپ کو جلیلُ القدر اَلقابات سے یاد فرماتے ہیں، مثلاً: عُلَمائے مکہ مکرمہ کے سردار، مولنا وَشَیْخُنَاوَبَرَکَتُنَا، سیِّدی، اَلْمُحَدِّث، اَلْفَقِیْه، اَلْفَهَّامَه، عَلَّامَۃُ الْوَرٰی، عَلَمُ الْهُدٰی، سیِّدُ الْعُلَمَاء، اِمامُ الْعُلَمَاء، اَجَلُّ الْعُلَمَاء، اَکْمَلُ الْفُضَلَاء، شَیْخُ الْاِسْلَام، شیخُ الْاِسْلَام بِالْبَلَدِ

[1] ...فهرس الفهارس، ۱/۳۹۱، دار الغرب الاسلامی بیروت

الْحَرَام، شَیْخُ الْعُلَمَاء بِالْبَلَدِ الْکِرَام، زِیْنَتُ الْمَسْجِدِ الْحَرَام، زَیْنُ الْحَرَم، عَیْنُ الْکَرَم، بَقِیَّۃُ السَّلَف، عُمْدَۃُ الْاَبْرَار، خَاتِمَۃُ الْمُحَقِّقِیْن، شَیْخُ الْاِسْلَام وَالْمُسْلِمِیْن، زُبْدَۃُ الْکُبَرَاءِ الْبَلَدِ الْاَمِیْن وَسَیِّدُنَا وَقُدْوَتُنَا علّامہ سیّد شریف احمد بن زینی دحلان شافعی مفتیِ مکّہ مُکَرَّمَہ۔[1]

اعلیٰ حضرت کے علاوہ آپ کے تلامذہ میں شَیْخُ الاسلام، امامُ الحرم مفتی محمد سعید بابصیل مکی شافعی، استاذ اعلیٰ حضرت شَیْخُ العلماء، مفتیِ مکہ مکرمہ شیخ عبد الرحمٰن بن عبدُ اللہ مکی حنفی، خلیفہ اعلیٰ حضرت عارف باللہ، علامہ شیخ سیّد ابو بکر بن سالِم البار حسینی، صاحبِ اِعَانَۃُ الطَّالِبِیْن علامہ سیّد ابو بکر شطا البکری دمیاطی بھی ہیں۔ خلیفہ اعلیٰ حضرت امامُ الحرم، ماہر علم فلکیات، فقیہ اسلام حافظ سیّد عبدُ اللہ بن صدقہ دحلان حسنی مکی شافعی آپ کے بھتیجے، شاگرد اور علمی جانشین تھے۔ آپ کے شاگرد علامہ ابو بکر دمیاطی نے آپ کی سیرت پر کتاب ''نَفْحَۃُ الرَّحْمٰن فِی بَعْضِ مَنَاقِبِ السَّیِّد اَحْمَد بِن زَیْنِی دَحْلَان''(مؤسسة الكتب الثقافية لبنان) لکھی۔

آپ نے علمی و تحقیقی اور تاریخی میدان میں درجنوں عظیم کُتب یادگار چھوڑی ہیں جن میں ''اَلْفُتُوْحَاتُ الْاِسْلَامِیَّہ''(دو جلدیں) ''اَلسِّیْرَۃُ النَّبَوِیَّۃ''(دو جلدیں) ''طَبَقَاتُ الْعُلَمَاء'' ''تَارِیْخُ الدُّوَلِ الْاِسْلَامِیَّۃ'' اور ''اَلدُّرَرُ السَّنِیَّۃ فِی الرَّدِّ عَلَی الْوَھَابِیَّۃ'' وغیرہ شامل ہیں۔ دنیائے اسلام کی اس جلیلُ القدر ہستی نے ۱۳۰۴ھ کو مدینہ منورہ میں وصال فرمایا۔[2]

حکیم اہلسنت حکیم محمد موسیٰ امر تسری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْوَلِی فرماتے ہیں: ''مِنْھَاجُ الْعَابِدِیْن'' کا ایک خلاصہ ''بُغْیَۃُ الطَّالِبِیْن'' کے نام سے ہوا اور دوسرا خلاصہ ''مَالَابُدَّ'' ہے جسے مشہور عارف وعالم حضرت شاہ کَلِیْمُ اللہ چشتی جہان آبادی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْھَادِی نے ۱۰۷۳ھ میں

1... فتاویٰ رضویہ، ۹/ ۸۲۶۔۔ ۱۵/ ۳۵۵۔۔ ۲۶/ ۵۰۹ رضا فاؤنڈیشن لاہور

2... الاعلام للزرکلی، ۱/ ۱۲۹، دار العلم بیروت

لکھا۔[1] زیرِ نظر ترجمہ اسی کتاب کا تیسرا خلاصہ ہے۔

مِنْھَاجُ الْعَابِدِیْن میں عبادت، علم، عمل، استقامت، اِخلاص، توبہ، عبادت پر اُبھارنے والی اور اس میں رکاوٹ بننے والی باتوں اور حمد و شکر کو الہامی ترتیب سے بیان کیا گیا ہے، کتاب کامل و بہترین ترتیب پر مشتمل ہے۔ خلاصہ بہت بہترین و عمدہ اور حضرت مصنف کی ترتیب کے مطابق ہے مگر بعض مقامات پر افادیت کے پیشِ نظر اِحْیَاءُ الْعُلُوم اور دیگر عارفین کا کچھ کلام بھی شامل کیا گیا ہے۔ دارالافتاء اہلسنّت (دعوتِ اسلامی) سے وابستہ فقیہِ نبیل، عالِمِ جلیل، رُکنِ مجلسِ تحقیقاتِ شرعیہ مفتی ابوالحسن فُضَیْل رضا القادری العطاری مُدَّظِلُّہُ الْعَالِی کی ترغیب و تحریص پر دعوتِ اسلامی کی علمی، تحقیقی اور اشاعتی مجلس اَلْمَدِیْنَۃُ الْعِلْمِیَہ کے "شعبہ تراجم کتب" (عربی سے اردو) کو اس خلاصہ کے ترجمہ کی سعادت میسر آئی۔ اَلْحَمْدُلِلّٰہ عَزَّوَجَلَّ اس کتاب پر شعبہ تراجم (اَلْمَدِیْنَۃُ الْعِلْمِیَہ) کے چھ اسلامی بھائیوں نے کام کرنے کی سعادت حاصل کی بالخصوص **"محمد امجد خان عطاری مدنی"** اور **"ابو واصف محمد آصف اقبال عطاری مدنی"** سَلَّمَہُمَا اللّٰہُ الْغَنِی نے خوب کوشش کی، کتاب کی شرعی تفتیش خود قبلہ **مفتی فضیل رضا** صاحب دَامَتْ بَرَکَاتُہُمُ الْعَالِیَہ نے فرمائی ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں دعا ہے کہ ہمیں اس کتاب کو پڑھنے، اس پر عمل کرنے اور دوسرے اسلامی بھائیوں کو اس کے مطالعہ کی ترغیب دینے کی توفیق عطا فرمائے۔

اٰمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

شعبہ تراجم کتب (مَجْلِسْ اَلْمَدِیْنَۃُ الْعِلْمِیَہ)

---

[1]... پیش لفظ منہاج العابدین مترجم، ص ۳ مطبوعہ پروگریسو بکس

پیش لفظ

از مفتی فُضَیل رضا قادری عطاری مُدَّظِلُّہُ الْعَالِی

سورۂ والعصر انتہائی مختصر سی قرآنی سورت ہے مگر اپنے مضمون اور پیغام کے لحاظ سے انتہائی جامع ہے۔ امام شافعی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْکَافِی نے تو یہاں تک فرمایا ہے کہ اگر تمام لوگ اس ایک سورت میں سچائی کے ساتھ غور و فکر سے کام لیں تو ان کی ہدایت و نجات کے لئے کافی ہے اور علما نے لکھا ہے کہ یہ سورت مومن کی میزان ہے یعنی ہر مسلمان اپنے روز و شب میں کئے گئے اعمال اور زندگی کو اس پر تول سکتا ہے اسے معلوم ہو جائے گا کہ وہ کتنے خسارے اور کتنے نقصان میں ہے۔

اللہ تعالیٰ اس سورۂ مبارکہ میں ارشاد فرماتا ہے **والعصر** یعنی زمانے کی قسم زمانے سے مراد کیا ہے؟ اس بارے میں چند اَقوال ہیں: (۱) مطلق زمانہ (۲) غروب سے پہلے کا وقت اسے بھی عصر کہتے ہیں (۳) نمازِ عصر مراد ہے (۴) حضور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا مخصوص زمانہ مراد ہے سیّدی اعلیٰ حضرت احمد رضا خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الرَّحْمٰن نے اس کا ترجمہ کچھ یوں فرمایا ہے: ”اس زمانۂ محبوب کی قسم“ اور مُفَسِّرِ شہیر، مفتی سیّد محمد نعیم الدین مراد آبادی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْھَادِی فرماتے ہیں کہ سب سے لذیذ و راجح قول بھی یہی ہے کہ اس سے زمانۂ محبوب مراد لیا جائے۔

اس کے بعد اللہ تَعَالٰی نے ارشاد فرمایا: اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ ۙ﴿۲﴾ بے شک آدمی نقصان میں ہے۔ اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ ۙ۬ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ ۧ﴿۳﴾ مگر جو ایمان لائے اور نیک عمل کئے اور حق بات کی تلقین اور صبر کی وصیت کی۔

اس سورہ میں سب انسانوں کو خسارے میں فرمایا اس کا مطلب یہ ہے کہ عُمْر گھٹ

رہی ہے فنا ہو رہی ہے دنیا میں ملی ہوئی مہلت ختم ہو رہی ہے مگر نقصان میں جو لوگ نہیں ہیں انہیں مذکورہ چار اوصاف بیان کر کے خسارے والوں سے جدا کر دیا ہے: (۱) ایمان والے (۲) اعمالِ صالحہ والے (۳) حق بات کی تلقین کرنے والے اور (۴) صبر کی وصیت کرنے والے۔

حضرات صوفیائے کرام انہیں چار اوصاف سے مُتَّصِف ہونے والے نبی مکرم، نُورِ مُجَسَّم صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم کے امتیوں میں بلاشبہ ممتاز مقام پر فائز ہوتے ہیں سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں جھکنے والے اور اسے بکثرت یاد کرنے والے، ظاہر کے ساتھ ساتھ باطن کی طہارت کا بھی بھرپور خیال رکھنے والے مُخْلِصِیْن ہی کے گروہ کو صوفیا کے لقب سے مُلَقَّب کیا جاتا ہے۔

سیّدی اعلیٰ حضرت مولانا شاہ امام احمد رضا خان عَلَیْهِ رَحْمَةُ الرَّحْمٰن نے ایک مقام پر لکھا کہ "صوفیۂ کرام کی نسبت یہ کہنا کہ ان کا قول و فعل مَعَاذَ الله کچھ وقعت نہیں رکھتا بہت سخت بات ہے اللہ عَزَّوَجَلَّ فرماتا ہے: وَاتَّبِعْ سَبِیْلَ مَنْ اَنَابَ اِلَیَّ ج[1] جو میری طرف جھکے ان کی راہ کی پیروی کر۔ صوفیۂ کرام سے زیادہ اللہ تعالیٰ کی طرف جھکنے والا کون ہو گا، فتاویٰ عالمگیری میں ہے: اِنَّمَا یُتَمَسَّكُ بِاَفْعَالِ اَهْلِ دِیْنٍ دینداروں ہی کے افعال سے سند لائی جاتی ہے۔ صوفیۂ کرام سے بڑھ کر کون دیندار ہے۔"[2]

حضرت سیِّدُنا شیخ مُجَدِّدِ اَلف ثانی قُدِّسَ سِرُّهُ النُّوْرَانِی نے انتہائی خوبصورت انداز میں تصوُّف کی حقیقت کو بیان کیا ہے، فرماتے ہیں کہ ہماری شریعتِ اِسلامیہ تین چیزوں سے مُرَکَّب ہے: (۱) علم (۲) عمل اور (۳) اِخلاص اور تصوُّف اخلاص کو کامل کرنے کا نام ہے۔[3] یعنی

1... پ۲۱، لقمٰن: ۱۵

2... فتاویٰ رضویہ، ۲۲/ ۵۵۹

3... مکتوباتِ امام ربانی، حصہ اول، مکتوب سی و ششم، ۱/ ۹۸، کوئٹہ

باری تعالیٰ کی بارگاہ میں سچے دل سے جھکنے کا نام، سب سے کٹ کر اسی کا ہو جانے کا نام تصوُّف ہے لیکن یہ کمال اسی صورت میں حاصل ہوتا ہے جب علم بھی ہو اور عملِ صالح بھی جیسا کہ اوپر بیان ہوا ہے، جو لوگ 40، 50 سال تک علم ہی حاصل کرتے رہتے ہیں اعمالِ صالحہ کی پابندی نہیں کرتے صوفیا فرماتے ہیں: ان کی مثال ایسے شخص کی سی ہے جو وضو کرلے مگر نماز ایک رکعت بھی نہ پڑھے، یونہی جو لوگ چرسی موالی بھنگ پینے والے صوفی ہونے کا ڈھونگ رچاتے ہیں، مزارات کا تقدُّس پامال کرتے ہیں، ظاہری اَحکام کے تارِک ہی نہیں، بڑی بے باکی سے علی الاعلان شریعت کے واضح اَحکامات کی خلاف ورزیاں کرتے ہیں بلکہ ایسے کلمات تک منہ سے بکتے ہیں جن سے نماز روزہ وغیرہ ضروریاتِ دین کا صاف انکار لازم آتا ہے وہ ہرگز صوفی نہیں ان کا تَصَوُّف اور اَہْلُ اللہ (یعنی اللہ والوں) سے دور کا بھی واسطہ نہیں وہ کفر و گمراہی کے شیطانی راستے پر چل رہے ہیں اور دوسروں کی گمراہی کا باعث بن رہے ہیں اللہ تعالیٰ ایسوں کے شر سے مسلمانوں کو محفوظ رکھے۔

یاد رہے کہ علم کی مثال درخت کی سی ہے اور عبادت کی مثال اس میں لگنے والے پھل کی طرح ہے چونکہ درخت پہلے ہوتا ہے پھر اس پر پھل لگتا ہے یونہی علم عبادت سے مُقَدَّم اور اس کی صحت کا ذریعہ ہوتا ہے اسی لئے معبودِ حقیقی کی معرفت اور اس پر ایمان اور عبادت کرنے کے شرعی طریقے کا علم عبادت پر مُقَدَّم ہوتا ہے یونہی گناہوں سے بچنے کے لئے بھی گناہوں کا علم ضروری ہے کہ ”مَنْ لَّمْ یَعْرِفِ الشَّرَّ فَیَوْمًا یَقَعُ فِیْہ کہ جو برائی کو نہیں جانتا تو ایک نہ ایک دن اس میں مبتلا ہو جاتا ہے“ اسی طرح گناہوں سے توبہ بھی نیک و صالح بننے کے لئے اولین شرائط میں سے ہے بلکہ ساری زندگی توبہ و تقوے کے ساتھ بسر کرنا اللہ عَزَّوَجَلَّ کے محبوب بندوں کا طریقہ ہے کہ رجوع اسی کی بارگاہ میں کرنا ہوتا ہے اس کے سوا کون ہے جس کی جانب لو لگائی جائے وہی بندوں کا سچا معبود اور مُحِبِّیْن کا محبوب ہے۔

تصوُّف میں عبادت اور ریاضت تہذیبِ اَخلاق و تزکیۂ نفس یہی کام ہوتے ہیں اس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ صوفی کس قدر علم و عمل کی دولت سے مالامال ہوتا ہے پھر اعمال جتنے بھی کر لئے جائیں اگر اخلاص نہ ہو تو قبول نہیں ہوتے، حدیث شریف میں ہے: ''اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّات کہ اعمال کادارومدار نیتوں پر ہے۔''[1] اور ''اِنَّ اللہَ لَایَنْظُرُ اِلٰی اَجْسَادِکُمْ وَلَا اِلٰی صُوَرِکُمْ وَلٰکِنْ یَّنْظُرُ اِلٰی قُلُوْبِکُمْ وَاَعْمَالِکُمْ کہ اللہ تعالٰی تمہارے جسموں اور چہروں کی طرف نظر نہیں فرماتا وہ تو تمہارے دلوں اور اعمال پر نظر فرماتا ہے۔''[2] ان دونوں حدیثوں سے یہ بات بخوبی واضح ہو جاتی ہے کہ بغیر اخلاص کے عبادت ہر گز قبول نہیں ہوتی بلکہ ریاکاری پر تو سخت گناہ اور عذاب کی وعیدیں احادیثِ مبارکہ میں بیان ہوئی ہیں۔

''مِنْھَاجُ الْعَابِدِیْن'' امام غزالی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْوَالِی کی انتہائی تحقیقی اور عُلَماوصُلَحا میں بے حد مقبول کتاب ہے، قبلہ امیر اہلسنّت میرے پیرو مُرشد حضرت علامہ مولانا **ابو بلال محمد الیاس عطّار قادری** رضوی دَامَتْ بَرَکَاتُھُمُ الْعَالِیَہ تمام مُہلِکات بالخصوص باطنی گناہوں سے چھٹکارے پر بہت زور دیتے ہیں اور حضرت سیِّدُنا امام غزالی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْوَالِی کی شخصیت کی اور ان کی کتابوں کی بہت قدر کرتے ہیں یہی وجہ ہے کہ وقتاً فوقتاً ''اِحْیَاءُ الْعُلُوْم'' اور ''کیمیائے سعادت'' اور ''مِنْھَاجُ الْعَابِدِیْن'' پڑھنے کی ترغیب دیتے ہیں اور پڑھنے والوں کی خوب حوصلہ اَفزائی فرماتے ہیں فقیر جب ابتداءً دعوتِ اسلامی کے ماحول سے وابستہ ہوا تھا 1993ء میں کم عُمری ہی میں اسلامی بھائیوں کی زبانی اس اہم کتاب ''مِنْھَاجُ الْعَابِدِیْن'' کی اہمیت کا پتا چل گیا تھا کچھ ہی عرصے بعد پوری کتاب پڑھنے کی سعادت ملی اور اس کتاب کی اہمیت کا دل سے یقین

---

1 ...بخاری، کتاب بدء الخلق، باب کیف کان بدء الوحی الی رسول اللّٰہ، ۱/۵، حدیث: ۱

2 ...مسلم، کتاب البر والصلة، باب تحریم ظلم المسلم...الخ، ص۱۳۸۷، حدیث: ۲۵۶۴

ہو گیا کہ یہ ساری زندگی کام آنے والی کتاب ہے وقتاً فوقتاً اس کے مطالعہ کا شَرف ملتا رہا پھر اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے درسِ نظامی کی توفیق ملی اور امیر اہلسنّت دَامَتْ بَرَکَاتُہُمُ الْعَالِیَہ کی ترغیب پر ''اِحْیَاءُ الْعُلُوْم'' سے مُہلِکات کا بیان پڑھنے کا بھی شَرف ملا تو صوفیا کی صحیح قدر ومنزلت اور عزت وعظمت کا نقشہ دل میں بیٹھ گیا۔ ''فتاوٰی رضویہ'' میں بھی امام اہلسنّت، مولانا شاہ امام احمد رضا خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الرَّحْمٰن کا تصوُّف کی اہمیت پر کلام اور حضرات صوفیائے کرام کی قدردانی نے دل کو ان کا گرویدہ بنالیا اب تمام دیگر مصروفیات اور علوم وفنون کی کتابوں کے مطالعہ کے ساتھ تصوُّف کی کوئی نہ کوئی کتاب، کسی کتاب کا کوئی باب ضرور مطالعہ میں رہتا ہے تحدیثِ نعمت کے طور پر یہ سب کچھ عرض کیا ہے ترغیب کی بھی نیت ہے مُرشِدِ کریم کا فیض ہے اللہ تعالیٰ ان کا فیضان جاری رکھے اور انہیں درازیٔ عُمْر بالخیر عطا فرمائے ان کا سایہ ہمارے سروں پر قائم دائم رکھے کچھ عرصے قبل کی بات ہے ''مِنْھَاجُ الْعَابِدِیْن'' کی ایک تلخیص کا کسی کتاب میں ذکر پڑھا تو بڑی آرزو پیدا ہوئی کہ اس تلخیص کی زیارت کی جائے ایک اسلامی بھائی کے ذریعے نیٹ پر موجود مخطوطات میں اس کا سراغ ملا تو ایک واضح نسخہ ڈاؤن لوڈ (Download) کروایا پھر جو چیز اپنے لئے پسند کی جائے وہ دوسروں کے لئے بھی پسند کرنی چاہئے اسے حدیث میں ایمانِ کامل کی علامت فرمایا گیا ہے، اس جذبہ کے تحت دعوتِ اسلامی کے علمی و تحقیقی ادارے اَلْمَدِیْنَۃُ الْعِلْمِیَہ کو یہ نسخہ دیا اور ترجمہ کے لئے اس کے انتخاب کا مشورہ دیا جو انہوں نے قبول کرلیا، اب دلوں کی دنیا بدلنے والی اس پیاری کتاب ''مِنْھَاجُ الْعَابِدِیْن'' کی تلخیص آپ کے سامنے ہے امید ہے بے چین دل اسے پڑھ کر تسکین پائیں گے، علم سے دور رہنے والے عِلْمِ دین کے قریب آئیں گے اور عمل میں کوتاہی کرنے والے اخلاص کے ساتھ باعمل بننے کی سچی نیت اور پختہ اِرادہ کریں

گے، ہاں! یہ ایسی کتاب نہیں کہ ایک بار پڑھ کر رکھ دی جائے بلکہ بار بار پڑھیں جب غفلت قریب آئے، عبادت میں دل نہ لگے نفس و شیطان سستی و کاہلی میں مبتلا کرنے کے لئے وار کریں تو اس کتاب کا مطالعہ کریں، نفس و شیطان کے خلاف بہترین ہتھیار ہے اِنْ شَآءَ اللہ عَزَّوَجَلَّ اپنا بیڑا پار ہے۔

ابو الحسن فضیل رضا القادری العطاری عَفَاعَنْہُ الْبَارِی

10مارچ2016ء

سات دن میں قران حفظ کرلیا

…حضرت سیِّدُنا امام محمد بن حسن شیبانی قُدِّسَ سِرُّہُ النُّوْرَانِی حضرت سیِّدُنا امام اعظم عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْاَکْرَم کے ہونہار تلامذہ میں سے ایک ہیں۔ جب آپ نے علم دین حاصل کرنے کا ارادہ فرمایا تو اپنے وقت کے عظیم و بے مثال مُعلِّم حضرت سیِّدُنا امام اعظم ابو حنیفہ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کی علمی درسگاہ کا انتخاب فرمایا، حضرت سیِّدُنا امام اعظم عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْاَکْرَم نے ان کی کم عمری کی وجہ سے پہلے قرانِ کریم حفظ کرنے کا حکم ارشاد فرمایا۔ چنانچہ آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ واپس تشریف لے گئے، لیکن سات دن ہی گزرے تھے کہ پھر حضرت سیِّدُنا امام اعظم ابو حنیفہ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کی بارگاہ میں حاضر ہوگئے۔ آپ نے دیکھ کر فرمایا: میں نے کہا تھا کہ پہلے قران شریف حفظ کریں پھر آیئے گا۔ حضرت سیِّدُنا امام محمد عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الصَّمَد نے نہایت ادب سے عرض کی: میں قران پاک حفظ کرچکا ہوں۔

(مناقب الامام الاعظم للکردری، ۲/ ۱۵۵)

اِبتدائی باتیں

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَصَلَّی اللّٰہُ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ اَجْمَعِیْن

حضرت سیِّدُنا علامہ احمد بن زَینی دَحلان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْمَنَّان فرماتے ہیں: میں نے حضرت سیِّدُنا امام محمد بن محمد بن محمد غزالی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْوَالِی (اللہ تعالیٰ ہمیں ان کے علوم سے نفع عطا فرمائے) کی کتاب ''مِنْہَاجُ الْعَابِدِیْن'' کو دیکھا تو اسے راہِ سُلُوک کی پہچان اور اُس تک رسائی کے عمدہ لطائف پر مشتمل پایا۔ آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے اس کتاب میں نفس کے اَمراض، ان کا علاج اور نفس کو بُری صفات سے پاک کر کے اچھی صفات سے مُزَیَّن و آراستہ کرنے کا طریقہ بیان فرمایا ہے۔ آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے اس میں ذکر کیا: ''میں نے اللہ عَزَّوَجَلَّ سے سوال کیا کہ وہ مجھے نفس کے علاج کا راز بتادے اور میری اور میرے ذریعے دوسروں کی اصلاح فرمائے۔''

آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے یہ بھی فرمایا کہ میں نے اس کتاب میں مختصر مگر وسیع معانی پر مشتمل نکتوں پر اِکتفا کیا ہے، اللہ عَزَّوَجَلَّ نے چاہا تو جو ان میں غور کرے گا یہ اُسے کافی ہوں گے اور اُسے واضح راہ پر گامزن کر دیں گے۔

آپ نے یہ بھی بیان کیا کہ ''میں نے اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا کی تھی کہ مجھے اس کتاب میں ہلاکت خیز وادیوں کو طے کرنے والی ترتیب الہام فرمائے۔'' پس اللہ عَزَّوَجَلَّ نے انہیں یہ ترتیب الہام فرمادی اور ان کی کتاب کامل و بہترین ترتیب پر مشتمل ہے مگر میں نے اس میں کچھ طوالت پائی اور اس زمانے میں ارادوں کی کمزوری دیکھی تو چاہا کہ ان اوراق میں اس کا خلاصہ لکھ دوں۔ امید ہے کہ مجھے اس کتاب کے مُؤَلِّف حضرت سیِّدُنا امام غزالی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْوَالِی کی برکتوں سے کچھ حصہ مل جائے اور ہمیں اس سے نفع حاصل ہو۔ میں نے اس

میں بعض مقامات پر اِحیَاءُ الْعُلُوْم اور دیگر عارفین کا بھی کچھ کلام شامل کر دیا ہے اور اس سے میرا مقصد صرف ایک جیسی باتوں کو یکجا کرنا ہے اور میں نے اس خلاصے کو حضرت سیِّدُنا امام غزالی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْوَالِی کی ترتیب کے مطابق رکھا ہے۔

آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے اسے سات گھاٹیوں پر مرتب فرمایا ہے:(۱) علم کی گھاٹی (۲) توبہ کی گھاٹی (۳) عوائق وموانع (رُکاوٹوں) کی گھاٹی (۴) عوارض کی گھاٹی (۵) بواعث یعنی عبادت پر اُبھارنے والی چیزوں کی گھاٹی (۶)... قوادح یعنی عبادت میں رکاوٹ ڈالنے والی چیزوں کی گھاٹی اور (۷)... حمد و شکر کی گھاٹی۔

پہلی گھاٹی: **علم کا بیان**

علم وعبادت کی اہمیت:

اے اخلاص اور عبادت کے طلب گار! اللہ عَزَّوَجَلَّ تجھے توفیق بخشے۔ سب سے پہلے تجھ پر علم حاصل کرنا لازم ہے کیونکہ علم مرکز ہے اور سارا دارومدار اسی پر ہے، اس کے بعد تجھ پر عبادت لازم ہے۔ علم وعبادت ہی کی وجہ سے کتابیں نازل کی گئیں اور رُسُل عَلَیْہِمُ السَّلَام بھیجے گئے بلکہ آسمانوں، زمین اور جو کچھ ان میں ہے سب کی تخلیق بھی اسی لئے فرمائی گئی ہے، اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے:

اَللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ وَّ مِنَ الْاَرْضِ مِثْلَهُنَّ ؕ یَتَنَزَّلُ الْاَمْرُ بَیْنَهُنَّ لِتَعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ۙ وَّ اَنَّ اللّٰهَ قَدْ اَحَاطَ

ترجمۂ کنزالایمان: اللہ ہے جس نے سات آسمان بنائے اور انہی کے برابر زمینیں حکم ان کے درمیان اُترتا ہے تاکہ تم جان لو کہ اللہ سب کچھ کرسکتا ہے اور اللہ کا علم ہر چیز کو محیط ہے۔

بِكُلِّ شَیْءٍ عِلْمًا ﴿۱۲﴾ (پ۲۸، الطلاق: ۱۲)

اور ارشاد فرماتا ہے:

وَ مَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَ الْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ ﴿۵۶﴾ (پ۲۷، الذٰریٰت: ۵۶)

ترجمۂ کنزالایمان: اور میں نے جن اور آدمی اتنے ہی (اسی) لئے بنائے کہ میری بندگی کریں۔

علم اور عبادت کی شرافت و بزرگی کی دلیل کے لئے یہ دو آیاتِ مبارکہ کافی ہیں، پس بندے پر لازم ہے کہ ان دونوں میں مشغول رہے۔

علم عبادت سے افضل:

علم اور عبادت میں علم افضل واشرف ہے، اسی لئے حضور سَیِّدُ الْمُرْسَلِیْن صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: فَضْلُ الْعَالِمِ عَلَى الْعَابِدِ كَفَضْلِیْ عَلٰى اَدْنٰی رَجُلٍ مِّنْ اُمَّتِیْ یعنی عالِم کی عابد پر فضیلت ایسی ہے جیسے میری فضیلت میری امت کے ادنیٰ شخص پر۔[1] ایک مقام پر فرمایا: کیا میں تمہیں بلند مرتبہ جنتیوں کے بارے میں نہ بتاؤں؟ صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان نے عرض کی: یا رسولَ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! ضرور بتائیے۔ ارشاد فرمایا: هُمْ عُلَمَاءُ اُمَّتِیْ وہ میری امت کے علما ہیں۔[2]

لیکن بندے کے لئے علم کے ساتھ عبادت بھی ضروری ہے ورنہ اس کا علم بکھرے ہوئے ذرّے ہو جائے گا، اس لئے کہ علم درخت اور عبادت پھل کی مانند ہے، بزرگی درخت ہی کی ہے کیونکہ وہ اصل ہے مگر اس کا نفع اس کے پھل ہی سے ملتا ہے، لہٰذا بندے کے لئے علم وعبادت دونوں کا ہونا ضروری ہے۔ پس پہلے تجھ پر علم سیکھنا لازم ہے تاکہ تیری

[1] ... ترمذی، کتاب العلم، باب ماجاء فی فضل الفقہ علی العبادۃ، ۴/ ۳۱۳، حدیث: ۲۶۹۴

[2] ... تاریخ جرجان للسھمی، حرف الباء، ص ۱۷۲، حدیث: ۲۱۵

عبادت کو تاہیوں سے سلامت رہے۔

باری تعالیٰ سے متعلق عقائد:

اے بندے! تجھ پر واجب ہے کہ پہلے اپنے معبود عَزَّوَجَلَّ اور تمام ایمانی عقائد کو جانے، یوں کہ تو یہ عقیدہ رکھے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ موجود ہے، وہ اکیلا ہے، اُس کا کوئی شریک نہیں، اس کی شبیہ ہے نہ مثل، کوئی شے اس جیسی نہیں، وہ سنتا دیکھتا ہے۔ زمین و آسمان، موت و زندگی، نیکی و بُرائی، صحت و بیماری، تمام جہان اور جو کچھ ان میں ہے سب اسی نے پیدا فرمایا ہے، بندوں اوران کے اعمال کو اُسی نے پیدا کیا، اُن کا رزق اور موت کا وقت لکھ دیا جس میں کچھ کمی ہوسکتی ہے نہ زیادتی اور ہر شے اُسی کے حکم اور قدرت وارادے سے واقع ہوتی ہے۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ زندہ، باخبر، ارادہ فرمانے والا، متکلم اور سمیع و بصیر ہے، وہ آنکھوں کی خیانت (ممنوعات پر نظر ڈالنے) اور دلوں کے راز بلکہ پوشیدہ سے پوشیدہ بات بھی جانتا ہے، وہی ہر شے کا خالق ہے اور اکیلا ہر چیز پر غالب ہے۔

رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے متعلق عقائد:

یہ عقیدہ رکھ کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے مخلوق کی ہدایت اور ان کی دنیا و آخرت کی بھلائیوں کی تکمیل کے لئے اپنے خاص بندے اور رسول حضرت سیِّدُنا محمد مصطفےٰ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو ساری مخلوق کی طرف مبعوث فرمایا اور ظاہر و کھلے معجزات کے ذریعے ان کی تائید فرمائی۔ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے پل صراط، میزان، حوض وغیرہ امورِ آخرت نیز برزخ، نکیرین کے سوالات اور قبر کے ثواب و عذاب وغیرہ کے متعلق جو بھی خبریں دیں وہ ان سب میں سچے ہیں۔ قرآنِ پاک اور تمام آسمانی کتابیں حق ہیں، تمام انبیا و مرسلین عَلَیْہِمُ السَّلَام حق ہیں، جنت و دوزخ حق ہیں اوران کے متعلق جو کچھ ہمارے پیارے آقا،

مدینے والے مصطفٰے صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے بتایا وہ سب حق ہے۔

علم کیسا اور کتنا ضروری ہے؟

اے بندے! تجھ پر ایسا علم حاصل کرنا واجب ہے جس کی بدولت اخلاص، کامل نیت، درست عمل نیز توکُّل و تفویض (یعنی اپنی ذات اور معاملات کو سپردِ خدا کرنا)، رضا، صبر، توبہ اور اخلاص وغیرہ دل سے صادر ہونے والی باطنی عبادات تجھے حاصل ہوں، ان سب کا تفصیلی بیان اِسی کتاب میں عنقریب آئے گا، اِنْ شَآءَ اللہ عَزَّوَجَلَّ۔ پھر تجھ پر شریعت کا اتنا علم سیکھنا بھی واجب ہے جس سے عبادت درست ہو سکے جیسے طہارت، نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج اور جہاد وغیرہ۔ جب ان میں سے کوئی عبادت تجھ پر واجب ہوگی تو اس کے اَحکام سیکھنا بھی واجب ہو جائیں گے۔ البتہ عِلْمِ توحید کی تفصیل، اس پر دلائل قائم کرنا اور شبہات زائل کرنا وغیرہ فرض کفایہ ہے۔ یوں ہی فقہی مسائل کی باریکیوں اور فقہ کے تمام ابواب کی معرفت اور اس میں کامل مہارت حاصل کرنا بھی فرض کفایہ ہے۔ اسی طرح علومِ شرعیہ تک پہنچانے والے علوم جیسے صرف، نحو، عِلْمِ معانی اور عِلْمِ بیان وغیرہ کی معرفت بھی فرض کفایہ ہے اور تمہارے لئے ایک نرم مزاج رہنمائی کرنے والا استاد ہونا بھی ضروری ہے اور اللہ عَزَّوَجَلَّ اپنے بندوں میں جس پر چاہتا ہے احسان فرماتا ہے اور حقیقت میں علم دینے والا وہی ہے۔

علم کی گھاٹی کے خطرات

علم کا نفع اور نقصان:

مطلوب تک پہنچانے والی علم کی گھاٹی کا جہاں نفع بہت زیادہ ہے وہیں اس کے خطرات بھی بڑے ہیں اور اسے عبور کرنا بھی انتہائی دشوار ہے۔ کتنے ہی ایسے ہیں جنہوں نے اس سے منہ موڑا تو گمراہ ہو گئے، کتنے ہی اس راہ پر چلتے ہوئے پھسل گئے، اس گھاٹی میں سرگرداں

بہت سے حیرت کا شکار ہو گئے، بہت سوں نے مختصر مدت میں اسے عبور کر لیا اور کوئی 70 سال میں بھی اِسے پار نہ کر سکا۔ در حقیقت سارا معاملہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے قبضہ واختیار میں ہے۔

علم نافع کے فوائد و ثمرات:

نفع بخش علم سے اللہ عَزَّوَجَلَّ کے خوف وڈر کا پھل حاصل ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

اِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا ؕ (پ۲۲، فاطر: ۲۸)

ترجمۂ کنزالایمان: اللہ سے اس کے بندوں میں وہی ڈرتے ہیں جو علم والے ہیں۔

وجہ یہ ہے کہ جو حقیقی معنوں میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کی معرفت نہیں رکھتا وہ صحیح معنوں میں اُس سے ڈرتا بھی نہیں اور نہ ہی اس کی سچی تعظیم بجالاتا ہے، معلوم ہوا کہ توفیقِ الٰہی سے ہر طرح کی اطاعت علم کی بدولت حاصل ہوتی ہے اور علم ہی ہر طرح کی نافرمانی سے روکتا ہے اور ان دو چیزوں کے سوا بندے کا کوئی اور مقصد بھی نہیں۔

مروی ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے حضرت سیِّدُنا داوٗد عَلَیْہِ السَّلَام کی طرف وحی فرمائی: اے داوٗد! عِلمِ نافع حاصل کرو۔ عرض کی: الٰہی! عِلمِ نافع کون سا ہے؟ ارشاد فرمایا: اَنْ تَعْرِفَ جَلَالِیْ وَعَظَمَتِیْ وَكِبْرِيَائِیْ وَكَمَالَ قُدْرَتِیْ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ فَاِنَّ هٰذَا الَّذِیْ يُقَرِّبُكَ اِلَیَّ یعنی عِلمِ نافع یہ ہے کہ تم میرے جلال، میری عظمت، میری کبریائی اور ہر شے پر میری کمال قدرت کی معرفت حاصل کر لو کیونکہ یہ تمہیں مجھ سے قریب کرے گا۔

بغیر علم کے عبادت خسارہ ہے:

یقین رکھو! علم میں بہت بڑا خطرہ ہے، جو اس غرض سے علم حاصل کرے کہ اس کے ذریعے لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کرے، امرا کا ہم نشیں بنے، اہلِ علم کے سامنے فخر

وبڑائی کرے اور ذلیل وحقیر دنیا جمع کرے تو یہ جلد بازی کی تجارت اور گھاٹے کا سودا ہے۔ مگر اس خطرے کے پیشِ نظر یہ گمان مت کر لینا کہ علم کا ترک کر دینا ہی بہتر ہے کیونکہ حضور نبی رحمت، شفیعِ اُمّت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: اِطَّلَعْتُ لَیْلَةَ الْمِعْرَاجِ عَلَى النَّارِ فَرَاَيْتُ اَكْثَرَ اَهْلِهَا الْفُقَرَاءَ قَالُوْا: مِنَ الْمَالِ؟ قَالَ: لَا مِنَ الْعِلْمِ یعنی میں نے معراج کی رات جہنم میں جھانکا تو اس میں زیادہ تعداد فقرا کی دیکھی۔ صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان نے عرض کی: یا رسولَ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! مال کے لحاظ سے فقیر؟ ارشاد فرمایا: نہیں، علم کے لحاظ سے فقیر۔[1]

پس جو علم حاصل نہ کرے تو وہ عبادات اور ان کے ارکان ٹھیک طریقے سے ادا نہیں کر سکتا، اگر کوئی شخص بغیر علم کے آسمانی فرشتوں جتنی عبادت بھی کر لے تب بھی وہ خسارے والوں میں سے ہی ہو گا۔ اس لئے بحث ومباحثہ اور تلقین وتدریس کے ذریعے حصولِ علم کے لئے مُسْتَعِد (تیار) رہو اور سستی وا کتاہٹ سے بچو ورنہ مَعَاذَ اللہ گمراہی کے خطرے سے دوچار رہو گے۔

اَخلاقی علوم کی ترغیب:

تم پر لازم ہے کہ ریاکاری اور خود پسندی سے بچانے اور اِخلاص کی طرف لے جانے والے عِلمِ اخلاق پر مکمل توجہ دو کیونکہ جس طرح اللہ عَزَّوَجَلَّ نے تمہیں نماز روزے کا حکم دیا ہے اسی طرح توکل، صبر اور شکر وغیرہ کا بھی حکم دیا ہے۔ چنانچہ اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے:

﴿1﴾ ...

وَعَلَى اللّٰهِ فَتَوَكَّلُوْۤا اِنْ كُنْتُمْ   ترجمۂ کنزالایمان: اور اللہ ہی پر بھروسہ کرو اگر

---

1 ... روح البیان، سورۃ النسآء، تحت الآیۃ: ۱۶۲، ۲/ ۳۲۲

مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۲۳﴾ (پ۶، المآئدۃ: ۲۳) تمہیں ایمان ہے۔

﴿2﴾...

وَاشْكُرُوْا لِلّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ ﴿۱۷۲﴾ (پ۲، البقرۃ: ۱۷۲)

ترجمۂ کنزالایمان: اور اللہ کا احسان مانو اگر تم اسی کو پوجتے ہو۔

﴿3﴾...

وَاصْبِرُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ﴿۴۶﴾ (پ۱۰، الانفال: ۴۶)

ترجمۂ کنزالایمان: اور صبر کرو بے شک اللہ صبر والوں کے ساتھ ہے۔

تمہیں کیا ہے کہ تم نماز روزے کی طرف تو جاتے ہو مگر ان فرائض کو چھوڑے بیٹھے ہو حالانکہ دونوں کا حکم ایک ہی ربّ عَزَّوَجَلَّ نے دیا ہے، بلکہ تم تو ان سے غافل ہو اور ان میں سے کچھ بھی نہیں جانتے، کیا تمہیں ان لوگوں کی فتوٰی نویسی نے غافل کر دیا جو اپنے دنیاوی حصے پر فریفتہ ہیں[1] حتّٰی کہ انہوں نے نیکی کو برائی اور برائی کو نیکی بنا دیا اور ان پاکیزہ اخلاقی علوم سے بے پروا ہو گئے جنہیں اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اپنی کتاب میں نور، حکمت اور ہدایت کہا ہے اور وہ اُس چیز کی طرف متوجہ ہیں جس سے حرام کمائیں اور ذلیل دنیا جمع کرنے میں لگے ہوئے ہیں۔

علم کے بغیر عبادت کرنا:

اے بھلائی کے طلبگارو! کیا تمہیں کوئی خوف نہیں کہ تم ان واجبات میں سے بعض

---

[1]... بد مذہب و دنیا کی طرف مائل بُرے علما و فقہا مراد ہیں جن کا مقصود علم سے فقط دنیا کا حصول ہوتا ہے ورنہ عِلمِ ظاہر اور فقہی مسائل کی احتیاج تو ہر مسلمان کو زندگی کے ہر ہر لمحہ میں رہتی ہے اسے بتانے سمجھانے والے باعمل علما و فقہا تو دین کے ستون کی حیثیت رکھتے ہیں خوفِ خدا اور خوفِ روزِ جزا ہی کی بنا پر اپنی اور دوسروں کی اصلاح میں مشغول رہتے ہیں ان حضرات کے تو قرآن و حدیث میں فضائل بیان ہوئے ہیں جن کی مذمت بیان کی جاتی ہے وہ علمائے سوء ہوتے ہیں بد مذہب یا بے عمل ریاکار دنیادار علما اور وہ ضرور قابلِ مذمّت ہیں۔(علمیہ)

بلکہ اکثر کو چھوڑ کر اور نفلی نماز روزے میں لگ کر کسی بے معنٰی شے میں پڑے ہوئے ہو اور کیا تم اس سے نہیں ڈرتے کہ بعض اوقات تم کسی ایسے گناہ پر ڈٹ جاتے ہو جو جہنم میں لے جانے والا ہوتا ہے جبکہ کھانا پینا اور نیند وغیرہ مباح چیزیں چھوڑ کر قربِ الٰہی تلاش کرتے ہو یوں تم بے فائدہ چیز میں پڑ جاتے ہو اور اس سے بڑھ کر یہ کہ تم کسی امید میں پڑے ہوتے ہو حالانکہ وہ امید محض گناہ ہوتی ہے اور تم اسے نیتِ خیر گمان کرتے ہو کیونکہ تم ان کے درمیان فرق کو نہیں جانتے۔ بعض اوقات تم کسی گھبراہٹ اور ناراضی وغصہ میں مبتلا ہوتے ہو اور اسے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں رونا گڑ گڑانا تصوُّر کرتے ہو اور یوں ہی کبھی خالص ریاکاری میں پڑے ہوتے ہو اور اسے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی حمد اور لوگوں کو بھلائی کی طرف بُلانا سمجھ لیتے ہو تو اس طرح تم گناہوں کو نیکیاں اور قابلِ گرفت کاموں کو ثوابِ عظیم شمار کرنے لگتے ہو پس تم بڑے دھوکے اور بُری غفلت میں مبتلا ہو جاتے ہو۔ خدا عَزَّوَجَلَّ کی قسم! بغیر علم عمل کرنے والوں کے لیے یہ بہت بڑی مصیبت ہے۔

باطن کا ظاہر سے تعلُّق:

یاد رکھو! ظاہری اعمال کے ساتھ باطنی صفات جیسے اخلاص و ریاکاری اور خود پسندی و احسان کے تذکرہ وغیرہ کا بڑا گہرا تعلُّق ہوتا ہے جو ظاہری اعمال کو درست یا خراب کر دیتے ہیں تو جو شخص ان باطنی صفات، ظاہری عبادات میں ان کے اثر، ان سے بچنے اور اعمال کو ان سے محفوظ رکھنے کی کیفیت کو نہیں جانتا تو اس کا ظاہری عمل سلامت نہیں رہتا، یوں اس کی ظاہری و باطنی عبادات فوت ہو جاتی ہیں اور اس کے پاس صرف میل کچیل اور مَشَقَّت ہی باقی بچتی ہے اور یہ کھلا نقصان ہے۔ حضور نبی پاک، صاحِبِ لولاک صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: نَوْمٌ عَلٰی عِلْمٍ خَیْرٌ مِّنْ صَلَاۃٍ عَلٰی جَھْلٍ یعنی علم کے ساتھ سونا جہالت کے

ساتھ نماز سے بہتر ہے۔[1]

کیونکہ بغیر علم کے عمل کرنے والا بہت سے درست کاموں کو بھی خراب کر دیتا ہے۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے محبوب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم علم کی شان بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں: ''یہ خوش نصیبوں کو دیا جاتا ہے اور بدبختوں کو اس سے محروم رکھا جاتا ہے۔''[2] معنٰی یہ ہیں کہ اس کی پہلی بدبختی یہ ہے کہ وہ علم سیکھتا ہی نہیں اور دوسری بدبختی یہ ہے کہ وہ صرف عبادت کی دِقَّت ومَشَقَّت اُٹھاتا ہے جس سے سوائے تھکاوٹ کے کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ نَعُوْذُ بِاللہِ مِنْ عِلْمٍ لَّا یَنْفَعُ یعنی ہم اس علم سے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی پناہ مانگتے ہیں جو نفع نہ دے۔ اسی لئے علما، زاہدین اور باعمل لوگوں نے علم کی طرف خاص توجہ فرمائی کیونکہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی عبادت وطاعت کی اصل اور بندگی کا مدار علم پر ہی ہے۔ عقل والے اور تائید یافتہ لوگ یوں ہی غور وفکر کرتے ہیں۔ جب یہ بات تم پر واضح ہوگئی کہ بغیر علم کے نہ عبادت ادا ہو سکتی ہے اور نہ ہی سلامت رہ سکتی ہے تو علم کو عبادت پر مقدم کرنا لازم ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ تمہیں اور ہمیں اچھی توفیق دے اور آسانی عطا فرمائے۔ بے شک وہ سب سے بڑھ کر رحم فرمانے والا ہے، گناہ سے بچنے کی طاقت اور نیکی کرنے کی قوت بلند اور عظمت والے اللہ عَزَّوَجَلَّ ہی کی طرف سے ہے۔

...حضرت سیِّدُنا بشر بن حارث عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْوَارِث فرماتے ہیں: اگر علم کو ذہن نشین کرنا چاہتے ہو تو گناہ چھوڑ دو۔ (الجامع فی الحث علی حفظ العلم، ص۹۰)

---

1 ...حلیۃ الاولیاء، سعید بن فیروز ابو البختری، ۴/۴۲۹، حدیث: ۶۰۹۴

2 ...جامع بیان العلم وفضلہ، باب جامع فی فضل العلم، ص۷۸، حدیث: ۲۴۰

دوسری گھاٹی: توبہ کا بیان

توبہ نہ کرنے کی نُحُوست:

اے علم وعبادت کے طلبگار! اللہ عَزَّوَجَلَّ تجھے توفیق دے، تجھ پر توبہ کرنا لازم ہے کیونکہ گناہوں کی نحوست بندے کو طاعات وعبادات بجالانے سے محروم کرتی اور اس پر ذلت و رُسوائی مُسلَّط کر دیتی ہے۔ گناہ ایک ایسی زنجیر ہے جو بندے کو عبادت و نیکی کی طرف چلنے سے روک دیتی ہے، گناہوں کا بوجھ اُمورِ خیر میں جلدی وآسانی اور عبادات میں تازگی کے لئے رُکاوٹ بن جاتا ہے اور گناہوں پر ڈٹے رہنا دل کو سیاہ کر دیتا ہے پھر تم دل کو اندھیرے اور سختی میں ڈوبا پاؤ گے جس میں خلوص، پاکیزگی، لذت اور حلاوت نام کو نہ ہوگی۔ اگر خدا کا فَضل شامِلِ حال نہ ہوا تو رفتہ رفتہ یہ گناہ اُس شخص کو کفر وبد بختی تک پہنچا دیں گے۔

حضور سیِّدِ عالَم، نُورِ مُجسَّم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''اِذَا کَذَبَ الْعَبْدُ یَتَنَحّٰی عَنْہُ الْمَلَکَانِ مِنْ نَتْنِ مَا یَخْرُجُ مِنْ فِیْہِ یعنی جب بندہ جھوٹ بولتا ہے تو دونوں محافظ فرشتے اس کے منہ سے نکلنے والی بدبو کی وجہ سے اس سے دور ہو جاتے ہیں۔''[1] اب بھلا یہ زبان ذکرِ الٰہی کے قابل کیسے ہو سکتی ہے؟ الغرض گناہ پر ڈٹے رہنے والے کو نیک اعمال کی توفیق کم ہی ملتی ہے اور عبادتِ الٰہی کے لئے اس کے اعضاء تیار نہیں ہوتے اگر کبھی عبادت کا اتفاق ہو جائے تو بڑی مَشَقَّت پیش آتی ہے اور اس میں لذت وحلاوت ہوتی ہے نہ صفائی اور یہ سب گناہوں کی نحوست اور توبہ کو ترک کرنے کی وجہ سے ہوتا ہے۔ کسی نے سچ ہی کہا ہے کہ اگر تو رات کو عبادت کرنے اور دن کو روزہ رکھنے کی قوت نہیں رکھتا تو سمجھ لے کہ تو بیڑیوں میں جکڑا ہوا ہے اور تجھے تیرے گناہوں نے جکڑ رکھا ہے۔

1... ترمذی، کتاب البر والصلة، باب ما جاء فی الصدق و...الخ، ۳/۳۹۲، حدیث: ۱۹۷۹، بتغیر قلیل

فرض تجھ پر قرض ہے:

اے بندے! تجھ پر توبہ لازم ہے تاکہ تیری عبادت قبول ہو، بے شک قرض خواہ تحفہ قبول نہیں کرتا (بلکہ قرض کا مطالبہ کرتا ہے) یہی حال توبہ کا ہے کہ گناہوں سے توبہ کرنا اور ربّ عَزَّوَجَلَّ کو راضی کرنا فرض ہے جبکہ عام عبادت جس کا تو قصد کرتا ہے وہ نفل ہے۔ تو پھر تجھ سے نفل کیسے قبول کئے جائیں گے حالانکہ فرض تجھ پر قرض ہیں؟[1] یونہی تیرا اللہ عَزَّوَجَلَّ کے لئے حلال و مباح کام کو چھوڑ دینا اور حرام و ممنوع کاموں میں پڑے رہنے کا معاملہ ہے اور تو اس سے مناجات و دعائیں اور اس کی حمد و ثنا کیسے کر سکتا ہے حالانکہ وہ تجھ پر ناراض ہے؟ پس گناہ پر ڈٹے ہوئے گنہگاروں کا یہ ظاہر حال ہے۔ ہم اللہ عَزَّوَجَلَّ ہی سے مدد چاہتے ہیں۔

توبہ کا مطلب:

توبہ بھی دل کے کاموں میں سے ایک ہے جس کا معنیٰ "دل کو گناہوں سے پاک کرنا

---

[1]... حضور پُرنور سیّدُنا غوث اعظم مولائے اکرم حضرت شیخ مُحیُ المِلّۃ وَالدِّین ابو محمد عبد القادر جیلانی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اپنی کتاب مستطاب فتوحُ الغیب شریف میں کیا کیا جگر شگاف مثالیں ایسے شخص کے لیے ارشاد فرمائی ہیں جو فرض چھوڑ کر نفل بجالائے۔ فرماتے ہیں: اس کی کہاوت ایسی ہے جیسے کسی شخص کو بادشاہ اپنی خدمت کے لیے بلائے، یہ وہاں تو حاضر نہ ہوا اور اس کے غلام کی خدمتگاری میں موجود رہے۔ پھر حضرت امیر المؤمنین مَوْلَی الْمُسْلِمِیْن سیّدُنا مولیٰ علی مرتضیٰ کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْہَہٗ سے اس کی مثال نقل فرمائی کہ جناب ارشاد فرماتے ہیں: ایسے شخص کا حال اس عورت کی طرح ہے جسے حمل رہا جب بچّہ ہونے کے دن قریب آئے اسقاط ہو گیا، اب وہ نہ حاملہ ہے نہ بچّہ والی۔ یعنی جب پورے دِنوں پر اگر اسقاط ہو تو محنت تو پوری اٹھائی اور نتیجہ خاک نہیں کہ اگر بچہ ہوتا تو ثمرہ خود موجود تھا حمل باقی رہتا تو آگے امید لگی تھی، اب نہ حمل نہ بچّہ، نہ اُمید نہ ثمرہ اور تکلیف وہی جھیلی جو بچّہ والی کو ہوتی۔ ایسے ہی اس نفل خیرات دینے والے کے پاس روپیہ تو اٹھا مگر جبکہ فرض چھوڑا یہ نفل بھی قبول نہ ہوا تو خرچ کا خرچ ہوا اور حاصل کچھ نہیں۔ اسی کتاب مبارک میں حضور مولیٰ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے فرمایا ہے کہ: فَاِنِ اشْتَغَلَ بِالسُّنَنِ وَالنَّوَافِلِ قَبْلَ الْفَرَائِضِ لَمْ یُقْبَلْ مِنْہُ وَاُھِیْنَ یعنی فرض چھوڑ کر سنّت و نفل میں مشغول ہو گا یہ قبول نہ ہوں گے اور خوار کیا جائے گا۔ (فتاوی رضویہ، ۱۰/۱۷۹)

ہے یوں کہ اپنے دل کو اس بات پر جمالینا اور پختہ ارادہ کرلینا کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی تعظیم کی خاطر اوراس کی ناراضی اور دردناک عذاب سے بچنے کے لئے گناہ کی طرف نہیں لوٹے گا اور یہ گناہوں سے بچنا کسی دُنیاوی غرض،لوگوں کے ڈر، تعریف کی خواہش،ناموری وشہرت، جسمانی کمزوری، محتاجی وغربت یاپھر کسی اور رُکاوَٹ کی وجہ سے نہ ہو۔

توبہ پر اُبھارنے والے اسباب:

توبہ پر اُبھارنے والے اسباب میں سے یہ بھی ہے گناہوں کی قباحت کویاد کرو اور اللہ تعالٰی کی پکڑ اور اس کی ناراضی وغضب کو یاد کرو کہ تم اسے برداشت کرنے کی طاقت نہیں رکھتے۔یوں ہی اپنی کمزوری اور عذرخواہی کی کمی کو یاد کروکیونکہ جو شخص سورج کی تیز دھوپ، کوتوال کے تھپڑ اور چیونٹی کے ڈنک برداشت نہیں کرسکتا وہ دوزخ کی شدید گرمی، جہنم کے فرشتوں کی ماراوراونٹ کی گردنوں کے برابر موٹے سانپوں اور خچر جیسے اُن بچھوؤں کاڈسنا کیونکر برداشت کرسکے گا جن کو غضب وتباہی کے گھر دوزخ میں آگ سے بنایا گیاہے۔ ہم بار بار خدا کے غَضَب اور عذاب سے پناہ مانگتے ہیں۔اگر تم ان دہشت ناک اُمور کو یاد رکھو گے اور روزانہ دن یارات میں کسی بھی وقت ان کی یاد تازہ کرتے رہوگے توضرور تمہیں گناہوں سے خالِص توبہ نصیب ہوجائے گی۔اللہ عَزَّوَجَلَّ اپنے فضل سے سب کوتوبہ کی توفیق دے۔(امین)

توبہ کارُکنِ اعظم:

گناہ ہوجانے پرنادم وپشیمان ہوجاناتوبہ کاسب سے بڑارُکن ہے،اسی لئے حضور سرورِ عالَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اسے توبہ کانام دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: اَلنَّدَمُ تَوْبَۃٌ یعنی گناہوں پر ندامت ہوناتوبہ ہے۔[1]

1...ابن ماجہ، کتاب الزھد، باب ذکر التوبۃ، ۴/۴۹۲، حدیث: ۴۲۵۲

یادر کھو! گناہ کی طرف دوبارہ لوٹنے کا خوف تمہاری توبہ کی راہ میں رکاوٹ نہ بنے کیونکہ یہ شیطان کی طرف سے دھوکا ہے۔ تم پر لازم ہے کہ تم سچاپکا ارادہ کرو، باقی رہی اس پر استقامت تو وہ فضلِ خداوندی ہے اگر استقامت نہ ملی پھر بھی کم از کم تمہارے گزشتہ تمام گناہ تو معاف ہو ہی جائیں گے اور یہ بھی ممکن ہے کہ دوبارہ گناہ کرنے سے پہلے ہی توبہ کی حالت میں تمہیں موت آجائے۔

توبہ کی مزید شرائط:

توبہ میں یہ بھی ضروری ہے کہ تمہارے ذمّہ جن فرائض کی قضا ہے جیسے نماز، روزہ، زکوٰۃ یا کسی شے کا کفارہ وغیرہ تو حتَّی المقدور ان کی ادائیگی تم پر لازم ہے۔ یہ بھی شرط ہے کہ شراب نوشی اور گانے باجے وغیرہ گناہوں سے بھی خود کو روکے رکھنا تمہارے لئے ضروری ہے۔ رہے بندوں کے حقوق تو اگر وہ مال سے متعلق ہوں تو مال ان کے حقداروں یا وارثوں کو واپس کرنا تم پر واجب ہے۔ اگر غربت و اِفلاس کے باعث واپس کرنے سے معذوری ہو تو صاحبِ مال سے معاف کروالو، اگر مال کا مالک فوت ہو چکا ہے یا اس کے وارث موجود نہیں تو اَعمالِ صالحہ اور بارگاہِ الٰہی میں گریہ وزاری کی کثرت کرو، امید ہے کہ روزِ قیامت خداتعالیٰ ان حقداروں کو تم سے راضی فرمادے گا اور اگر اُن حقوق کا تعلق کسی کی جان یا ذات سے ہو یعنی تم پر قصاص واجب ہو تو تم پر لازم ہے کہ خود کو ان کے حوالے کردو تاکہ وہ تم سے قصاص لے لیں یا تمہیں معاف کردیں۔ اگر کسی کی عزت و آبرو میں حق تلفی کی مثلاً: کسی کی غیبت کی یا گالی دی تو تم پر لازم ہے کہ اس کے سامنے اپنے آپ کو غلط کہو اور اس سے معافی مانگو۔ اگر سامنے اعتراف کرنے میں جھگڑے کا صحیح اَندیشہ ہو تو اس صورت میں بھی اللہ عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں دعا کرو کہ وہ اسے تم سے راضی کردے اور

اس شخص کے لیے کثرت سے استغفار کرو کیونکہ جب اللہ عَزَّوَجَلَّ بندے کے دل میں سچائی دیکھتا ہے تو اپنے فضل سے اس کے دشمن کو اس سے راضی کر دیتا ہے۔

گناہ کی انتہا بد بختی ہے:

توبہ کی یہ گھاٹی بڑی مشکل ہے، اس کا معاملہ بہت اہم اور نقصان بہت زیادہ ہے۔ کیونکہ گناہ کی ابتدا سختی اور انتہا بد بختی ہے۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں محفوظ رکھے۔ (امین) کیا تمہیں بلعم بن باعورا اور ابلیس لعین کا معاملہ یاد نہیں؟ ان کی ابتدا بھی گناہ سے ہوئی اور انتہا کفر پر ہوئی تو دونوں ہلاک ہونے والوں کے ساتھ ہلاک ہو گئے۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ تم پر رحم فرمائے! تمہارے لئے توبہ کے بارے میں بیداری لازم ہے، اُمید ہے عنقریب گناہوں کی جڑ تمہارے دل سے اُکھڑ جائے اور ان کی نحوست کا بوجھ تمہاری گردن سے اُتر جائے۔

ایک گناہ پر 40 سال روئے:

حضرت سیِّدُنا کہمس بن حسن رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: مجھ سے ایک گناہ سرزد ہوا تو میں اس پر 40 برس روتا رہا۔ لوگوں نے پوچھا: اے ابو عبد اللہ! وہ کون سا گناہ تھا؟ آپ نے فرمایا: ''ایک دفعہ میرا ایک دوست میری ملاقات کو آیا تو میں نے اس کے لئے مچھلی پکائی، جب وہ کھانا کھا چکا تو میں نے اپنے پڑوسی کی دیوار سے مٹی لے کر اپنے مہمان کے ہاتھ دُھلائے۔''

پس اپنے نفس کی چھان بین و محاسبہ کرو اور توبہ کی طرف جلدی بڑھو کیونکہ موت چھپی ہوئی ہے اور دنیا دھوکے کا سامان ہے اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کے لیے عاجزی وانکساری کرو اور اس کے اِس فرمانِ عالی کو یاد رکھو:

وَ مَنْ یَّعْمَلْ سُوْٓءًا اَوْ یَظْلِمْ نَفْسَهٗ ترجمۂ کنزالایمان: اور جو کوئی برائی یا اپنی جان

ثُمَّ یَسْتَغْفِرِ اللّٰهَ یَجِدِ اللّٰهَ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا ﴿۱۱۰﴾ (پ۵، النسآء: ۱۱۰) پر ظلم کرے پھر اللہ سے بخشش چاہے تو اللہ کو بخشنے والا مہربان پائے گا۔

امید ہے تمہیں نصوحی توبہ (جس کے بعد گناہ نہ ہو) کی توفیق ملے اور تم اپنے گناہوں سے ایسے پاک ہو جاؤ جیسے اُس دن تھے جب تمہاری ماں نے تمہیں جنا تھا اور تم اللہ تعالٰی کے حکم سے اس گھاٹی کو عبور کرنے والے ہو جاؤ اور توفیق دینا اللہ عَزَّوَجَلَّ ہی کا کام ہے۔

تیسری گھاٹی:

رکاوٹوں کا بیان

عبادت کے طلب گار! تجھ پر ان چار رکاوٹوں کو دور کرنا بھی ضروری ہے: (۱)... دنیا (۲)... مخلوق (۳)... شیطان اور (۴)... نفس۔

پہلی رُکاوٹ: دنیا

دنیا کو خود سے ایسے دور کیا جاسکتا ہے کہ اس سے بچ کر خلوت اختیار کر لی جائے تاکہ تم استقامت اور کثرت سے عبادت کر سکو کیونکہ دنیا تمہارے ظاہر کو طلب میں اور باطن کو خواہشات میں مشغول کر دیتی ہے۔ جہاں تک نفس کی بات ہے تو دل اور نفس ایک ہی چیز ہے، اگر یہ ایک چیز میں مشغول ہو جائے تو اس کے مخالف سے اس کا تعلق ختم ہو جاتا ہے اور دنیا و آخرت کی مثال دو سوکنوں کی طرح ہے کہ ایک کو خوش کرو تو دوسری ناراض ہو جاتی ہے، دنیا و آخرت مشرق و مغرب کی طرح ہیں کہ تم ایک سمت میں جس قدر بڑھو گے دوسری سمت سے اتنا ہی دور ہوتے جاؤ گے۔

حضرت سیِّدُنا سلمان فارسی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ فرماتے ہیں: بندہ جب دنیا سے بے رغبت ہوتا ہے تو اس کا دل حکمت سے منوّر ہو جاتا اور اعضاء عبادت پر مدد گار بن جاتے ہیں۔

حُضورنبی اکرم، رسولِ مُحتَشَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''ایسے عالِم کی دو رکعتیں جس کا دل دنیا سے بے رغبت ہو اللہ عَزَّوَجَلَّ کے نزدیک بغیر علم کے قیامت تک عبادت کرنے والوں کی عبادت سے بہتر و محبوب ہیں۔''[1]

زہد اور اُس کی اقسام:

زُہد یعنی دنیا سے بے رغبتی کی وجہ سے عبادت زیادہ اور بلند مرتبہ ہو جاتی ہے لٰہذا عبادت کے طلبگار پر لازم ہے کہ وہ دنیا سے بے رغبت ہو جائے اور اُس سے دور رہے۔ زُہد کی دو قسمیں ہیں: (۱)...اختیاری اور (۲)... غیر اختیاری۔

اختیاری زہد یہ ہے کہ جو پاس نہ ہو اس کی طلب نہ کرے، جو پاس ہو اسے تقسیم کر دے اور دنیا اور اس کے سازوسامان کا ارادہ چھوڑ دے۔ غیر اختیاری زہد یہ ہے کہ دل دنیاوی اشیاء کے شوق وخیالات سے سرد پڑ جائے۔ جب بندہ اختیاری زہد اپنائے گا یوں کہ جو پاس نہیں اسے طلب نہ کرے، جو پاس ہے اسے دور کر دے اور دل سے دنیا کا ارادہ بھی نکال دے تو پھر اس کا دل دنیا سے سَرد پڑ جائے گا، دنیا اس کے نزدیک حقیر ہو جائے گی اور اسے دنیا کا خیال نہ آئے گا اور یہ غیر اختیاری زہد ہے۔

زہد میں ارادے کی اہمیت:

حقیقت یہ ہے کہ دل سے طلَبِ دنیا کا ارادہ نکال دینا بہت مشکل ہے کیونکہ ایسے بہت لوگ ہیں جو اوپر سے تو دنیا چھوڑنے والے ہیں مگر ان کے دلوں میں دنیا کی محبت چٹکیاں لیتی رہتی ہے اور ایسا شخص اسی کشمکش میں مبتلا رہتا ہے حالانکہ زُہد کا دارومدار ارادے ہی پر ہے، کیا تم نے اللہ عَزَّوَجَلَّ کے یہ ارشادات نہیں سُنے:

---

1 ...روح البیان، سورۃ الکھف، تحت الآیۃ: ۶۵، ۵/ ۲۷۰

﴿1﴾...

تِلْكَ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِیْنَ لَا یُرِیْدُوْنَ عُلُوًّا فِی الْاَرْضِ وَ لَا فَسَادًا ؕ (پ۲۰، القصص: ۸۳)

ترجمۂ کنزالایمان: یہ آخرت کا گھر ہم اُن کے لئے کرتے ہیں جو زمین میں تکبر نہیں چاہتے اور نہ فساد۔

﴿2﴾...

وَ مَنْ كَانَ یُرِیْدُ حَرْثَ الدُّنْیَا نُؤْتِهٖ مِنْهَا وَ مَا لَهٗ فِی الْاٰخِرَةِ مِنْ نَّصِیْبٍ ﴿۲۰﴾ (پ۲۵، الشوریٰ: ۲۰)

ترجمۂ کنزالایمان: اور جو دنیا کی کھیتی چاہے ہم اسے اس میں سے کچھ دیں گے اور آخرت میں اس کا کچھ حصہ نہیں۔

﴿3﴾...

مَنْ كَانَ یُرِیْدُ الْعَاجِلَةَ عَجَّلْنَا لَهٗ فِیْهَا مَا نَشَآءُ لِمَنْ نُّرِیْدُ ثُمَّ جَعَلْنَا لَهٗ جَهَنَّمَ ۚ یَصْلٰىهَا مَذْمُوْمًا مَّدْحُوْرًا ﴿۱۸﴾ وَ مَنْ اَرَادَ الْاٰخِرَةَ وَ سَعٰى لَهَا سَعْیَهَا وَ هُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓىٕكَ كَانَ سَعْیُهُمْ مَّشْكُوْرًا ﴿۱۹﴾ (پ۱۵، بنی اسرآئیل: ۱۸، ۱۹)

ترجمۂ کنزالایمان: جو یہ جلدی والی چاہے ہم اسے اس میں جلد دے دیں جو چاہیں جسے چاہیں پھر اس کے لئے جہنم کر دیں کہ اس میں جائے مذمت کیا ہوا دھکّے کھاتا اور جو آخرت چاہے اور اس کی سی کوشش کرے اور ہو ایمان والا تو اُنھیں کی کوشش ٹھکانے لگی۔

ان تمام فرامین میں معاملے کو ارادے پر معلّق کیا گیا ہے، اس سے معلوم ہوا کہ ”ارادہ“ بہت بڑی چیز ہے لیکن جب بندہ پہلی دو چیزوں یعنی موجود مال راہِ حق میں صدقہ کرنے اور غیر موجود کی طلب سے بے نیاز ہونے پر ہمیشگی اختیار کر لے تو امید ہے کہ ربّ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے طلبِ دنیا کے ارادے کو بھی اس کے دل سے نکال دے۔

دنیا سے دور کرنے والی باتیں:

تمہیں دنیا کو ترک کرنے اور مال کو تقسیم کرنے پر اُبھارنے والے اسباب یہ ہیں: دنیا کی آفات اور اس کے عُیُوب کو یاد کرنا، اس بات کو ذہن میں رکھنا کہ دنیا کا نفع بہت تھوڑا اور جلد ختم ہونے والا ہے اور دنیا کے سب طلبگار گھٹیا ہیں، پھر اس بات کو یاد کرنا کہ مجھ پر اللہ عَزَّوَجَلَّ کی کثیر نعمتیں ہیں حالانکہ میں اس کی راہ میں اتنا خرچ نہیں کرتا جتنا وہ مجھے عطا فرماتا ہے۔ جب تم ان باتوں میں اچھی طرح غور کرو گے تو تم پر ترکِ دنیا اور تقسیمِ مال کا معاملہ آسان ہو جائے گا۔ یونہی یہ بھی یاد کرو کہ دنیا اللہ عَزَّوَجَلَّ کی دشمن ہے اور تم اللہ عَزَّوَجَلَّ سے محبت کرنے والے ہو اور جو کسی کو دوست و محبوب رکھے اس کے دشمن کو دشمن رکھتا ہے۔ دنیا حقیقت میں میل کچیل اور مردار ہے، تم دیکھتے نہیں کہ اس کے لذیذ کھانے کچھ ہی دیر بعد خراب اور بدبودار ہو جاتے ہیں۔ پس دنیا خوشبو میں بسا ایسا مردار ہے جس کے ظاہر کو دیکھ کر غافل لوگ دھوکے میں پڑ گئے اور عقلمندوں نے اس سے کنارہ کشی اختیار کر لی۔

عارفوں اور ابدالوں کی رَوِش:

حرام میں زہد اختیار کرنا یعنی بچنا فرض اور حلال میں نفل و مستحب ہے۔ حرام اس مردار کی طرح ہے جس کی طرف بندہ بوقتِ ضرورت ہی بڑھتا ہے۔ حلال میں زہد اختیار کرنا عارفوں اور ابدالوں ہی کی روش و طریقہ ہے، ان کے نزدیک حلال بھی مردار کی طرح ہوتا ہے جسے وہ ضرورت کے مطابق ہی استعمال کرتے ہیں جبکہ حرام ان کے نزدیک آگ کی طرح ہوتا ہے، ان کے تو دلوں پر اس کا خیال بھی نہیں گزرتا اور نہ ہی غافلوں کی طرح اس کی لذتوں سے دھوکا کھاتے ہیں۔ ظاہر میں اچھا نظر آنے والے حرام کی مثال یہ ہے:

ایک شخص نفیس اور عمدہ حلوہ تیار کرے مگر تیار کرنے کے بعد اس میں زہرِ قاتل کا

ایک قطرہ ڈال دے، زہر ڈالتے وقت ایک شخص اسے دیکھ رہا ہو مگر دوسرا اس سے بے خبر ہو تو جب دونوں کے سامنے وہ بہترین اور عمدہ حلوہ کھانے کے لئے رکھا جائے گا تو جسے زہر کی ملاوٹ کا علم ہے وہ اس سے کنارہ کشی اختیار کرلے گا اور اس کی ظاہری عمدگی سے دھوکا نہیں کھائے گا جبکہ وہ جس نے زہر کو دیکھا نہیں تھا کھانے کے لئے للچائے گا اور نہ کھانے والے پر تعجب کرے گا بلکہ اسے بے وقوف سمجھے گا۔ پس دنیا کا حال بھی یہی ہے اصحابِ بصیرت واستقامت اس سے بچتے اور بے خبر وغافل اس پر فدا ہوتے ہیں۔ جبکہ دنیا کی حلال اشیاء ان بصیرت رکھنے والوں کے لئے اس حلوے کی طرح ہیں جس میں بنانے والے نے زہر تو نہیں ڈالا مگر تھوک دیا یا ناک سے ریزش ڈال دی تو اسے دیکھنے والا سخت ضرورت وحاجت کے علاوہ اسے استعمال نہیں کرے گا۔

دنیا سے بے رغبتی کا مقصد:

جو زہد مطلوب ہے اُس سے مراد اُس فضول وزائد چیز سے بے رغبتی اختیار کرنا ہے جس کے بغیر زندگی گزاری جاسکتی ہو اور زندگی گزارنے کے لئے جتنی مقدار کی حاجت ہو اتنا دنیا سے لینے میں حرج نہیں مگر یہ لذت کے ارادے سے نہ ہو۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ اس بات پر بھی قادر ہے کہ تمہیں سبب وذریعہ سے زندہ رکھے یا ان کے بغیر جیسے فرشتوں کو بغیر اسباب زندہ رکھا ہے۔ پھر اگر اس نے کسی شے کو تمہارا ذریعہ بنانا ہے تو چاہے تو تمہارے پاس موجود شے کو بنادے یا تمہاری تلاش یا کمائی سے وہ شے تمہیں مل جائے یا پھر چاہے تو وہاں سے عطا فرمادے جہاں سے تمہارا وہم وگمان بھی نہ ہو جیسا کہ اس کا فرمانِ عظیم ہے:

وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا ۙ﴿۲﴾ وَّيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ ؕ

(پ۲۸، الطلاق: ۲، ۳)

ترجمۂ کنزالایمان: اور جو اللہ سے ڈرے اللہ اس کے لیے نجات کی راہ نکال دے گا اور اسے وہاں سے روزی دے گا جہاں اس کا گمان نہ ہو۔

پھر تم کسی صورت طلب اور ارادے کے محتاج نہیں ہو گے اور اگر تم اس پر قائم نہ رہ سکو اور ارادہ و طلب رکھو تو تمہیں اس سے ایسی مدد تلاش کرنی چاہیے جو تمہاری آخرت سنوارے نہ کہ دنیا اور جو تمہاری دنیا سے بے رغبتی اور اُس سے دوری کو خراب نہ کرے اور توفیق دینے والا اللہ عَزَّوَجَلَّ ہی ہے۔

دوسری رکاوٹ: مخلوق

تم پر لوگوں سے تنہائی اختیار کرنا بھی ضروری ہے کیونکہ وہ تمہیں اللہ عَزَّوَجَلَّ سے غافل کر کے بُرائی اور ہلاکت میں ڈال دیں گے۔ بے شک حضور سرورِ عالَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے گوشہ نشینی کے زمانے کی وضاحت فرمادی ہے اور وہ مصلحت کو تم سے زیادہ جانتے ہیں۔ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: جب تم دیکھو کہ لوگ وعدہ خلافی میں مبتلا ہو جائیں اور امانت میں خیانت کرنے لگیں، پھر آپ نے انگلیوں کو انگلیوں میں ڈال کر ارشاد فرمایا: اور یوں ہو جائیں (یعنی ان انگلیوں کی طرح دست وگریباں ہو جائیں)۔ حضرت سیِّدُنا عبد اللہ بن عَمْرو رَضِیَ اللہُ عَنْہُمَا کہتے ہیں کہ میں نے عرض کی: اللہ عَزَّوَجَلَّ مجھے آپ پر قربان کرے! میں اُس وقت کیا کروں؟ ارشاد فرمایا: گھر میں بیٹھے رہنا، اپنی زبان کو قابو میں رکھنا، اچھی چیز اختیار کرنا، بُری بات کو چھوڑ دینا، صرف اپنے معاملے کی فکر کرنا اور عام لوگوں کا خیال چھوڑ دینا۔[1]

گوشہ نشینی کا زمانہ:

ایک حدیثِ مبارک میں گوشہ نشینی کے زمانے کی یہ نشانی بیان فرمائی کہ "آدمی اپنے ہم نشیں سے بھی بے خوف نہ ہو گا۔"[2] ایک علامت یہ بیان فرمائی کہ "خطیب بہت

1 ... ابوداود، کتاب الملاحم، باب الامر والنهی، ۴/۱۶۵، حدیث: ۴۳۴۳

2 ... ابوداود، کتاب الفتن والملاحم، باب فی النهی عن السعی فی الفتنة، ۴/۱۳۵، حدیث: ۴۲۵۸

ہوں گے مگر عالِم بہت تھوڑے ہوں گے، مانگنے والوں کی کثرت ہو گی لیکن انہیں دینے والے کم ہوں گے اور علم خواہشات کے تابع ہو جائے گا۔"[1] عرض کی گئی ایسا زمانہ کب آئے گا؟ ارشاد فرمایا: "جب نماز چھوڑ دی جائے گی، رشوت کا لین دین ہو گا اور دنیا کے تھوڑے مال کی خاطر دین بیچا جائے گا، ایسے وقت میں بچنا، ایسے وقت میں بچنا۔"[2]

ان احادیثِ مبارکہ میں جو علامات بیان ہوئیں انہیں تم اپنے زمانے اور زمانے والوں میں اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہو۔

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر بن خطاب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے فرمایا: "بُرے ہم نشیں سے کنارہ کشی میں راحت ہے۔"

گوشہ نشینی کا حکم:

حضرت سیِّدُنا سفیان ثوری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْوَلِی نے فرمایا: اللہ عَزَّوَجَلَّ کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں! اس زمانے میں گوشہ نشینی جائز ہو گئی ہے۔

حضرت سیِّدُنا امام محمد غزالی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْوَالِی نے فرمایا: اگر ان کے زمانے میں جائز تھی تو ہمارے زمانے میں تو فرض و واجب ہے۔

گوشہ نشینی اختیار کرنے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ لوگ تمہاری عبادت سے حاصل ہونے والے ثواب سے تمہیں محروم کر دیں گے اس لئے کہ ان کی جانب سے ریاکاری اور زینت میں ڈالنے والی چیزیں لاحق ہو سکتی ہیں کیونکہ ملاقات و زیارت میں بناوٹی خوبصورتی

---

1 ...معجم کبیر، ۳/۱۹۷، حدیث: ۳۱۱۱

الادب المفرد، باب الهدی والسمت الحسن، ص ۲۱۶، حدیث: ۸۱۰، عن ابن مسعود موقوفًا

2 ...موسوعة ابن ابی الدنیا، کتاب العزلة والانفراد، ۶/ ۵۴۰، حدیث: ۱۸۸

اور ریاکاری در آتی ہے۔

حضرت سیِّدُنا یحییٰ بن معاذ رازی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْھَادِی نے فرمایا: لوگوں کا دیکھنا ریاکاری کی چٹائی ہے۔

بہترین یا خطرناک مجلس؟

ایک مرتبہ حضرت سیِّدُنا فُضَیل بن عِیاض اور حضرت سیِّدُنا سفیان ثوری رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِما کی ملاقات ہوئی تو دونوں گفتگو کرنے اور رونے لگے۔ حضرت سیِّدُنا سفیان ثوری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْوَلِی نے فرمایا: ابو علی! میں اپنی اس مجلس کو بہترین مجلس تصوُّر کرتا ہوں۔ حضرت سیِّدُنا فُضَیل بن عِیاض عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْوَھَّاب نے فرمایا: میں اپنی اس مجلس کو خطرناک مجلس سمجھتا ہوں۔ انہوں نے پوچھا: ابو علی! وہ کیسے؟ فرمایا: کیا دورانِ گفتگو ہم اپنی اپنی گفتگو کو مُزَیَّن اور اپنے عُلوم کو ایک دوسرے پر ظاہر کرنے کی کوشش نہیں کر رہے تھے؟ یہ سن کر حضرت سیِّدُنا سفیان ثوری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْوَلِی رونے لگے۔

جان پہچان کم رکھو:

حضرت سیِّدُنا سفیان بن عُیَیْنَہ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے حضرت سیِّدُنا سفیان ثوری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْوَلِی سے عرض کی کہ مجھے نصیحت کیجئے۔ فرمایا: لوگوں سے جان پہچان کم رکھو کیونکہ تمہیں جو بھی ناپسندیدہ بات پہنچی ہوگی وہ جان پہچان والوں سے ہی پہنچی ہوگی۔ حضرت سیِّدُنا سفیان بن عُیَیْنَہ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے انہیں وفات کے بعد خواب میں دیکھا تو پھر عرض کی: مجھے نصیحت کیجئے۔ فرمایا: جس قدر ہو سکے لوگوں سے جان پہچان کم رکھو کیونکہ ان سے خلاصی پانا بہت مشکل ہے۔

اِس زمانے میں کیسے رہیں؟

سیِّدُنا فُضَیل بن عِیاض عَلَیْهِ رَحْمَةُ اللهِ الْوَهَّاب فرماتے ہیں: اس زمانے میں اپنی زبان کی حفاظت کر، خود کو پوشیدہ رکھ، اپنے دل کی اصلاح کر، اچھی چیز اختیار کر اور بُری کو چھوڑ دے۔

حضرت سیِّدُنا سفیان ثوری عَلَیْهِ رَحْمَةُ اللهِ الْوَلِی نے فرمایا: یہ خاموشی اختیار کرنے اور گھر کو لازم پکڑنے کا زمانہ ہے۔

حضرت سیِّدُنا داوٗد طائی رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْه نے فرمایا: دنیا سے روزہ رکھ، آخرت میں جا کر افطار کر اور لوگوں سے ایسے بھاگ جیسے شیر سے بھاگتا ہے۔

ان نیک بزرگوں کا اپنے زمانے والوں سے بچنے پر اجماع واتفاق ہو گیا، انہوں نے گوشہ نشینی اختیار کی اور اسی کی نصیحت کی۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ ہم سے زیادہ سمجھدار اور صاحبِ بصیرت تھے اور ان کے زمانے کے بعد زمانے میں بہتری کے بجائے خرابیاں اور بُرائیاں ہی زیادہ ہوئی ہیں۔

گوشہ نشینی کے آداب:

گوشہ نشینی اختیار کرنے میں تمام لوگوں کا معاملہ ایک جیسا نہیں ہے، جو عالِم ہے نہ حاکم ہے کہ مخلوق اس کی طرف محتاج ہو تو ایسے کے لئے گوشہ نشینی ہی بہتر ہے۔ البتہ جمعہ، باجماعت نماز، عید، حج، علم نافع کی مجلس اور ضروریات زندگی کے لئے وہ ضرور باہر نکلے، اس کے علاوہ خود کو چھپائے رکھے، اپنی پہچان کروائے نہ کسی کو پہچانے اور اگر وہ جمعہ اور جماعت وغیرہ میں بھی لوگوں سے میل جول سے باز رہنے کا ارادہ رکھتا ہو اور اس میں اپنی اور اپنی دل کی بہتری سمجھتا ہو تو اس کے لئے ضروری ہے کہ ایسی جگہ چلا جائے جہاں اس پر جمعہ اور جماعت وغیرہ لازم نہ ہوں جیسے جنگل یا پہاڑوں کی چوٹیاں وغیرہ مگر شرط یہ ہے کہ

اسے شیطان اور اس کے لشکر اورانسانوں وغیرہ کے شر سے محفوظ رہنے کا یقین ہو ورنہ بہتر یہی ہے کہ لوگوں کے درمیان رہ کر تنہائی اختیار کی جائے اور جمعہ وجماعت وغیرہ میں شریک ہوا جائے، یہ طریقہ اس کے لیے زیادہ محفوظ ہے۔

جنہیں گوشہ نشینی منع ہے:

جو شخص علم میں لوگوں کا پیشوا ہو یعنی لوگ اپنے دینی امور میں اس کے محتاج ہوں یا وہ حق بات کو واضح کرنے والا اور باطل کا جواب دینے والا ہو یا اپنے قول وفعل وغیرہ سے نیکی کی دعوت دینے والا ہو تو ایسے شخص کو لوگوں سے کنارہ کشی کر کے گوشہ نشین ہونے کی اجازت نہیں، اسے لازم ہے کہ لوگوں کے بیچ رہ کر انہیں نصیحت کرے، دین اسلام پر ہونے والے شُبہات کے جوابات دے اور دین کے احکام کو واضح کرے کیونکہ حضور نبی اکرم، رسولِ مُحتَشَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمان ہے: جب بدعتیں ظاہر ہو جائیں اور عالِم خاموش رہے تو اس پر اللہ عَزَّوَجَلَّ کی لعنت ہے۔[1]

لوگوں کے ساتھ رہنے کے آداب:

پس وہ شخص لوگوں کے مابین طویل صبر، عظیم بردباری اور نگاہِ شفقت کے ساتھ رہے اور ہمیشہ اللہ عَزَّوَجَلَّ سے مدد طلب کرے۔ باطنی طور پر لوگوں سے جُدا ہو مگر جسمانی طور پر ان کے ساتھ رہے، اگر لوگ اس سے بات کریں تو یہ بھی ان سے بات کرے، وہ اس کی ملاقات کو آئیں تو حسبِ مراتب ان کا احترام کرے، وہ خاموش رہ کر اس سے اعراض برتیں تو اسے اپنے لیے غنیمت جانے، نیک کام میں ان کا ہاتھ بٹائے، انہیں بُرائی اور شرارت کی طرف مائل ہوتا دیکھے تو اُن کی مخالفت کرے اور ان سے الگ رہے اور اگر

1 ...مسند الفردوس، ۱/۱۸۸، حدیث: ۱۲۷۵

لوگ اس کی ڈانٹ ڈپٹ سے بُرائی سے باز آسکتے ہوں تو انہیں مناسب ڈانٹ ڈپٹ بھی کرے اور جو حقوق ان میں رہنے کے باعث اس پر لازم آتے ہیں انہیں ادا کرتا رہے مثلاً: وقتاً فوقتاً ان سے ملاقات کرے، بیماروں کی عیادت کرے اور جتنا ممکن ہو ان کی حاجات پوری کرے مگر ان سے کسی قسم کا مطالبہ کرے نہ اس کی اُمید رکھے، حسبِ استطاعت ان پر خرچ کرے مگر ان سے کوئی چیز نہ لے، جو تکلیف یا ایذا ان سے پہنچے اسے برداشت کرے، ان کے لئے خوشی کا اظہار کرے، ان کی خاطر اپنے ظاہر کو آراستہ رکھے، اپنی حاجتوں کو ان سے پوشیدہ رکھے اور ان کا اِنتظام خود کرے۔ اس کے ساتھ ساتھ اپنے نفس پر نظر رکھے اور اپنے لئے خالص عبادت سے کوئی حصہ مقرر کرے۔ جیسا کہ

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروق اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے فرمایا: اگر میں رات کو سوتا ہوں تو اپنا نقصان کرتا ہوں اور اگر دن کو سوتا ہوں تو رعایا کا نقصان کرتا ہوں اب ان دو باتوں کے ہوتے ہوئے میں کیسے سو سکتا ہوں؟

لوگوں میں رہ کر گوشہ نشینی:

یاد رہے اس فرمان نبوی: "عَلَیْکُمْ بِالْجَمَاعَةِ یعنی تم پر جماعت کے ساتھ رہنا لازم ہے۔"[1] سے گوشہ نشینی کے طلبگار کو شک وشبہے میں نہیں پڑنا چاہیے کیونکہ اس حدیثِ مبارک کا مطلب ہے مسلمانوں کی اجتماعیت کو نہ توڑے، جمعہ وجماعت میں حاضر ہو اور میل جول سے پیدا ہونے والی بُرائیوں سے خود کو بچا کر نیک اجتماعات میں شرکت کرے اور یہ فتنے کا زمانہ نہ ہونے کے وقت ہے اور جب آدمی مسجد میں بیٹھ جائے اور لوگوں سے میل ملاپ کرے نہ ان کے کام میں مداخلت کرے تو وہ جسمانی طور پر تو ان کے ساتھ ہو گا مگر باطنی طور پر جُدا

---

[1]... نسائی، کتاب الامامة، التشدید فی ترک الجماعة، ص ۱۴۷، حدیث: ۸۴۴

ہو گااور گوشہ نشینی کا مطلب بھی یہی ہے، محض مکان یا جسم کی علیحد گی مقصود نہیں۔

خانقاہوں میں گوشہ نشینی:

دینی مدارس اور راہِ آخرت کے مسافروں کی خانقاہوں میں گوشہ نشین ہو کر ان کے ساتھ میل جول رکھنے میں کوئی حرج نہیں جبکہ وہ علم و عمل کے معاملے میں نیکی اور تقویٰ پر ایک دوسرے کی مدد کریں اور باہم حق و صبر کی نصیحت کریں اور اگر ان کے احوال بِگڑ چکے ہوں، وہ سلف صالحین کے نقشِ قدم سے ہٹ گئے ہوں اور انہوں نے اسلاف کے طریقے چھوڑ دیئے ہوں تو اب بندے کو چاہیے کہ خانقاہ میں اپنے کونے کو لازم پکڑے، اپنی زبان کو روکے رکھے، نیک کاموں میں ان کے ساتھ شامل ہو مگر ان کے اَحوال اور اِن کی آفات سے خود کو بچائے رکھے پس یوں یہ گوشہ نشینوں میں رہتے ہوئے گوشہ نشینی میں ہو گا۔

خانقاہیں محفوظ قلعے ہیں:

گوشہ نشینی کا بیان کردہ طریقہ بیابانوں اور پہاڑوں کی چوٹیوں پر جانے سے بہتر ہے کیونکہ یہ مدارس اور خانقاہیں ایک محفوظ قلعے کی مانند ہیں، مجاہدہ کرنے والے یہاں رہ کر ڈاکوؤں اور چوروں سے محفوظ رہے ہیں جبکہ ان سے باہر رہنے والا گویا کہ ایسے صحرا میں ہوتا ہے جہاں ہر وقت شیطانی لشکر گھومتے رہتے ہیں جو باہر رہنے والے کو لوٹ لیتے ہیں یا قیدی بنالیتے ہیں تو اگر وہ اصل صحرا کی طرف نکل گیا تو اُس کا کیا حال ہو گا جب دشمن اُسے چاروں طرف سے گھیر کر اُس کے ساتھ جو چاہے گا کرے گا؟ لہٰذا کمزور شخص کے لئے مضبوط قلعے میں رہنا ہی ضروری ہے۔ لیکن قوی اور ایمانی بصیرت سے بہرہ ور شخص پر دشمن غالب نہیں آسکتے اس کے لئے قلعہ اور صحرا ایک ہی جیسے ہیں، وہ اگر صحرا کی طرف نکلنا چاہے تو کوئی حرج نہیں اگرچہ ہر حال میں زیادہ بہتر یہی ہے کہ حفاظتی قلعے میں رہا جائے، اس لئے

کہ دشمنوں کے اتفاقی اور اچانک حملوں سے بے خوف ہونا درست نہیں۔لہٰذا بھلائی کے طالب اور ریاضت و مجاہدہ کرنے والے کے لئے اللہ والوں کے ساتھ رہنا اور صحبت کی مَشَقَّت برداشت کرنا ہی بہتر ہے۔

اپنے اسلامی بھائیوں کی زیارت و ملاقات میں کوئی حرج نہیں بشرطیکہ بہت زیادہ نہ ہو اور اس میں ریاکاری، تکلُّف وبناوٹ، غیبت اور فضول گوئی نہ ہو ورنہ اس کا وبال تم پر اور تمہارے بھائی پر آئے گالہٰذا تم پر لازم ہے کہ تمہارا اسلامی بھائیوں کے ساتھ بیٹھنا اور ان سے ملاقات کرنا احتیاط اور خندہ پیشانی کے ساتھ ایک درمیانی حد تک رہے، پس یہ انداز تمہاری لوگوں سے کنارہ کشی اور گوشہ نشینی کو نقصان نہیں دے گا اور نہ ہی تم پر اور تمہارے اسلامی بھائی پر کوئی آفت و مصیبت پڑے گی بلکہ کثیر بھلائی کا باعث ہو گی اور توفیق دینے والی ذات اللہ عَزَّوَجَلَّ ہی کی ہے۔

گوشہ نشینی پر اُبھارنے اور اسے آسان کرنے والے امور

لوگوں سے کنارہ کشی پر اُبھارنے اور اسے تمہارے لئے آسان بنانے والے امور تین ہیں:

﴿1﴾...اپنے وقت کو عبادت میں گزارنا کیونکہ یہی اصل مشغولیت ہے جبکہ لوگوں کے ساتھ اُنسیت و میل جول افلاس و دیوالیہ پن کی علامت ہے۔جب تم محسوس کرو کہ تمہارا نفس بغیر کسی ضرورت وحاجت کے لوگوں سے ملنے اور بات چیت کرنے کو چاہ رہا ہے تو سمجھ جاؤ یہ ایک فضول کام ہے جس کی طرف بے کاری اور فراغت تمہیں لے جا رہی ہے مگر جب تم خود پر عبادت کو لازم کر لو گے تو تم مناجات کی حلاوت اور کتاب اللہ سے اُنس و محبت پاؤ گے، مخلوق سے بے پرواہو جاؤ گے اور ان کی ملاقات و گفتگو سے تمہیں وحشت ہونے لگے گی۔

﴿2﴾...لوگوں سے طمع واُمید کو ختم کرلو، یوں تم آسانی سے ان سے کنارہ کش ہو جاؤ گے کیونکہ جس چیز کے نفع کی امید اور ضرر کا خوف نہ ہو اس کا ہونا نہ ہونا برابر ہے۔

﴿3﴾...تم لوگوں میں رہنے کی آفات پر غور کرو، ان کو ہر وقت یاد رکھو اور دل میں دُہراتے رہو۔ یوں کہ وہ تمہیں ناپسندیدہ باتیں سنائیں گے اور تمہیں اپنے لئے تکلف وبناوٹ پر اُبھاریں گے تو تمہارے اعمال خراب ہو جائیں گے اور اس پر بھی غور کرو کہ اگر انہیں تمہارا کوئی عیب معلوم ہو گیا تو وہ اسے پھیلائیں گے۔

جب تم ان تین امور پر کاربند ہو جاؤ گے تو لوگوں سے الگ ہو کر ربّ عَزَّوَجَلَّ کی طرف پھر جاؤ گے اور اس کی عبادت کے لئے گوشہ نشینی اختیار کر لوگے پھر یہ تمہیں اچھی لگنے لگے گی اور تمہیں بارگاہ الٰہی میں جھکائے رکھے گی کیونکہ اگر تم لوگوں سے میل جول رکھ کر ان کی خواہشات کا حصہ بنو گے تو گناہ گار ہو جاؤ گے اور اپنا آخرت کا معاملہ بگاڑ دو گے اور اگر ان کی مخالفت کرو گے تو ان کی طرف سے اذیت اور زیادتی کا شکار ہو جاؤ گے اور تمہاری دنیاوی زندگی خراب ہو جائے گی۔ یہ بھی بعید نہیں کہ وہ تمہیں اپنی دشمنی تک لے جائیں یوں تم ان کے شر میں پھنس جاؤ گے اور اگر ان سے تمہارا میل جول اچھا رہا تو وہ تمہاری عزت اور تعریف کریں گے یوں تم پر فتنے اور خود پسندی میں مبتلا ہونے کا خوف ہے اور اگر اس کے برعکس لوگوں نے تمہاری مذمت اور تحقیر کی تو پھر یہ خوف ہے کہ کبھی تمہیں غم گھیر لے گا اور کبھی غَیْرُاللہ کی خاطر غصہ کرو گے (حالانکہ غصہ محض اللہ عَزَّوَجَلَّ کی خاطر ہونا چاہیے) المختصر یہ کہ تعریف اور مذمّت دونوں ہی ہلاک کرنے والی آفات ہیں۔

ہر کوئی ساتھ چھوڑ دے گا:

اے بندو! تم یہ بھی یاد کرو جب لوگ تمہیں قبر کی طرف لے جائیں گے اور وہاں تنہا

چھوڑ آئیں گے اور وہ تمہیں ایسے بھلا دیں گے گویا تم نے کبھی انہیں دیکھا نہ انہوں نے تمہیں، وہاں اللہ عَزَّوَجَلَّ کے سوا کوئی نہ ہو گا۔ کیا یہ واضح نقصان نہیں کہ جن لوگوں کے ساتھ تم نے تھوڑا عرصہ رہنا اور ساتھ نبھاہنا ہے ان کی خاطر اپنے قیمتی ایام کو ضائع کر دو اور اُس اللہ عَزَّوَجَلَّ کی اطاعت و فرمانبرداری ترک کر دو جس کی طرف بالآخر تمہیں لوٹنا ہے اور وہی ہمیشہ ہمیشہ تمہارا ساتھ دینے والا ہے۔ اے عاجِز بندے! میری ان باتوں اور نصیحتوں پر غور کرو شاید اللہ عَزَّوَجَلَّ اپنی مہربانی سے تمہیں راہِ ہدایت دکھائے، وہی بچانے اور توفیق عطا فرمانے والا ہے۔

تیسری رکاوٹ: شیطان

عبادت کی راہ میں تیسری رکاوٹ شیطان ہے۔ تمہارا شیطان سے جنگ کرنا اور اس پر سختی کرنا بھی ضروری ہے کیونکہ دشمن سے کسی نفع کی امید نہیں ہوتی بلکہ اس سے تو ہلاکت ہی ملتی ہے اور ایسے خطرناک دشمن سے بے خوف یا غافل رہنے کی غلطی کی کوئی گنجائش نہیں۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے:

اَلَمْ اَعْهَدْ اِلَیْكُمْ یٰبَنِیْۤ اٰدَمَ اَنْ لَّا تَعْبُدُوا الشَّیْطٰنَۚ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِیْنٌۙ﴿۶۰﴾ (پ۲۳، یٰس: ٦٠)

ترجمۂ کنزالایمان: اے اولادِ آدم کیا میں نے تم سے عہد نہ لیا تھا کہ شیطان کو نہ پوجنا بے شک وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

اِنَّ الشَّیْطٰنَ لَكُمْ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوْهُ عَدُوًّاؕ (پ۲۲، فاطر: ٦)

ترجمۂ کنزالایمان: بے شک شیطان تمہارا دشمن ہے تو تم بھی اُسے دشمن سمجھو۔

ان آیاتِ مبارکہ میں شیطان سے انتہائی درجے تک ڈرایا گیا ہے۔ دن ہو یا رات وہ تو ہر وقت تم سے لڑنے کے لئے تیار بیٹھا ہے اور اپنی شَیطَنَت وخباثت کے تیر تم پر پھینک رہا

ہے اور تم غفلت میں پڑے ہو۔

غور کرو اس وقت شیطان کا کیا حال ہو گا جب تم عبادتِ الٰہی میں لگے رہو اور اپنے قول و فعل سے مخلوق کو بارگاہ ربُّ العزت کی طرف بلاؤ جو شیطان کی خواہش کے بالکل خلاف ہے تو یوں تم شیطانی مکر و فریب کے خلاف اپنی کمر کس لو گے تو اب وہ بھی انتہائی غصے میں اپنی کمر کس لے گا تا کہ تم سے لڑے اور تمہیں ہلاک کرے حتّٰی کہ تمہارا معاملہ ہی بگاڑ دے بلکہ تمہیں پوری طرح ہلاک کر ڈالے کیونکہ وہ تو انہیں بھی بُرائی و ہلاکت میں مبتلا کرنے سے باز نہیں آتا جو اس کے دشمن نہیں بلکہ دوست ہیں جیسے کفار، گمراہ اور خواہشات کے پیروکار۔ تو سوچو! وہ اُس کے ساتھ کیا کرے گا جو اس کی دشمنی پر کمر بستہ ہے؟

شیطان کی عام اور خاص دشمنی:

اے علم و عبادت کے لئے کوشاں بندے! عام لوگوں کے ساتھ اس کی دشمنی عام ہے مگر تمہارے ساتھ اس کی دشمنی خاص ہے اور تمہارا معاملہ اس کے لئے بہت اہم ہے اور تمہارے خلاف اس کے مددگار بھی بہت ہیں، جن میں سے مضبوط ترین خود تمہارا نفس اور تمہاری خواہش ہے۔ اس کے علاوہ اس کے پاس بہت سے ایسے اسباب و ذرائع اور دروازے ہیں جن سے تو غافل ہے۔

شیطان سے جنگ کا طریقہ:

شیطان پر غلبے کے لئے اُس سے تمہاری جنگ کا طریقہ یہ ہے کہ تم شیطان کے شر سے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی پناہ مانگو، اس پر قائم رہ کر شیطان کے ساتھ جہاد کرو اور اس کی تردید و مخالفت کرتے رہو تا کہ تمہیں جہاد، صبر، صفائی اور شہادت میں سے حصہ نصیب ہو جائے جیسا کہ کفار کے خلاف جہاد کرتے ہوئے یہ سب نصیب ہوتا ہے۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے:

وَ لِیَعْلَمَ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ یَتَّخِذَ مِنْكُمْ شُهَدَآءَ ؕ (پ۴، اٰل عمرٰن: ۱۴۰)

ترجمۂ کنزالایمان: اور اس لیے کہ **اللہ** پہچان کرا دے ایمان والوں کی اور تم میں سے کچھ لوگوں کو شہادت کا مرتبہ دے۔

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَ لَمَّا یَعْلَمِ اللّٰهُ الَّذِیْنَ جٰهَدُوْا مِنْكُمْ وَ یَعْلَمَ الصّٰبِرِیْنَ ﴿۱۴۲﴾ (پ۴، اٰل عمرٰن: ۱۴۲)

ترجمۂ کنزالایمان: کیا اس گمان میں ہو کہ جنت میں چلے جاؤ گے اور ابھی **اللہ** نے تمہارے غازیوں کا امتحان نہ لیا اور نہ صبر والوں کی آزمائش کی۔

ضروری ہے کہ تم شیطان کے مکر و فریب اور حیلے بہانوں سے باخبر رہو، اب وہ تم پر جرأت نہیں کرسکے گا جیسے چور کو اگر معلوم ہو جائے کہ گھر والے نے اسے محسوس کر لیا ہے تو وہ بھاگ جاتا ہے۔ یہ بھی ضروری ہے کہ اُس کے بلانے کو کوئی حیثیت نہ دو اور اُس کا خیال دل میں لاؤ نہ اس کا پیچھا کرو کیونکہ شیطان تو بھونکنے والے کتے کی طرح ہے اگر تم اس کی طرف بڑھو گے تو وہ بھونکتا رہے گا اور تم پر حملہ کرے گا اور اگر اس سے منہ موڑ لو گے تو خاموش ہو جائے گا اور یہ بھی لازمی ہے کہ اپنے دل اور زبان کو مسلسل **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے ذکر سے معمور رکھو کیونکہ حضور نبی پاک صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”**اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا ذکر شیطان کے لئے اتنا تکلیف دہ ہے جتنا انسان کے لئے مرض آکلہ[1]۔“[2]

شیطان کی فریب کاریوں سے آگاہی کے لئے تمہیں یہ معلوم ہونا چاہیے کہ شیطان کے پاس تیروں کی مانند وسوسے ہیں جن کی پہچان آگے بیان ہونے والے قلبی خیالات

1... عضو کو ختم کرنے والا خارشی مرض۔

2... بریقة محمودية، التاسع من الستين المذمومة الرياء، المبحث السادس، ۲/۱۷۰
تاریخ اصبهان، ۲/۳۷، عبد الله بن احمد بن محمد التميمي، رقم: ۱۰۰۹، عن كعب

وخطرات اور ان کی اقسام جاننے کے بعد ہو جائے گی اور یہ کہ شیطان کے پاس جال کی طرح حیلے بہانے ہیں جنہیں وہ شکار کے لئے نصب کرتا ہے اور یہ بھی شیطان کی مکاریوں، ان کی جگہوں اور راستوں کی پہچان کے بعد واضح ہو جائیں گے۔

قلبی خیالات وخطرات کا بیان

مُلْہِم، وسواس اور خواہش:

خواطر یعنی دل میں آنے والے خیالات کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ انسان کے دل پر ایک فرشتہ مقرر کرتا ہے جو اسے بھلائی کی دعوت دیتا ہے، اسے مُلْہِم اور اس کی دعوت کو الہام کہا جاتا ہے اور اس فرشتے کے مقابلے میں ایک شیطان مُسلَّط کیا جاتا ہے جو بُرائی کی طرف بلاتا ہے، اسے وسواس اور اس کی دعوت کو وسوسہ کہا جاتا ہے۔ ملہم بھلائی کی طرف بلاتا ہے جبکہ وسواس بُرائی کی طرف یا بڑی نیکی سے روکنے کے لئے چھوٹی نیکی کی طرف یا کسی بڑے گناہ میں مبتلا کرنے والی کسی بھلائی کی طرف بلاتا ہے اور وہ بھلائی اُس بڑے شر جیسے خود پسندی وغیرہ کا بدل نہیں بن پاتی۔ اس کے ساتھ ساتھ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے انسان کی بنیاد میں ایسی طبیعت رکھی ہے جو خواہشات ولذات کی طرف مائل ہوتی ہے خواہ وہ اچھی ہوں یا بری، اس چیز کا نام خواہشِ نفس ہے جو انسان کو آفات میں مبتلا کر دیتی ہے۔ معلوم ہوا کہ یہ تین ہیں یعنی ملہم، وسواس اور خواہشِ نفس جو انسان کو مختلف باتوں کی طرف بلاتے ہیں۔

قلبی خیالات کی چار اقسام:

بندے کے دل میں پیدا ہونے والے خواطر یعنی خیالات ایسے آثار ہیں جو اسے کسی کام کے کرنے یا نہ کرنے پر اُبھارتے ہیں۔ ان کی چار اقسام ہیں:

پہلی قسم: وہ خیال جو ابتِداءً اللہ عَزَّوَجَلَّ کی جانب سے بندے کے دل میں پیدا ہو اسے

صرف خیال کہتے ہیں۔

دوسری قسم: وہ خیال جو انسانی طبیعت کے موافق دل میں پیدا ہو اُسے خواہشِ نفس کہا جاتا ہے۔

تیسری قسم: وہ خیال جو مُلْہِم (فرشتے) کی دعوت کے بعد دل میں پیدا ہو اُسے الہام کہتے ہیں۔

چوتھی قسم: وہ خیال جو شیطان کی دعوت کے بعد دل میں پیدا ہو اُسے وسوسہ کہا جاتا ہے۔

شیطانی خیالات اس کی دعوت کے وقت پیدا ہوتے ہیں اور شیطان ان کا سبب ہوتا ہے ورنہ حقیقت میں ہر چیز کا پیدا کرنے والا اللہ عَزَّوَجَلَّ ہی ہے۔ یہ بھی معلوم ہونا چاہیے کہ جو خیال ابتدا میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کی جانب سے ہوتا ہے وہ کبھی اکرام وعزت کے لئے بھلائی پر مشتمل ہوتا ہے اور کبھی امتحان کی خاطر ایسا نہیں ہوتا۔ البتہ ملہم کی جانب سے دل میں آنے والا خیال نیک ہی ہوتا ہے کیونکہ اسے نصیحت اور ہدایت ہی کے لئے مقرر کیا گیا ہے اور جو شیطان کی طرف سے ہوتا ہے وہ شر، گمراہی اور دھوکا ہی ہوتا ہے جبکہ خواہشِ نفس کی جانب سے پیدا ہونے والا خیال بھی برا ہوتا ہے۔

کون سا خیال اچھا اور کون سا بُرا ہے؟

اے بندے! تمہیں جو بھی خیال آئے اسے شریعت پر پیش کرو، اگر وہ شریعت کی کسی بھلائی سے موافق ہو تو اچھا ہے اور اگر اس کے خلاف ہو تو بُرا ہے۔ اگر یہاں سے واضح نہ ہو تو بُزرگانِ دین کی سیرت پر پیش کرو کہ اگر اسے عملی جامہ پہنانے میں ان کی پیروی ہو تو وہ اچھا ہے اور اگر ان کے عمل کے خلاف ہو تو بُرا ہے۔ اگر پھر بھی معاملہ واضح نہ ہو تو اسے اپنے نفس وخواہش پر پیش کرو، اگر نفس اُسے کسی خوف وڈر کے بجائے طبعی نفرت کے لحاظ سے ناپسند کرے تو سمجھو وہ اچھا ہے اور اگر نفس اس کی طرف اللہ عَزَّوَجَلَّ سے کوئی امید یا کسی

رغبت کے بجائے طبعی و فطری طور پر مائل ہو تو وہ بُرا ہے کیونکہ نفس فطرتی طور پر برائی ہی کا حکم دیتا ہے اور اپنی اصل کے لحاظ سے بھلائی کی طرف مائل نہیں ہوتا۔ پھر اگر دل میں پیدا ہونے والا خیال مضبوط اور راسخ ہو تو وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ یا خواہشِ نفس کی جانب سے ہے اور اگر اس میں شک واضطراب ہو تو وہ شیطان کی طرف سے ہے۔

خواہش چیتا اور شیطان بھیڑیا:

ایک بزرگ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے فرمایا: نفسانی خواہش چیتے کی مانند ہے کہ جب تک اسے سخت شکست نہ دی جائے اور اس کے ساتھ شدّت کا معاملہ نہ کیا جائے مغلوب و مرعوب نہیں ہوتا یا پھر اس خارجی[1] کی طرح ہے جو باطل دینی جذبہ سے لڑتا ہے اور قتل

[1]...خوارج: جنھوں نے سب میں پہلے حضرت امیر المؤمنین مَوْلَی الْمُسْلِمِیْن سیّدُنا مولیٰ علی کَرَّمَ اللّٰہُ وَجْہَہٗ پر خروج کیا اور اَسَدُ اللّٰہِ الْقَھَّار کا فر شکار (کافروں کا شکار کرنے والے) سے دار البوار (جہنم) کا رستہ لیا جن کی نسبت حدیث میں آیا کہ وہ قیامت تک منقطع نہ ہوں گے۔ جب ان کا ایک گروہ ہلاک ہو گا دوسرا سر اٹھائے گا یہاں تک کہ ان کا پچھلا طائفہ دجال لعین کے ساتھ نکلے گا بموجب اس وعدہ صادقہ کے یہ قوم مغضوب ہمیشہ فتنے اٹھائے گی، تیرہ صدی کے شروع میں اس نے دیارِ نجد سے خروج کیا اور بنام نجدیہ مشہور ہوئی جن کا پیشوا نجدی تھا اسی کا مذہب میاں اسمعیل دہلوی نے قبول کیا اور اس کی کتاب کا ترجمہ بنام تقویۃُ الایمان کہ حقیقۃً تفویۃُ الایمان ہے ان دیار میں پھیلایا اور بلحاظ مُعلِّمِ اوّل وہابیہ و بنظر مُعَلِّمِ ثانی اِسْمٰعِیْلِیہ لقب پایا اس طائفہ کا ہمیشہ سے یہی مذہب رہا ہے کہ دنیا میں وہی موحد و مسلم ہیں باقی سب مَعَاذَ اللہ کافر۔ ردُّ المحتار میں ہے: اصحاب رسول صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو مَعَاذَ اللہ کافر کہنا کچھ خارجیوں کے لئے ضروری نہیں بلکہ خاص یہ ان خارجیوں کا بیان حال ہے جنھوں نے ہمارے آقا مولیٰ علی کَرَّمَ اللّٰہُ وَجْہَہٗ پر خروج کیا تھا خارجی ہونے کو اتنا کافی ہے کہ جن پر خروج کریں انھیں اپنے عقیدے میں کافر جانیں۔ بزازیہ میں ہے: خارجیوں کو کافر کہنا واجب ہے اس بناء پر کہ وہ اپنے سوا تمام امت کو کافر کہتے ہیں۔ (فتاویٰ رضویہ، ۱۵/ ۲۳۴ ملتقطا) ان کے بہت سے عقائد اسلام کے خلاف ہیں جن میں سے ایک یہ بھی ہے کہ ”گناہِ صغیرہ یا کبیرہ کا مرتکب مسلمان نہیں رہتا۔“

(شرح العقائد النسفیۃ، ص: ۲۵۳)

ہونے تک پیچھے نہیں ہٹتا اور شیطان بھیڑیے کی مانند ہے اگر تم اسے ایک جانب سے روکو گے تو دوسری طرف سے آگھسے گا۔

اگر وہ خیال کوئی گناہ ہونے کے بعد دل میں آئے تو وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے ہے تاکہ اُس گناہ کی بُرائی سے نفرت اور سزا کا احساس دلایا جائے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

كَلَّا بَلْ ٚ رَانَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿۱۴﴾ (پ۳۰، المطففین: ۱۴)

ترجمۂ کنزالایمان: کوئی نہیں بلکہ ان کے دلوں پر زنگ چڑھا دیا ہے ان کی کمائیوں نے۔

کیونکہ گناہ دل کی سختی کی طرف لے جاتے ہیں، اس میں پہلے خیال آتا ہے پھر سختی اور زنگ چڑھتا ہے۔

پھر اگر خیالِ شر گناہ کے بعد نہ آئے بلکہ ابتدائی طور پر ہو تو جان لو کہ وہ شیطان کی جانب سے ہے کیونکہ شیطان بُرائی کی دعوت سے ہی ابتدا کرتا ہے اور ہر حال میں بندے کو پھانسنا چاہتا ہے اور اگر وہ بُرا خیال اللہ عَزَّوَجَلَّ کا ذکر کرنے کے باوجود کمزور ہوتا ہے نہ گھٹتا ہے تو خواہش نفس کی جانب سے ہے اور اگر ذکر سے کمزور پڑتا ہے تو شیطان کی طرف سے ہے کیونکہ حدیث مبارک میں آیا ہے: شیطان آدمی کے دل سے چمٹا رہتا ہے جب وہ اللہ کا ذکر کرتا ہے تو شیطان ہٹ جاتا ہے اور جب انسان غافل ہوتا ہے تو وہ وسوسے ڈالتا ہے۔"[1] لہٰذا تم بُرے خیالات ڈالنے والے خَنَّاس (شیطان) سے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی پناہ مانگو۔

بھلائی کی طرف بُلانے والا:

دل میں پیدا ہونے والے اچھے خیال کی پہچان یوں بھی ہوتی ہے کہ اگر وہ خیال مضبوط

[1] ...مصنف ابن ابی شیبة، کتاب الزھد، کلام ابن عباس، ۸/ ۱۹۶، حدیث: ۵
شعب الایمان، باب فی محبة اللہ، ۱/ ۴۰۲، حدیث: ۵۴۰

ہو تو اللہ عَزَّوَجَلَّ کی جانب سے ہوتا ہے اور اگر اُس میں تردد ہو تو فرشتے کی جانب سے ہوتا ہے کیونکہ وہ نصیحت کرنے والا ہے جو ہر جگہ تمہارے ساتھ جاتا ہے اور تمہیں ہر بھلائی کی طرف بلاتا ہے یہ امید کرتے ہوئے کہ تم بھلائی قبول کرو گے اور اس میں رغبت کرو گے۔ یونہی جب تم اللہ عَزَّوَجَلَّ کی عبادت میں کوشش کرو تو اس کے بعد پیدا ہونے والا نیک خیال بھی مِنْ جانبِ اللہ ہوتا ہے کیونکہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

وَالَّذِیْنَ جَاهَدُوْا فِیْنَا لَنَهْدِیَنَّهُمْ سُبُلَنَاؕ (پ۲۱، العنکبوت: ۶۹)

ترجمۂ کنزالایمان: اور جنھوں نے ہماری راہ میں کوشش کی ضرور ہم انھیں اپنے راستے دکھادیں گے۔

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

وَالَّذِیْنَ اهْتَدَوْا زَادَهُمْ هُدًى (پ۲۶، محمد: ۱۷)

ترجمۂ کنزالایمان: اور جنھوں نے راہ پائی اللہ نے ان کی ہدایت اور زیادہ فرمائی۔

اور اگر وہ نیک خیال ابتداءً پیدا ہو تو زیادہ تر فرشتے کی جانب سے ہوتا ہے، پھر اگر وہ نیک خیال باطنی اصول واعمال کے متعلق ہو تو اللہ عَزَّوَجَلَّ کی جانب سے ہو گا اور اگر ظاہری فروعی اعمال کے متعلق ہو تو اکثر اوقات فرشتے کی جانب سے ہو گا کیونکہ بیشتر علما کے نزدیک فرشتہ بندے کے باطنی امور سے آگاہ نہیں۔

اچھے خیال سے شیطانی دھوکا:

شیطان کی طرف سے گناہ میں مبتلا کرنے کے لئے بطور دھوکا ڈالے جانے والے نیک خیال کی نشانی یہ ہے کہ تم غور کرو اگر اس پر عمل کرنے میں دل میں نشاط یعنی چستی ہو خوف وخشیت نہ ہو، جلد بازی ہو صبر و تحمل نہ ہو، بے خوفی وامن ہو خوف نہ ہو، آخرت پر نظر نہ ہو اور بے بصیرتی ہو تو وہ شیطان کی طرف سے ہے لہٰذا اس سے بچو اور اگر اس نیک خیال

پر عمل کرنے میں خوف و خشیت، صبر و تحمل اور آخرت پر نظر ہو تو وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ یا فرشتے کی جانب سے ہو گا۔

نشاط سے مراد یہ ہے کہ انسان بے بصیرتی اور انجام سے غافل ہو کر کسی فعل کو کرنے میں خود کو ہلکا پھلکا محسوس کرے۔ رہا جلد بازی نہ کرنا تو یہ پسندیدہ ہے مگر چند کاموں میں جلدی پسندیدہ ہے جیسے بالغ لڑکی کی شادی کرنا، قرض ادا کرنا، میت کی تجہیز و تکفین کرنا، مہمان کی مہمان نوازی کرنا اور گناہ سے توبہ کرنا۔ خوف سے مراد یہ ہے کہ دل میں یہ ڈر ہو کہ شاید میں نیک خیال پر اچھی طرح عمل کر سکوں گا یا نہیں اور پتا نہیں کہ یہ بارگاہِ الٰہی میں قبول ہو یا نہ ہو؟ پس دل میں آنے والے خیالات میں نظر کرنے کا یہی طریقہ ہے۔ تم اپنے اَقوال واَفعال کا محاسبہ کرو تاکہ تمہیں ان کے درمیان فرق معلوم ہو جائے کیونکہ یہ انتہائی عمدہ علوم اور بہترین راز ہیں اور اللہ عَزَّوَجَلَّ ہی توفیق دینے والا ہے۔

تابڑ توڑ شیطانی حملوں کا دفاع:

شیطان کے مکر و فریب اور دھوکوں میں سے یہ بھی ہے کہ وہ بندے کو عبادت سے روکتا ہے، اگر اللہ عَزَّوَجَلَّ اُسے الہام فرمائے تو وہ شیطان کو یہ کہہ کر دور کرے گا: مجھے عبادت کی شدید حاجت ہے کیونکہ مجھے اس فانی دنیا سے باقی رہنے والی آخرت کے لئے زادِ راہ جمع کرنا ہے۔

پھر شیطان اسے عمل کو ٹالنے کا کہتا ہے پس اگر اللہ عَزَّوَجَلَّ اُسے بچانا چاہے گا تو وہ شیطان سے کہے گا: میری موت میرے قبضے میں نہیں ہے کہ میں آج کا کام کل پر چھوڑ دوں پھر جو کام کل ہو گا وہ کب کروں گا کیونکہ ہر دن نیا کام ہوتا ہے۔

اب شیطان اُسے جلد بازی کی دعوت دیتے ہوئے کہتا ہے: جلدی کر جلدی کر تاکہ تو فلاں فلاں کام کے لئے فارغ ہو جائے۔

اگر اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اُسے بچانا ہوا تو وہ شیطان سے کہے گا: اطمینان وسکون کے ساتھ تھوڑا عمل نقصان کے ساتھ زیادہ عمل سے بہتر ہے۔ پھر وہ اُسے لوگوں کو دکھانے کے لئے عمل پر اُبھارتا ہے، اگر اُسے الہامِ ربانی ہو تو وہ اُس کارد کرتے ہوئے کہے گا: میں لوگوں کو دکھانے کے لئے عمل کیوں کروں کیا اللہ عَزَّوَجَلَّ کا دیکھنا میرے لیے کافی نہیں ہے؟

اب شیطان اُسے خود پسندی میں مبتلا کرنے کے لئے کہتا ہے: تم تو بہت عظمت والے اور شب بیدار ہو۔

اگر اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اُسے بچایا تو وہ اُس سے کہے گا: اس میں میرا کوئی کمال نہیں یہ تو اللہ عَزَّوَجَلَّ کا احسان ہے کہ اس نے مجھے چُن لیا اور توفیق بخشی اور میرے عمل کو اپنے فَضل سے عظیم کیا، اس کا فضل نہ ہوتا تو میری نافرمانی کے باوجود اُس کی مجھ پر نعمت کے مقابلے میں اس عمل کی کیا حیثیت ہے۔

اب شیطان سب سے زیادہ خطرناک وار کرتا ہے، اسے وہی سمجھ سکتا ہے جو پوری طرح ہوشیار ہو پس وہ بندے سے کہتا ہے: تم چُھپ کر عمل کرتے رہو اللہ عَزَّوَجَلَّ اسے لوگوں میں مشہور کر دے گا۔ یوں بندے کا عمل مشکوک ہو جاتا ہے اور یہاں شیطان کا مقصد ریاکاری میں مبتلا کرنا ہوتا ہے۔

اگر اس وقت اللہ عَزَّوَجَلَّ اُسے بچائے تو وہ شیطان سے کہتا ہے: او لعنتی! پہلے تو میرے عمل میں فساد ڈالنے کی کوشش کرتا رہا اور اب مجھے مخلص ہونے کا کہہ کر وار کرتا ہے، سن! میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کا بندہ ہوں اور وہ میرا مالک، اس کی مرضی میرے عمل کو ظاہر کرے یا پوشیدہ رکھے اور اس کی مرضی وہ مجھے عزت دے یا حقیر کرے اور میرا معاملہ اُسی کے سپرد

ہے، مجھے اس کی کوئی پروا نہیں کہ وہ اسے لوگوں میں ظاہر فرماتا ہے یا نہیں کیونکہ لوگوں کے ہاتھ میں کچھ نہیں ہے۔

پھر شیطان اس پر ایک اور حملہ یہ کہتے ہوئے کرتا ہے کہ تجھے عمل کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے کیونکہ اگر تو خوش بخت پیدا کیا گیا ہے تو عمل نہ کرنا تجھے کوئی نقصان نہیں دے گا اور اگر تو بد بخت پیدا کیا گیا ہے تو عمل کرنا تجھے کوئی فائدہ نہیں دے گا۔

اس موقع پر اگر اللہ عَزَّوَجَلَّ اسے الہام فرمائے تو وہ اُس سے کہے گا: میں بندہ ہوں اور بندے پر لازم ہے کہ وہ بندگی کا حق ادا کرتے ہوئے اپنے مالک و مولیٰ کے حکم پر عمل کرے اور رب عَزَّوَجَلَّ اپنی ربوبیت کو بہتر جانتا ہے وہ جو چاہے حکم دے اور جو چاہے کرے اور میں جیسا بھی ہوں اللہ عَزَّوَجَلَّ مجھے میرے عمل کا فائدہ دے گا کیونکہ اگر میں خوش بخت ہوں تو زیادہ ثواب کی خاطر عمل کا محتاج ہوں اور اگر بد بخت ہوں تو پھر بھی عمل کا محتاج ہوں تاکہ ترکِ عبادت پر خود کو ملامت نہ کروں۔ پھر یہ بات تو طے ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ عبادت واطاعت پر میری کبھی پکڑ نہیں فرمائے گا اور نہ ہی مجھے یہ نقصان دے گا کہ مجھے جہنم میں ڈالا جائے اور میں فرماں بردار ہوں کیونکہ مجھے نافرمان ہو کر جہنم میں داخل ہونے سے یہ زیادہ پسند ہے۔ ایسا کیونکر ہو سکتا ہے حالانکہ اس کا وعدہ حق اور قول سچا ہے اور بے شک اس نے عبادت پر ثواب کا وعدہ فرمایا ہے تو جو شخص ایمان و عبادت کے ساتھ اللہ عَزَّوَجَلَّ سے ملے گا وہ ہرگز جہنم میں نہیں ڈالا جائے گا اور بندہ اپنے اعمال کی بدولت جنت کا مستحق نہ ہو گا بلکہ ربّ عَزَّوَجَلَّ کے سچے وعدے کے طفیل جنت میں جائے گا، اسی وجہ سے اللہ عَزَّوَجَلَّ نے خوش بختوں کے اس قول کو بیان فرمایا:

قَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ صَدَقَنَا   ترجمۂ کنزالایمان: وہ کہیں گے سب خوبیاں اللہ

وَعۡدَهٗ (پ۲۴، الزمر: ۷۴) کو جس نے اپنا وعدہ ہم سے سچا کیا۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ تم پر رحم فرمائے! جاگ جاؤ اور تمام افعال واحوال کو بیان کردہ صورتوں پر قیاس کرو اور اللہ عَزَّوَجَلَّ سے مدد اور اس کی پناہ مانگو کیونکہ معاملہ اسی کے قبضے میں ہے اور توفیق بھی اسی کی جانب سے ہے اور نیکی کرنے اور گناہ سے بچنے کی طاقت بلند وبرتر اللہ عَزَّوَجَلَّ ہی کی جانب سے ہے۔

چوتھی رکاوٹ: نفس

تم پر لازم ہے کہ بُرائی کا حکم دینے والے نفس سے بھی بچو۔ یہ سب سے زیادہ نقصان دہ دشمن ہے اور اس کی آفت بھی بہت سخت ہے، اس کا علاج سب سے مشکل ہے، اس کی بیماری انتہائی خطرناک اور دوا انتہائی دشوار ہے۔ اس لئے کہ یہ اندر کا چور ہے اور جو گھر کے اندر کا چور ہو اس سے بچنا مشکل اور اس کا نقصان زیادہ ہوتا ہے اور نفس انسان کا محبوب بھی ہوتا ہے اور محبوب کے معاملے میں انسان ویسے ہی اندھا ہوتا ہے کیونکہ محب کو محبوب کے عیوب نظر نہیں آتے لہٰذا جب انسان اپنے ہر عیب کو خوبی سمجھنے لگے اور اپنے دشمن اور خود کو نقصان پہنچانے والے عیبوں کو جاننے کی کوشش نہ کرے تو وہ اسے ذلت وہلاکت میں ڈال دیتے ہیں۔

نفس کی کارستانیاں:

اے بندے! اگر تم غور کرو گے تو تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ مخلوق کی ابتدا سے قیامت تک جو بھی ذلت ورُسوائی، ہلاکت وبربادی اور فتنہ وفساد ہے اس کا سبب نفس ہی ہے جن میں کچھ تو اکیلے نفس نے کیا اور کچھ اس کے تعاون، شرکت اور کوشش سے ہوا۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی سب سے پہلی نافرمانی ابلیس نے کی، تقدیر کی سبقت کے بعد اس کے تکبُّر کا سبب بھی خواہشِ نفس ہی تھی جس نے اسے 80 ہزار سال عبادت کرنے کے باوجود گمراہی کے

سمندر میں ڈال دیا اور وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے غرق ہو گیا۔ دیکھو! اس کی نافرمانی کے وقت دنیا تھی نہ مخلوق اور نہ ہی شیطان بلکہ اکیلا نفس ہی تھا جس نے اسے تکبر میں مبتلا کیا اور اُس نے وہ کیا جو کیا۔

نفس نہ ہوتا تو سلامتی رہتی:

حضرت سیِّدُنا آدم و حوا عَلَیْہِمَا السَّلَام سے جو لغزش ہوئی اس میں انہیں خواہش ہی نے ڈالا حتّٰی کہ شیطان کے کہنے سے وہ بے صاف و بے خبری کے معاملے میں پڑ گئے اور انہوں نے اس ممنوعہ درخت (گندم یا انگور) سے کھالیا جس کے سبب جوارِ الٰہی اور جنتی ٹھکانے سے علیٰحدہ ہو کر اس فانی و حقیر، کھوٹی اور ہلاکت خیز دنیا کی طرف اُتار دیئے گئے پھر ہابیل و قابیل کا واقعہ ہی دیکھ لو اس میں بھی حسد سبب بنا تھا (کہ قابیل نے حسد کے سبب اپنے بھائی حضرت ہابیل رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کو قتل کر دیا) یونہی آگے چلتے جاؤ تو قیامت تک مخلوق میں تم جو بھی فتنہ و آزمائش، گمراہی، گناہ اور ذِلّت و رُسوائی دیکھو گے اس کا سبب نفس اور اس کی خواہش ہی نظر آئے گی۔ اگر یہ نفس نہ ہوتا تو مخلوق سلامتی اور خیر میں ہی رہتی۔ جب یہ دشمن اس قدر نقصان پہنچانے والا ہے تو عقلمند پر لازم ہے کہ اس سے بچاؤ کا اہتمام کرے۔ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ ہی اپنے فضل و کرم سے توفیق و ہدایت دینے والا ہے۔

نفس گدھے کی طرح ہے:

نفس کے بُرا ہونے کے لئے تمہیں یہی کافی ہے جو تم اس کے حالات، اس کے بُرے ارادے اور خلافِ شرع اُمور اختیار کرنے کا مشاہدہ کر رہے ہو۔ یہ شہوت کی حالت میں چوپایہ، غصے کی حالت میں درندہ اور مصیبت کے وقت بچہ بن جاتا ہے، آرام و آرائش کے وقت وہ تمہیں فرعون لگے گا، بھوک کے وقت پاگل اور سیر ہو تو سرکش بن جاتا ہے، اگر تم اسے سیر

کروگے تو خوش ہوگا اور سرکشی کرے گا اور اگر بھوکا رکھو گے تو چیخے چلائے گا، یہ بالکل گدھے کی طرح ہے کہ اگر اس کا پیٹ بھر دو تو لوگوں کو روندتا ہے اور اگر بھوکا ہو تو رینکتا ہے۔

نفس کو تقویٰ کی لگام دو:

اگر تم نفس کو بڑے سے بڑا واسطہ دو، اس پر موت، قبر اور جنت و دوزخ پیش کرو تب بھی وہ اپنی خواہش سے باز نہیں آئے گا، پھر اگر تم اسے ایک روٹی سے روکو تاکہ وہ پُر سکون ہو جائے اور اپنی خواہش کو چھوڑ دے تو تمہیں اس کی کمینگی اور جہالت کا پتا چل جائے گا۔ لہٰذا تم اس سے ہرگز غافل مت ہونا کیونکہ وہ بُرائی کا حکم دیتا ہے اور ایک بات یہ بھی ہے کہ وہ تمہارے دونوں پہلوؤں کے درمیان ہے، نہ تم اسے ہلاک کر سکتے ہو نہ مکمل طور پر خود سے جُدا کر سکتے ہو اور نہ ہی اس کی طرف سے پہنچنے والے نقصان پر صبر کر سکتے ہو لہٰذا تمہیں شدید علاج اور باریک بینی کی ضرورت ہے یوں کہ تم اسے تقویٰ و ورع کی لگام دو اور اسے شہوات سے روکو حتّٰی کہ وہ عاجز ہو جائے اور اسے لگام پڑ جائے، کیونکہ اَڑیل چوپائے کو جب قید کرکے چارا کم دیا جائے تو وہ نرم ہو جاتا ہے۔ پھر تم نفس پر عبادات کا بوجھ ڈالو کیونکہ جب گدھے پر بوجھ بڑھا دیا جائے اور ساتھ ہی اسے چارا بھی تھوڑا دیا جائے تو وہ اپنی شیخی چھوڑ کر قابو میں آجاتا ہے۔

نیز تم پر لازم ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ سے مدد طلب کرو اور اس کی بارگاہ میں التجا کرو کہ وہ نفس کے خلاف تمہاری مدد فرمائے۔ ورنہ اس کے سوا کوئی بچانے والا نہیں کیونکہ اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے:

اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَةٌۢ بِالسُّوْٓءِ اِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّیْؕ (پ۱۳، یوسف: ۵۳)

ترجمۂ کنز الایمان: بے شک نفس تو برائی کا بڑا حکم دینے والا ہے مگر جس پر میرا رب رحم کرے۔

جب تم ان باتوں پر ہمیشگی اختیار کروگے تو اللہ عَزَّوَجَلَّ کے حکم سے سرکش نفس تمہارے تابع ہو جائے گا اور تم اس پر قابو پا کر اس کے شر سے محفوظ ہو جاؤ گے۔

تقویٰ کی فضیلت واہمیت:

جان لو کہ تقویٰ ایک محبوب خزانہ، عزت والی عطا، بڑی غنیمت اور عظیم ملکیت ہے۔ قرآن مجید میں غور کرو کہ کہیں تقویٰ میں خیر وبرکت کو جمع کرنے کا ذکر ہے، کہیں اس پر عظیم ثواب کی بشارت ہے اور کہیں خوش بختی وسعادت مندی کو اس سے جوڑا گیا ہے۔ چنانچہ فرامینِ باری تعالیٰ ہیں:

تقویٰ سے متعلق 12 فرامینِ باری تعالیٰ:

﴿1﴾...

وَ اِنْ تَصْبِرُوْا وَ تَتَّقُوْا فَاِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ ﴿۱۸۶﴾ (پ۴، اٰل عمرٰن: ۱۸۶)

ترجمۂ کنزالایمان: اور اگر تم صبر کرو اور بچتے رہو تو یہ بڑی ہمت کا کام ہے۔

﴿2﴾...

وَ اِنْ تَصْبِرُوْا وَ تَتَّقُوْا لَا یَضُرُّكُمْ كَیْدُهُمْ شَیْــٴًـا ؕ (پ۴، اٰل عمرٰن: ۱۲۰)

ترجمۂ کنزالایمان: اور اگر تم صبر اور پرہیز گاری کیے رہو تو ان کا داؤں تمہارا کچھ نہ بگاڑے گا۔

﴿3﴾...

اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا (پ۱۴، النحل: ۱۲۸)

ترجمۂ کنزالایمان: بے شک اللہ ان کے ساتھ ہے جو ڈرتے ہیں۔

﴿4﴾...

وَ مَنْ یَّتَّقِ اللّٰهَ یَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا ۙ﴿۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور جو اللہ سے ڈرے اللہ اس

وَّيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ ؕ (پ۲۸، الطلاق: ۲، ۳)

کے لیے نجات کی راہ نکال دے گا اور اسے وہاں سے روزی دے گا جہاں اس کا گمان نہ ہو۔

...﴿5﴾

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِيْدًا ۙ﴿۷۰﴾ يُّصْلِحْ لَكُمْ اَعْمَالَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ؕ (پ۲۲، الاحزاب: ۷۰، ۷۱)

ترجمۂ کنزالایمان: اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور سیدھی بات کہو تمہارے اعمال تمہارے لیے سنوار دے گا اور تمہارے گناہ بخش دے گا۔

...﴿6﴾

اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِيْنَ ﴿۷﴾ (پ۱۰، التوبۃ: ۷)

ترجمۂ کنزالایمان: بے شک پرہیز گار اللہ کو خوش آتے ہیں۔

...﴿7﴾

اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ ؕ (پ۲۶، الحجرات: ۱۳)

ترجمۂ کنزالایمان: بے شک اللہ کے یہاں تم میں زیادہ عزت والا وہ جو تم میں زیادہ پرہیز گار ہے۔

...﴿8﴾

الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ ﴿ؕ۶۳﴾ لَهُمُ الْبُشْرٰى فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ ؕ (پ۱۱، یونس: ۶۳، ۶۴)

ترجمۂ کنزالایمان: وہ جو ایمان لائے اور پرہیز گاری کرتے ہیں انھیں خوشخبری ہے دنیا کی زندگی میں اور آخرت میں۔

...﴿9﴾

ثُمَّ نُنَجِّي الَّذِيْنَ اتَّقَوْا (پ۱۶، مریم: ۷۲)

ترجمۂ کنزالایمان: پھر ہم ڈر والوں کو بچالیں گے۔

﴿10﴾...

وَ سَيُجَنَّبُهَا الْاَتْقَى ﴿۱۷﴾ (پ۳۰، الیل: ۱۷)

ترجمۂ کنزالایمان: اور بہت جلد اس سے دُور رکھا جائے گا جو سب سے بڑا پرہیز گار۔

﴿11﴾...

وَسَارِعُوْۤا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَ جَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمٰوٰتُ وَ الْاَرْضُۙ اُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِيْنَ ﴿۱۳۳﴾ (پ۴، ال عمران: ۱۳۳)

ترجمۂ کنزالایمان: اور دوڑو اپنے رب کی بخشش اور ایسی جنت کی طرف جس کی چوڑان میں سب آسمان وزمین آجائیں پرہیز گاروں کے لیے تیار رکھی ہے۔

﴿12﴾...

اِنَّمَا يَتَقَبَّلُ اللّٰهُ مِنَ الْمُتَّقِيْنَ ﴿۲۷﴾ (پ۶، المآئدۃ: ۲۷)

ترجمۂ کنزالایمان: **اللہ** اسی سے قبول کرتا ہے جسے ڈر ہے۔

اے بندے! اگر تم **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی عبادت کرنا چاہتے ہو بلکہ دنیاو آخرت کی سعادت سے سرفراز ہونا چاہتے ہو تو تمہیں تقوٰی اختیار کرنا ضروری ہے۔ ایک شخص نے اپنے شیخ سے عرض کی کہ مجھے کوئی نصیحت کیجئے۔ فرمایا: میں تمہیں وہ نصیحت کرتا ہوں جو **اللہ** ربّ العالمین نے تمام اگلوں پچھلوں کو فرمائی ہے۔ وہ ارشاد فرماتا ہے:

وَ لَقَدْ وَصَّيْنَا الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَ اِيَّاكُمْ اَنِ اتَّقُوا اللّٰهَؕ (پ۵، النسآء: ۱۳۱)

ترجمۂ کنزالایمان: اور بے شک تاکید فرمادی ہے ہم نے ان سے جو تم سے پہلے کتاب دیئے گئے اور تم کو کہ **اللہ** سے ڈرتے رہو۔

اور **اللہ** عَزَّوَجَلَّ سب سے زیادہ نصیحت کرنے اور اپنے بندوں پر سب سے زیادہ مہربانی و رحم کرنے والا ہے، اگر تقوٰی سے بڑھ کر کوئی صفت و خصلت ہوتی تو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ ضرور

انہیں اس کی نصیحت فرماتا کیونکہ اس کی کمالِ حکمت ووُسعَتِ رحمت کا یہی تقاضا ہے۔ جب اس نے اولین وآخرین کو تقوٰی کی نصیحت فرمائی ہے تو معلوم ہوا کہ اس انتہا سے آگے بڑھا جاسکتا ہے نہ اس سے کم پر انحصار کیا جاسکتا ہے۔

تقوٰی کی وضاحت:

کبھی تقوٰی کفر سے بچنے کو کہتے ہیں، کبھی گناہ سے اجتناب پر اس کا اطلاق ہوتا ہے اور کبھی **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے سوا ہر چیز سے منہ موڑ لینے کو تقوٰی کہا جاتا ہے مگر یہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے خاصُ الخاص بندوں کا تقوٰی ہوتا ہے۔ بعض علما فرماتے ہیں: ہر وہ شے چھوڑ دینا تقوٰی ہے جس سے تمہیں اپنے دین میں نقصان کا خوف ہو جیسے بخار کا مریض کھانے، پینے اور پھل وغیرہ میں سے اپنے لئے نقصان دہ چیز کو چھوڑ دیتا ہے۔ تقوٰی کی ایک وضاحت یہ بھی ہے کہ احکامات کو بجالانے اور ممنوعات سے بچنے کا نام تقوٰی ہے۔ بہر حال تقوٰی تمہیں توبہ، عبادت، خشیت اور کامیابی سے ہمکنار کر دے گا۔ فرمانِ باری تعالٰی ہے:

وَمَنۡ یُّطِعِ اللّٰہَ وَرَسُوۡلَہٗ وَیَخۡشَ اللّٰہَ وَیَتَّقۡہِ فَاُولٰٓئِکَ ہُمُ الۡفَآئِزُوۡنَ ﴿۵۲﴾ (پ۱۸، النور: ۵۲)

ترجمۂ کنزالایمان: اور جو حکم مانے **اللہ** اور اس کے رسول کا اور **اللہ** سے ڈرے اور پرہیز گاری کرے تو یہی لوگ کامیاب ہیں۔

پھر یہ کہ جن چیزوں سے نقصان کا اندیشہ ہے وہ حرام، گناہ اور زائد از ضرورت حلال کا استعمال ہے کیونکہ ضرورت سے زائد حلال میں مشغول ومنہمک ہونا بندے کو حرام کی جانب لے جاتا اور گناہوں پر اُبھارتا ہے اور ایسا نفس کے شر اور اس کی سرکشی اور خواہش اور اس کی نافرمانی کی عادت کی وجہ سے ہوتا ہے۔ لہٰذا جو اپنے دینی معاملے میں نقصان سے محفوظ رہنا چاہتا ہے وہ اس خطرے سے یوں بچے کہ ضرورت سے زائد حلال کو اس ڈر سے چھوڑ دے کہ

یہ حرام کی طرف لے جاسکتا ہے۔

بارگاہِ الٰہی میں حاضری کی منزل:

حرام اور گناہوں سے تقوٰی واجتناب فرض ہے، اگر اس تقوٰی کو اختیار نہ کیا تو عذابِ نار کا مستحق ٹھہرے گا اور زائد از ضرورت حلال سے بچنا بھلائی اور ادب ہے، اگر اسے نہ اپنایا تو حساب وکتاب اور ندامت وشرمندگی کا سامنا کرنا پڑے گا۔ جس نے اول کو اختیار کیا وہ تقوٰی کے پہلے درجہ پر ہے اور یہ عبادت پر استقامت چاہنے والوں کا درجہ ہے اور جس نے دوسرے کو اختیار کیا وہ تقوٰی کے بلند مرتبے پر فائز ہے اور جو ہر گناہ اور زائد از ضرورت حلال سے بچتا ہے وہ صحیح معنٰی میں تقوٰی اختیار کرتا ہے، اس کے حق کو ادا کرتا ہے اور اس میں پائی جانے والی ہر بھلائی کو اکٹھا کرلیتا ہے اور یہی وہ کامل وَرَع ہے جس پر دین کا مدار ہے اور یہ بارگاہِ الٰہی میں حاضری کی منزل ہے۔

انسانی اعضاء کی حفاظت کا بیان

اگر تم نفس کے خلاف پوری قوت وعزم سے کھڑے ہونا چاہتے ہو اور اسے گناہوں اور زائد از ضرورت حلال سے بچانا چاہتے ہو تو سب سے پہلے تمہیں پانچ اعضاء کا خیال رکھنا ضروری ہے کیونکہ یہی بنیاد ہیں: (۱) آنکھ (۲) کان (۳) زبان (۴) دل اور (۵) پیٹ۔ اگر تم نے ان کو حرام سے بچالیا تو اُمید ہے کہ سارے اعضاء بچ جائیں گے۔ اِنْ شَآءَ اللہ عَزَّوَجَلَّ

آنکھ کی حفاظت:

سب سے پہلے تجھ پر آنکھ کی حفاظت ضروری ہے کہ یہ ہر آفت اور فتنے کا سبب ہے۔

ارشادِ باری تعالٰی ہے:

قُلْ لِّلْمُؤْمِنِیْنَ یَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ ترجمۂ کنزالایمان: مسلمان مردوں کو حکم دو اپنی

وَیَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ ؕ ذٰلِكَ اَزْكٰى لَهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ خَبِیْرٌۢ بِمَا یَصْنَعُوْنَ ۝۳۰ (پ۱۸، النور: ۳۰)

نگاہیں کچھ نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں یہ اُن کے لیے بہت ستھرا ہے بے شک اللہ کو اُن کے کاموں کی خبر ہے۔

یہاں نگاہیں نیچی رکھنے کا حکم دیا گیا ہے اور بندے پر لازم ہے کہ اپنے مالک کے حکم پر عمل کرے ورنہ وہ بے ادب قرار پائے گا اور اُسے روک کر مالک کی بارگاہ میں حاضری کی اجازت نہیں دی جائے گی اور آیت طیبہ میں یہ جو فرمایا گیا: ''ذٰلِكَ اَزْكٰى'' یہ ان کے لئے ستھرا ہے یعنی ان کے دلوں کو ستھرا کرنے اور ان کی بھلائی کو بڑھانے والا ہے۔ اس فرمان سے آگاہ فرمایا گیا کہ نگاہوں کو نیچا رکھنے میں دل کی پاکیزگی اور عبادت و بھلائی کی کثرت ہے۔ کیونکہ اگر تم اپنی نگاہ کو نہیں روکو گے اور اس کی لگام ڈھیلی چھوڑ دو گے تو وہ لایعنی چیزوں کو دیکھے گی اور اگر اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رحمت شاملِ حال نہ ہوئی تو تم ہلاک ہو جاؤ گے۔ اس لئے کہ یا تو تم حرام کو دیکھو گے تو گناہ میں پڑ جاؤ گے یا پھر مباح کی طرف نظر کرو گے تو تمہارا دل اس میں مشغول ہو جائے گا اور تمہیں اس کے سبب وسوسے اور خیالات آئیں گے، بالآخر تمہارا دل بھلائی سے غافل ہو کر انہی میں لگا رہے گا۔

دل میں شہوت کا بیج بونے والی:

حضرت سیِّدُنا عیسٰی عَلَیْهِ السَّلَام سے مروی ہے کہ ''اپنی نظر کی حفاظت کرو کیونکہ یہ دل میں شہوت کا بیج بوتی ہے اور نظر ڈالنے والے کے لئے اس کا فتنہ کافی ہے۔'' لہٰذا اگر تم نظر نیچی رکھو گے تو سینہ صاف اور دل کثیر وسوسوں سے خالی ہو کر پُرسکون ہو جائے گا، نفس کثیر آفات سے محفوظ ہو گا اور تم نیکیوں میں اضافہ کرو گے۔ نیز آیت مبارکہ کے اس حصے: اِنَّ اللّٰهَ خَبِیْرٌۢ بِمَا یَصْنَعُوْنَ ۝۳۰ یعنی بے شک اللہ کو ان کے کاموں کی خبر ہے۔ ''میں بارگاہِ الٰہی میں

حاضر ہونے والوں کو ڈرایا گیا ہے۔

سب سے بڑی عزت:

حاصل کلام یہ ہے کہ جو لایعنی چیزوں کی طرف نظر نہیں کرے گا وہ عبادت کی لذّت اور مناجات کی حلاوت پائے گا اور دل میں ایسی صفائی پائے گا جو اس سے پہلے کبھی نہ ملی ہو گی۔ یہ مجرب نسخہ ہے اسے وہی جان سکتا ہے جو اس پر کما حقہ عمل کرتا ہے۔ پھر یہ کہ اگر انسان اپنے اعضاء پر یوں غور کرے کہ ہر عضو کو جنت کی کون سی لذت ملے گی تو وہ آنکھ کو سب سے اعلیٰ دیکھے گا لہٰذا آنکھ پر کامل توجہ دینے کی ضرورت ہے اور یہ آنکھ کا سب سے اعلیٰ ہونا دیدار باری تعالیٰ کی وجہ سے ہے اور دونوں جہان میں اس سے بڑی اور عظیم کوئی عزت نہیں پس جس چیز کے لئے ایسی عزت و بزرگی ہو اسے بچانا، اس کی حفاظت کرنا اور اُسے معزز و مُکَرَّم رکھنا لازم ہے۔

کان کی حفاظت:

تمہارا دوسرا عضو کان ہے جس کی حفاظت کرنا اور بے ہودہ و فضول بات سننے سے اسے بچانا ضروری ہے کیونکہ سننے والا بولنے والے کا شریک ہوتا ہے اور سننا دل میں خیالات و وسوسے اور بدن میں اثرات پیدا کرتا ہے پھر انسان جو کچھ سنتا ہے وہ اس کے دل میں ایسے ہو جاتا ہے جیسے پیٹ میں جانے والا کھانا کہ وہ نقصان دہ بھی ہوتا ہے اور نفع بخش بھی اور اُس میں غذا بھی ہوتی ہے اور زہر بھی بلکہ کلام کا اثر زیادہ اور دیرپا ہوتا ہے کیونکہ کھانا تو نیند وغیرہ کے سبب معدے سے زائل ہو جاتا ہے اور اگر اس کا کوئی اثر یا بیماری رہ بھی جائے تو وہ دوا سے ختم ہو جاتی ہے جبکہ دل میں داخل ہونے والا کلام بعض اوقات پوری زندگی دل میں رہتا ہے اور بھولتا نہیں اور اس کی وجہ سے دل میں خیالات و وسوسے پیدا ہوتے رہتے ہیں

اور کسی مصیبت میں مبتلا ہونے کا خطرہ رہتا ہے حتّٰی کہ بعض اوقات وہ کسی بڑی آفت میں پھنس جاتا ہے۔ پس اگر تم لایعنی (فضول) باتوں سے اپنے کانوں کی حفاظت کرو گے تو ان پریشانیوں سے راحت میں رہو گے۔ عقلمند کو اس میں غور کرنا چاہیے اور توفیق دینے والا **اللہ** عَزَّوَجَلَّ ہی ہے۔

زبان کی حفاظت:

پھر تم پر زبان کو قابو میں رکھ کر اس کی حفاظت کرنا بھی لازم ہے کیونکہ تمام اعضاء میں سب سے زیادہ سرکشی وہٹ دھرمی اور فساد و دشمنی اسی میں ہے یہی وجہ ہے کہ جب بارگاہِ رسالت میں عرض کی گئی کہ یا رسولَ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! آپ کو مجھ پر سب سے زیادہ خوف کس چیز کا ہے؟ تو حضور نبی پاک، صاحِبِ لولاک صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اپنی مبارک زبان پکڑ کر فرمایا: "اس چیز کا۔"[1]

ایک بزرگ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: "میرا نَفْس شدید گرمی میں روزے کا بوجھ اُٹھانے کو تیار ہے مگر فضول گوئی کا کوئی کلمہ (بات) چھوڑنے کو تیار نہیں۔" جب معاملہ یہ ہے تو تم پر اس کی انتہائی حفاظت اور خوب کوشش کرنا ضروری ہے۔

حضرت سیِّدُنا مالک بن دینار عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْغَفَّار فرماتے ہیں: "جب تم اپنے دل میں سختی، بدن اور دین میں سُستی اور رزق میں تنگی دیکھو تو سمجھ لو کہ تم نے ضرور فضول گفتگو کی ہے۔"

زبان سیدھی تو سب سیدھے:

حضرت سیِّدُنا ابو سعید خُدری رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے مروی ہے کہ جب آدمی صبح کرتا ہے تو تمام اعضاء زبان سے کہتے ہیں: ہم تجھے خدا کا واسطہ دیتے ہیں کہ سیدھی رہنا کیونکہ اگر تو سیدھی

---

[1]... ترمذی، کتاب الزھد، باب ماجاء فی حفظ اللسان، ۴/ ۱۸۴، حدیث: ۲۴۱۸

رہی تو ہم بھی سیدھے رہیں گے اور اگر تو ٹیڑھی ہو گئی تو ہم بھی ٹیڑھے ہو جائیں گے۔[1]

یہ اس لئے کہ زبان کا بولنا انسانی اعضاء میں اثر کرتا ہے، اچھا بولنے پر توفیق ملتی اور بُرا بولنے پر رسوائی ہوتی ہے۔ یونہی زبان کی حفاظت میں وقت کی بھی حفاظت ہے کیونکہ اکثر اوقات انسان ذکرِ الٰہی کے علاوہ جو گفتگو کرتا ہے وہ لغو و فضول ہوتی ہے جس سے وقت ضائع ہوتا ہے۔

حضرت سیِّدُنا حسان بن ابو سنان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْمَنَّان ایک گھر کے پاس سے گزرے تو اسے دیکھ کر بولے: یہ کب بنایا گیا؟ پھر اپنے نفس کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا: اے دھوکے میں پڑے نفس! تو مجھ سے بے کار چیزوں کے بارے میں پوچھتا ہے۔ پھر آپ نے ایک سال روزے رکھ کر اپنے نفس کو سزا دی۔

اعمالِ صالحہ کی حفاظت:

یوں ہی زبان کی حفاظت میں اعمالِ صالحہ کی بھی حفاظت ہے کیونکہ جو زبان کی حفاظت نہیں کرتا وہ زیادہ بولتا ہے اور لامحالہ لوگوں کی غیبت میں مبتلا ہو جاتا ہے اور غیبت نیکیوں کو برباد کر دینے والی بجلی ہے کیونکہ غیبت کرنے والا مَنْجَنِیق (پتھر پھینکنے کا آلہ) نصب کرنے والے کی طرح ہے کہ یہ غیبت کر کے اپنی نیکیاں مشرق و مغرب اور شمال و جنوب میں پھینکتا رہتا ہے۔

حضرت سیِّدُنا عبدُ اللہ بن مبارک رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے فرمایا: اگر میں غیبت کرتا تو اپنی ماں کی کرتا کیونکہ وہ میری نیکیوں کی سب سے زیادہ حق دار ہے۔

عزت خراب ہونے سے بچاؤ:

زبان کی حفاظت میں دنیاوی آفات سے بھی حفاظت ہے۔ منقول ہے کہ ”زبان کو آزاد

---

1 ...ترمذی، کتاب الزھد، باب ماجاء فی حفظ اللسان، ۴/۱۸۳، حدیث: ۲۴۱۵

مت چھوڑو ورنہ تمہاری عزت خراب کر دے گی۔" اور یہ بھی کہا گیا کہ "زبان کی حفاظت کرو، نہ بولو نہ مصیبت میں پڑو کیونکہ مصیبتیں زبان کے سپرد کر دی گئی ہیں۔"

زبان کی حفاظت کیسے ہو؟

زبان کی حفاظت کے لئے آخرت کی آفات اور انجام کو یاد کرنا تمہارا سب سے بڑا مددگار ہے کیونکہ اگر تم حرام گفتگو کرو گے تو اس میں جہنم کا عذاب ہے جس کی تم طاقت نہیں رکھتے۔ مروی ہے کہ معراج کی رات حضور سرور کائنات صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے کچھ لوگوں کو مردار کھاتے دیکھا تو حضرت سیِّدُنا جبریل عَلَیْہِ السَّلَام سے پوچھا: یہ کون لوگ ہیں؟ عرض کی: یہ لوگوں کا گوشت کھایا (غیبت کیا) کرتے تھے۔[1]

حضور نبی اکرم، نُورِ مُجَسَّم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے حضرت سیِّدُنا معاذ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے ارشاد فرمایا: باعمل حفاظِ قرآن اور طالب علموں سے اپنی زبان کو روکے رکھو اور اپنی زبان سے لوگوں کی آبروریزی نہ کرو ورنہ تمہیں جہنم کے کتے پھاڑ ڈالیں گے۔[2]

دل کی ویرانی کا سبب:

سیِّدُنا ابو قلابہ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: "غیبت کے سبب دل ہدایت سے ویران ہو جاتا ہے۔" ہم اللہ عَزَّوَجَلَّ سے سوال کرتے ہیں کہ وہ اپنے فَضْل سے ہمیں اِس سے بچائے۔

پھر اگر تم جائز و مباح گفتگو کرو گے تو کراماً کاتبین کو ایسی چیز لکھنے میں مصروف کر دو گے جس میں کوئی خیر اور فائدہ نہیں اور انسان پر لازم ہے کہ ان سے حیا کرے اور انہیں ایذا نہ دے۔ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

1... مسند امام احمد، مسند عبد اللہ بن عباس، ۱/۵۵۳، حدیث: ۲۳۲۴

2... الترغیب والترہیب، الترہیب من الریاء... الخ، ۱/۵۰، حدیث: ۵۹

مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَيْهِ رَقِيْبٌ عَتِيْدٌ ﴿۱۸﴾ (پ۲۶، ق:۱۸)

ترجمۂ کنز الایمان: کوئی بات وہ زبان سے نہیں نکالتا کہ اس کے پاس ایک محافظ تیار نہ بیٹھا ہو۔

یعنی ایک فرشتہ حاضر رہتا ہے۔

ایسا کیوں کہا؟

ایسے ہی تم غور کرو کہ گویا تم بارگاہِ الٰہی میں ایسا نامہ اعمال بھیج رہے ہو جو لغو و بیکار باتوں سے بَھرا پڑا ہے اور کل بروزِ قیامت خالق و مالک جَلَّ جَلَالُہٗ کے حضور تمام مخلوق کی موجودگی میں تمہیں پڑھ کر سنایا جائے گا، چاروں طرف خوفناک سختیاں ہوں گی، تم بھوکے پیاسے ہوگے، جسم پر لباس نہ ہوگا، جنت سے روک دیئے گئے ہوگے اور تم پر نعمتیں بند کر دی گئی ہوں گی پھر تمہیں ملامت کی جائے گی اور عار دلائی جائے گی کہ تم نے ایسا کیوں کہا تھا؟ پس تمہاری حجت منقطع ہو جائے گی اور تمہیں ربّ عَزَّوَجَلَّ سے حیا آئے گی۔ اسی وجہ سے کہا گیا ہے کہ ”فضول سے بچو کہ اس کا حساب طویل ہے۔“ پس ماننے والے کو اتنی نصیحت کافی ہے۔

دل کی حفاظت:

تم پر دل کی حفاظت اور اس کی اصلاح لازم ہے اور اس معاملے میں اچھی طرح غور و فکر اور کوشش ضروری ہے کیونکہ یہ ان اعضاء میں خطرناک ترین اور اصلاح میں مشکل ترین ہے۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے قرآن کریم میں کئی مقامات پر اس کا ذکر فرمایا ہے اور خاص بندوں کو ڈرنے کے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ وہ علیم و خبیر ذات جَلَّ جَلَالُہٗ اس پر مطلع ہے۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے:

﴿1﴾...

يَعْلَمُ خَآئِنَةَ الْاَعْيُنِ وَمَا تُخْفِي

ترجمۂ کنز الایمان: اللہ جانتا ہے چوری چھپے کی نگاہ

الصُّدُوۡرِ ﴿۱۹﴾ (پ۲۴، المؤمن:۱۹) اور جو کچھ سینوں میں چھپا ہے۔

﴿2﴾...

وَ اللّٰہُ یَعۡلَمُ مَا فِیۡ قُلُوۡبِکُمۡ ؕ (پ۲۲، الاحزاب:۵۱)

ترجمۂ کنز الایمان: اور اللہ جانتا ہے جو تم سب کے دلوں میں ہے۔

﴿3﴾...

اِنَّہٗ عَلِیۡمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوۡرِ ﴿۴۳﴾ (پ۱۰، الانفال:۴۳)

ترجمۂ کنزالایمان: بے شک وہ دلوں کی بات جانتا ہے۔

حضور نبی اکرم، رسولِ مُحْتَشَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمان ہے: "اِنَّ اللہَ لَا یَنْظُرُ اِلٰی صُوَرِکُمْ وَاِنَّمَا یَنْظُرُ اِلٰی قُلُوْبِکُمْ یعنی اللہ عَزَّوَجَلَّ تمہارے چہروں کو نہیں وہ تو تمہارے دلوں کو دیکھتا ہے۔"[1]

صاف چہرے اور میلے دل:

تعجب ہے اس شخص پر جو اُس چہرے کا اہتمام کرتا ہے جس پر مخلوق کی نظر پڑتی ہے اور اسے میل کچیل و گندگی سے ممکنہ حد تک صاف ستھرا کرکے آراستہ کرتا ہے تاکہ لوگوں کو اس میں کوئی عیب نظر نہ آئے مگر وہ دل جس پر ربّ عَزَّوَجَلَّ نظر فرماتا ہے اس کا اہتمام نہیں کرتا، حالانکہ اسے پاک صاف کرکے مزین کرنا چاہیے تھا کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ اس میں گناہوں کا میل اور کوئی آفت و عیب نہ دیکھے مگر افسوس! دل کو گندگی و غلاظت میں لت پت کر رکھا ہے۔ اگر مخلوق اس کے دل کے کسی ایک عیب پر بھی مطلع ہو جائے تو اسے چھوڑ دے اور اس سے بَری ہو جائے۔

---

1 ...مسلم، کتاب البر، باب تحریم ظلم...الخ، ص۱۳۷۸، حدیث: ۲۵۶۴

دل بادشاہ اور اعضاء رعایا ہیں:

یہ بھی سمجھ لو کہ دل ایک بادشاہ ہے جس کی پیروی کی جاتی ہے اور تمام اعضاء اس کی رعایا ہیں۔ اگر بادشاہ درست ہو گا تو رعایا بھی درست ہو گی اور اگر بادشاہ خراب ہو گا تو رعایا بھی خراب ہو جائے گی، یہی وجہ ہے کہ حضور نبیِّ کریم، رَءُوْفٌ رَّحیم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''اِنَّ فِی الْجَسَدِ مُضْغَۃً اِذَا صَلَحَتْ صَلَحَ الْجَسَدُ کُلُّہٗ وَاِذَا فَسَدَتْ فَسَدَ الْجَسَدُ کُلُّہٗ اَلَا وَھِیَ الْقَلْبُ یعنی جسم میں گوشت کا ایک لو تھڑا ہے اگر وہ صحیح رہے تو پورا جسم صحیح رہتا ہے اور اگر وہ خراب ہو جائے تو پورا جسم خراب ہو تا ہے، سنو! وہ دل ہے۔''[1] جب معاملہ ایسا ہے تو دل کی نگہداشت بہت ضروری ہے۔

اعلیٰ جواہر کا خزانہ:

دل بندے کے نفیس اور اعلیٰ جواہر کا خزانہ ہے، ان میں سے پہلا عقل اور سب سے عظیم تر معرفتِ خداوندی ہے اور یہ دونوں جہان کی سعادت ہے۔ یہی دل علم کا مرکز ہے جس کے ذریعے بارگاہِ الٰہی میں بندے کو عزت و شرف حاصل ہو تا ہے۔ یونہی خالص نیت جس پر ثواب کا مدار ہے اور بندوں کی باہمی فضیلت کا سبب بننے والے تمام پاکیزہ اخلاق کا تعلُّق بھی اسی دل سے ہے۔ پس ایسے خزانے کا حق بنتا ہے کہ چور اور ڈاکو سے اس کی حفاظت کی جائے اور اِسے مختلف اخلاقی خوبیوں سے اُجلا کیا جائے تاکہ ان جواہر تک کوئی میل و گندگی پہنچے نہ کوئی دشمن ان پر قبضہ کر سکے اور دشمن شیطان ہے جو اس کے پیچھے پڑا ہے بلکہ وہ تو ابنِ آدم کے دل سے چمٹا ہوا ہے۔ پس الہام اور وسوسہ دونوں کی جگہ دل ہے اور فرشتہ اور شیطان دونوں بندے کو اپنی طرف بلانے میں مشغول ہیں۔

1... بخاری، کتاب الایمان، باب فضل من استبرأ لدینہ، ۱/ ۳۳، حدیث: ۵۲

دل کی مصروفیت بہت زیادہ ہے کیونکہ عقل اور شہوت دونوں اس میں پائے جاتے ہیں اور یہ دونوں اپنے اپنے لشکروں کے ساتھ اسے میدان جنگ بنائے ہوئے ہیں اور یہ دونوں کی جنگ میں پھنسا ہوا ہے لہٰذا ایسے مقام کی حفاظت اور بچاؤ بے حد ضروری ہے اوراس سے غافل نہ رہا جائے۔

یونہی دل کو پیش آنے والی چیزیں بھی زیادہ ہیں کیونکہ خیالات بارش کی مانند دن رات اس پر وارد ہو رہے ہوتے ہیں جنہیں تم روک نہیں سکتے، اس لئے کہ دل دو پلکوں کے مابین آنکھ کی طرح نہیں کہ تم جب چاہو کھول لو اور جب چاہو بند کر لو، نہ اُسے پیش آنے والی چیزیں کسی خالی جگہ میں ہیں اور نہ ہی کسی تاریک رات میں ہیں کہ انہیں دیکھنا ہی کافی ہو جائے اور یہ دل جبڑوں اور دانتوں کے پیچھے موجود زبان کی طرح بھی نہیں کہ تم اس کے خیالات کو روک سکو اور اُن سے بچ سکو۔ پس تمہارے لئے دل کا علاج بہت مشکل ہے کیونکہ وہ تم سے پوشیدہ ہے تو بعید ہے کہ تم اس میں آفات کے داخل ہونے کو سمجھ سکو لہٰذا تمہیں طویل مجاہدے، باریک بینی اور کثیر ریاضت کے ذریعے اس کی اور اس کے احوال کی جانچ پڑتال کرنے کی ضرورت ہے۔ یاد رکھو کہ یہ دل اُبلنے والی ہنڈیا سے بھی جلدی پلٹ جاتا ہے پس یہ دل ایک ''پَر'' کی طرح ہے جسے ہوائیں اُلٹ پلٹ کر رہی ہیں تو اگر دل لغزش کھاتا ہے تو اُس کی لغزش بہت بڑی اور معاملہ انتہائی مشکل اور سنگین ہوتا ہے کیونکہ اس کی سب سے کم لغزش دل کی سختی اور غَیْرُاللّٰہ کی طرف مائل ہونا ہے اور اس کا آخری درجہ کفر وانکار پر ختم ہوتا ہے۔ وَالْعِیَاذُ بِاللّٰہِ تَعَالٰی یعنی اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ اپنی پناہ میں رکھے۔ کیا تم نے اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کا یہ فرمان نہیں سنا:

اَبٰى وَ اسْتَكْبَرَ ٭ وَ كَانَ مِنَ الْكٰفِرِیْنَ ﴿۳۴﴾ ترجمۂ کنزالایمان: منکر ہوا اور غرور کیا اور کافر ہو گیا۔

(پ۱، البقرۃ: ۳۴)

پس شیطان کا تکبُّر دل میں تھا جس نے اسے ظاہر میں انکار اور کفر پر اُبھارا۔

کیا تم نے یہ فرمانِ باری تعالیٰ نہیں سنا:

وَ لٰكِنَّهٗۤ اَخْلَدَ اِلَى الْاَرْضِ وَ اتَّبَعَ هَوٰىهُ ۚ (پ۹، الاعراف: ۱۷۶)

ترجمۂ کنزالایمان: مگر وہ تو زمین پکڑ گیا اور اپنی خواہش کا تابع ہوا۔

اس (یعنی بلعم بن باعورا) کا میلان اور خواہش کی اتباع دل میں تھی جس نے اسے اس قبیح گناہ پر اُبھارا۔

کیا تم نے ربّ تعالیٰ کا یہ فرمان نہیں سنا:

وَ نُقَلِّبُ اَفْـٕدَتَهُمْ وَ اَبْصَارَهُمْ كَمَا لَمْ یُؤْمِنُوْا بِهٖۤ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّ نَذَرُهُمْ فِیْ طُغْیَانِهِمْ یَعْمَهُوْنَ ۠(۱۱۰) (پ۷، الانعام: ۱۱۰)

ترجمۂ کنزالایمان: اور ہم پھیر دیتے ہیں ان کے دلوں اور آنکھوں کو جیسا وہ پہلی بار اس پر ایمان نہ لائے تھے اور اُنھیں چھوڑ دیتے ہیں کہ اپنی سرکشی میں بھٹکا کریں۔

آیت مبارکہ میں مذکور مفہوم کے پیشِ نظر اللہ عَزَّوَجَلَّ کے خاص بندے اپنے دلوں کے معاملے میں خوفزدہ رہتے، آنسو بہاتے اور اس کی طرف متوجہ رہتے ہیں۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ان کی تعریف میں ارشاد فرمایا:

یَخَافُوْنَ یَوْمًا تَتَقَلَّبُ فِیْهِ الْقُلُوْبُ وَ الْاَبْصَارُ ۗۙ(۳۷) (پ۱۸، النور: ۳۷)

ترجمۂ کنزالایمان: ڈرتے ہیں اس دن سے جس میں الٹ جائیں گے دل اور آنکھیں۔

دعا ہے اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں اور تمہیں عبرت پکڑنے والوں، دل کی اصلاح کرنے والوں اور ہدایت یافتہ لوگوں میں سے کر دے۔ (اٰمین)

چار آفات اور چار فضائل:

جب تم نے دل کے علاج اور اصلاح کا ارادہ کر لیا ہے تو تمہارے لئے اس کی آفات اور

مناقب (فضائل) کو جاننا ضروری ہے، یہ بہت زیادہ ہیں لیکن چار آفتیں بہت اہم ہیں: (۱) امید (۲) جلد بازی (۳) حسد اور (۴) تکبر۔ یونہی چار مناقب بھی ہیں: (۱) امیدیں کم ہونا (۲) معاملات میں بردبار ہونا (۳)... مخلوق کا خیر خواہ ہونا اور (۴)... عاجزی وانکساری کرنا۔ دل کی اصلاح کے لیے یہ بنیادی چیزیں ہیں۔

پہلی آفت: لمبی امید

جہاں تک لمبی امیدوں کا تعلق ہے تو یہ ہر بھلائی میں رُکاوٹ اور ہر بُرائی کی جڑ ہیں کیونکہ یہ عبادت کو چھوڑنے پر اکساتی اور سستی دلاتی ہیں تو اس وقت تم کہتے ہو: عنقریب کرلوں گا، ابھی تو چند دن پڑے ہیں نیکی کا موقع جانے نہیں دوں گا۔ ہم جیسوں کے لئے ہی فرمایا گیا ہے کہ "مَنْ خَافَ الْوَعِيْدَ قَرُبَ عَلَيْهِ الْبَعِيْدُ وَمَنْ طَالَ اَمَلُهُ سَاءَ عَمَلُهُ یعنی جو سزا کی دھمکی سے ڈرا دُوری اُس سے قریب ہوگئی اور جس کی امید لمبی ہوئی اس کا عمل بُرا ہوگیا۔"

ترکِ توبہ کا ایک سبب:

لمبی امید ترکِ توبہ کا بھی سبب ہے۔ اُس وقت تم کہتے ہو: عنقریب توبہ کرلوں گا، ابھی تو بہت دن پڑے ہیں، میں تو ابھی جوان ہوں، توبہ تو میرے اختیار میں ہے جب چاہوں کر لوں گا۔ بعض اوقات ایسے بندے کو اصلاحِ اعمال سے پہلے ہی بُرے اعمال کرتے کرتے اچانک موت اُچک لیتی ہے۔

حرص بڑھانے والی شے:

لمبی امید کی وجہ سے مال جمع کرنے کی حرص اور دنیا میں مشغولیت بڑھ جاتی ہے، اس وقت تم کہتے ہو: مجھے بڑھاپے میں محتاجی کا خوف ہے، میں کمزور ہو جاؤں گا اور ہو سکتا ہے کمانے کے قابل نہ رہوں لہٰذا ضروری ہے کہ میں اپنے بڑھاپے، محتاجی یا کمزوری کے وقت

کے لئے کچھ جمع کرلوں۔ یوں تم دنیا میں مشغول ہو کر اس کے حریص ہو جاؤ گے اور اس کا اہتمام کرتے ہوئے کہو گے: میں کیا کھاؤں؟ کیا پیوں؟ کیا پہنوں؟ اب گرمی آگئی، اب سردی آگئی اور میرے پاس تو کچھ ہے بھی نہیں، ممکن ہے عمر دراز ہو جائے تو میں محتاج ہو جاؤں گا اور بڑھاپے میں تو محتاجی بھی زیادہ ہوتی ہے لہٰذا میرے پاس اتنا ہونا ضروری ہے جو مجھے لوگوں کا محتاج نہ بنائے۔ یہ ساری امیدیں تمہیں دنیا کی طلب و رغبت، موجودہ سامانِ دنیا میں بخل اور مزید جمع کرنے پر اُبھارتی ہیں، اس کا کم سے کم نقصان یہ ہے کہ تمہارا دل مشغول ہو جائے گا، وقت ضائع ہو گا اور بے فائدہ غم اور فکریں تمہیں گھیر لیں گی۔

لمبی اُمید دل سخت کرتی ہے:

یونہی لمبی امیدیں دل کی سختی اور آخرت کو بھولنے کا باعث بھی ہیں کیونکہ جب تمہیں لمبی زندگی کی امید ہو گی تو تم موت اور قبر کو بھول جاؤ گے۔ حضرت سیِّدُنا علیُّ المرتضٰی کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْهَهُ الْکَرِیْم نے فرمایا: ”مجھے تم پر لمبی امیدوں اور خواہشات کی پیروی کا خوف ہے، سنو! لمبی امید تمہیں آخرت بُھلا دے گی اور خواہش کی پیروی تمہیں حق سے روک دے گی۔“ کیونکہ لمبی امید کے وقت دنیا، اس میں زندگی گزارنے کے اسباب اور لوگوں سے میل جول تمہارے نزدیک سب سے اہم اور توجہ کا مرکز بن جائے گا یوں تمہارا دل سخت ہو جائے گا جبکہ دل کی نرمی اور صفائی موت، قبر اور ثواب و عذاب کو یاد کرنے پر منحصر ہے۔ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

فَطَالَ عَلَیْهِمُ الْاَمَدُ فَقَسَتْ قُلُوْبُهُمْ ؕ (پ۲۷، الحدید: ۱۶)

ترجمۂ کنزالایمان: پھر ان پر مدت دراز ہوئی تو ان کے دل سخت ہو گئے۔

آخرت برباد ہو سکتی ہے:

جب تمہاری امید لمبی ہو جائے گی تو تمہاری عبادت کم ہو جائے گی، تم توبہ کو مؤخر کر

دو گے، گناہ کثیر ہو جائیں گے، دل سخت ہو جائے گا، انجام سے غافل ہو جاؤ گے اور آخرت برباد ہو جائے گی لہٰذا سوچو! اس سے بُرا حال اور اس سے بڑی آفت اور کیا ہو سکتی ہے۔

اس کے برعکس جب تمہاری امید کم ہو گی تو تم موت کو اپنے قریب خیال کرو گے، اپنے زمانے والوں اور اُن دوستوں کو یاد کرو گے جنہیں موت نے اُس وقت آدبوچا جس کا انہوں نے سوچا تک نہیں تھا، پھر تم خود سے کہو گے کہ "ہو سکتا ہے تیرا حال بھی ان جیسا ہو جائے۔" لہٰذا دھوکے سے بچو کیونکہ کتنے ہی ایسے ہیں جو صبح کرتے ہیں تو شام کرنا نصیب نہیں ہوتی اور کل کا انتظار کرنے والے بہت سے لوگ کل کو نہیں دیکھ پاتے، اگر تم موت اور اس کے بڑھنے کو دیکھو تو تمہیں امید اور اس کے دھوکے سے نفرت ہو جائے گی۔

تین دن کی دنیا:

حضرت سیِّدُنا عیسٰی رُوحُ اللہ عَلَیْہِ السَّلَام نے ارشاد فرمایا: دنیا تین دن کی ہے: ایک گزرا ہوا کل جس میں سے تیرے ہاتھ میں کچھ بھی نہیں، دوسرا آنے والا کل جس کے بارے میں تو جانتا ہی نہیں کہ اسے پائے گا یا نہیں اور تیسرا وہ دن جس میں تو موجود ہے لہٰذا اِس آج کے دن کو غنیمت جان۔

ہر سانس میں موت:

تمہیں ہر گھڑی بلکہ ہر سانس میں یہ سوچ رکھ کر عبادت کرنی چاہیے کہ یہ وقت اور سانس ضائع نہ ہو جائے اور توبہ کی طرف بھی ایسے ہی جلدی کرنی چاہیے گویا دوسری سانس میں تمہیں موت آ جائے گی اور تم اپنے نفس سے کہو: "اے نفس! تو اتنے رزق کا اہتمام مت کر ہو سکتا ہے تو زندہ ہی نہ رہے کہ تجھے اس کی حاجت ہو یوں تیرا وقت ضائع ہو جائے گا۔"

اللہ عَزَّوَجَلَّ کے محبوب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم تک یہ خبر پہنچی کہ حضرت سیِّدُنا اُسامہ بن زید

رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے ایک ماہ کے اُدھار پر کوئی چیز خریدی ہے تو ارشاد فرمایا: کیا تمہیں اُسامہ پر تعجب نہیں، بے شک وہ لمبی امید لگانے والا ہے۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی قسم! میں نے جب بھی زمین پر قدم رکھا تو اُٹھانے سے پہلے اور جو بھی لقمہ اُٹھایا تو کھانے سے پہلے یہی گمان کیا کہ شاید مجھے ابھی موت آجائے، اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے! بے شک جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے وہ آکر رہے گی اور تم اسے روکنے کی طاقت نہیں رکھتے۔[1]

جب تم ان باتوں کو یاد رکھو گے اور انہیں دُہراتے رہو گے تو اللہ عَزَّوَجَلَّ کے حکم سے تمہاری امید کم ہو جائے گی، اس وقت تم خود کو عبادت اور توبہ کی طرف جلدی کرنے والا پاؤ گے، گناہ چھوڑ دو گے اور دنیا اور اس کی طلب سے منہ موڑ لو گے یوں تمہارا حساب وکتاب آسان ہو جائے گا اور تمہارا دل آخرت اور اس کی ہولناکیوں کی یاد میں لگا رہے گا اور یہ یوں ہو گا کہ تم ایک سانس سے دوسری سانس اس کی طرف بڑھتے رہو اور ایک ایک کر کے آخرت کی ہولناکیوں کا معائنہ کرتے رہو تو دل کی سختی دور ہو جائے گی اور تمہیں دل کی نرمی اور صفائی نصیب ہو جائے گی اور اس کی برکت سے دل میں خَشِیَّت وخوفِ خدا پیدا ہو جائے گا اور عبادت پر استقامت ملے گی یوں آخرت میں کامیابی کی امید قوی ہو جائے گی اور توفیق دینے والا اللہ عَزَّوَجَلَّ ہی ہے۔

دوسری آفت: حسد

اپنے مسلمان بھائی سے اس نعمتِ الٰہی کا زوال چاہنا جس میں اس کی بہتری ہو حسد کہلاتا ہے اور اگر تم اس سے نعمت کا زوال تو نہیں چاہتے بلکہ اپنے لئے بھی ویسی ہی نعمت کے

[1]... شعب الایمان، باب فی الزھد، ٧/ ٣٥٥، حدیث: ١٠٥٦٤
مسند الشامیین للطبرانی، مسند محمد بن عبد اللہ، ٢/ ٣٦٥، حدیث: ١٥٠٥

طلبگار ہو تو یہ غِبطہ (رشک) کہلاتا ہے۔

خبردار! حسد نیکیوں کو کھاجاتا اور گناہوں پر اُبھارتا ہے، یہ وہ مرض ہے جس میں بڑے بڑے علما و قُرّاء مبتلا ہو جاتے ہیں حتّٰی کہ یہ انہیں ہلاکت میں ڈال کر جہنم کے لئے پیش کر دیتا ہے، اسی لئے حضور نبی اکرم، رسول اعظم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: چھ قسم کے لوگ چھ چیزوں کے سبب جہنم میں جائیں گے: (۱)...عرب عصبیت کی وجہ سے (۲)...حکمران ظلم کی وجہ سے (۳)...سردار تکبر کی وجہ سے (۴)...تاجر خیانت کی وجہ سے (۵)...دیہات والے جہالت کی وجہ سے اور (۶)...علما حسد کی وجہ سے۔[1]

حسد کی پانچ خرابیاں:

حسد میں پانچ خرابیاں ہیں، پہلی یہ کہ حسد نیکیوں کو برباد کر دیتا ہے اور حدیثِ مبارک میں آیا ہے: اَلْحَسَدُ یَاْکُلُ الْحَسَنَاتِ کَمَا تَاْکُلُ النَّارُ الْحَطَبَ یعنی حسد نیکیوں کو ایسے کھاجاتا ہے جیسے آگ لکڑی کو کھاتی ہے۔[2]

دوسری خرابی گناہ اور برائیوں کا اِرتکاب ہے کیونکہ حسد کرنے والا منہ پر چاپلوسی کرتا اور پیٹھ پیچھے غیبت کرتا اور مصیبت کے وقت گالی دیتا ہے۔ تمہیں اللہ عَزَّوَجَلَّ کا یہ فرمان کافی ہونا چاہیے:

وَ مِنْ شَرِّ حَاسِدٍ اِذَا حَسَدَ ﴿۵﴾ (پ۳۰، الفلق: ۵)

ترجمۂ کنزالایمان: اور حسد والے کے شر سے جب وہ مجھ سے جلے۔

یہاں اللہ عَزَّوَجَلَّ نے حسد کے شر سے پناہ مانگنے کو شیطان اور جادوگر کے شر سے پناہ

1 ...التفسیر الکبیر، سورۃ البقرۃ، تحت الآیۃ: ۱۰۹، ۱/ ۶۴۵۔ مسند الفردوس، ۱/ ۴۴۴، حدیث: ۳۳۰۹

2 ...ابن ماجہ، کتاب الزھد، باب الحسد، ۴/ ۴۷۳، حدیث: ۴۲۱۰

مانگنے کے ساتھ بیان فرمایا ہے۔

حسد کی تیسری خرابی خواہ مخواہ کی پریشانی و بے چینی اور غم میں مبتلا ہونا ہے، حسد کرنے والے کی عقل پریشان اور غم دائمی ہو جاتا ہے۔

چوتھی خرابی یہ ہے کہ دل اندھا ہو جاتا ہے حتّٰی کہ وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے احکام کو جلد نہیں سمجھ پاتا۔ حضرت سیِّدُنا سفیان ثوری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْوَلِی نے فرمایا: حاسد نہ بن تاکہ تجھے فہم کی تیزی نصیب ہو۔

پانچویں خرابی ذلت ورسوائی اور محرومی کا سامنا کرنا ہے کیونکہ حاسد نہ تو اپنی مراد کو پاسکتا ہے اور نہ ہی دشمن کے خلاف اس کی مدد کی جاتی ہے اور اس کی مراد پوری ہو بھی کیسے سکتی ہے کیونکہ وہ چاہتا ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے بندوں سے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی نعمتیں چھن جائیں۔

حسد کا علاج:

حسد ایسی بیماری ہے جو تمہاری عبادت کو خراب کر دے گی، تمہاری برائی اور گناہوں کو بڑھائے گی، تمہارا ذہنی و قلبی سکون چھین لے گی اور تم دشمنوں پر غالب آسکو گے نہ اپنی مراد کو پاسکو گے۔ اس سے بڑھ کر بھی کوئی بیماری ہو سکتی ہے؟ لہٰذا تم پر لازم ہے کہ اس کی ضد سے اس کا علاج کرو اور اس کی ضد خیر خواہی ہے اور وہ یہ ہے کہ مسلمان بھائی کے پاس اللہ عَزَّوَجَلَّ کی وہ نعمت جس میں اس کے لئے بہتری ہے اس کی بقا چاہی جائے۔ اس بہتری کا اندازہ قرائن اور غالب گمان سے ہو گا بالفرض اگر معاملہ تم پر مشتبہ ہو جائے تو تم کسی بھی مسلمان سے نہ زوالِ نعمت کی تمنا کرو نہ بقائے نعمت کی آرزو بلکہ معاملہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے سپرد کر دو۔

جو باتیں تمہیں حسد سے روک کر خیر خواہی پر اُبھاریں گی وہ یہ ہیں: اللہ عَزَّوَجَلَّ نے مسلمانوں کے ساتھ جو دوستی و بھائی چارہ لازم کیا ہے اسے یاد کرو، اللہ عَزَّوَجَلَّ نے مومن

کے حق کو کتنا بڑا رکھا ہے اسے یاد کرو، مؤمنوں کے لئے اللہ عَزَّوَجَلَّ کے ہاں جو عزت وکرامت ہے اسے یاد کرو، مسلمانوں کے ساتھ خیر خواہی میں تمہارے لئے جو دنیاوی فائدے ہیں جیسے باہمی تعاوُن و مدد اور آخرت میں شفاعت وغیرہ کی اُمید کو یاد کرو۔

یاد رکھو! حاسد اللہ عَزَّوَجَلَّ کے فیصلے اور تقسیم پر اعتراض کرنے والا ہوتا ہے اور منقول ہے کہ ابلیس کے کفر کا سبب بھی یہی تھا یوں کہ اس نے حضرت سیِّدُنا آدم صَفِیُّ اللہ عَلَیْہِ السَّلَام سے حسد کیا تو انہیں سجدہ کرنے سے انکار کر دیا پھر اُس نے حسد ہی کی وجہ سے انہیں جنت سے علیٰحدہ کرنے کی کوشش کی۔

تیسری آفت: جلد بازی

جلد بازی دل کے ساتھ قائم ایک ایسا معنیٰ ہے جو خیال آتے ہی بغیر سوچے سمجھے قدم اُٹھانے پر اُبھارتا ہے، یہ ایسی صفت ہے جو مقاصد کو فوت کرتی اور گناہوں میں مبتلا کر دیتی ہے، اس سے چار نقصانات جنم لیتے ہیں۔

پہلا نقصان: عبادت گزار شخص نیکی واستقامت میں کسی مرتبے کو پانے کی کوشش کرتا ہے اور اس کے لئے جلدی کرتا ہے تو غفلت و مایوسی میں پڑ کر کوشش ترک کر دیتا ہے یوں وہ اس مقام و مرتبے سے محروم رہتا ہے یا پھر ریاضت و مجاہدے میں حد سے تجاوز کر جاتا ہے اور اپنے نفس کو تھکا دیتا ہے یوں اس مرتبے تک نہیں پہنچ پاتا پس ایسا شخص افراط و تفریط کا شکار ہے اور یہ دونوں چیزیں جلد بازی کا نتیجہ ہیں۔ مقولہ ہے کہ "اگر جلد بازی نہیں کروگے تو منزل کو پالوگے۔"

دوسرا نقصان: عبادت کرنے والا اپنی حاجت کے لئے بکثرت دعا کرتا ہے اور جلد بازی کی بنا پر اپنے مطلوب تک پہنچ نہیں پاتا، یوں وہ دلبرداشتہ ہو کر دعا کرنا چھوڑ دیتا ہے

اور اپنے مقصود سے محروم رہتا ہے۔

تیسرا نقصان: اگر کوئی انسان اس عبادت گزار پر زیادتی کر بیٹھے تو یہ اس کے لئے بددعا کرتا ہے یوں ایک مسلمان اس کی بددعا کے سبب ہلاکت میں مبتلا ہو جاتا ہے اور بعض اوقات تو یہ شخص خود حد سے تجاوز کر کے گناہ و ہلاکت میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ چنانچہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

وَيَدْعُ الْاِنْسَانُ بِالشَّرِّ دُعَآءَهٗ بِالْخَيْرِ ؕ وَكَانَ الْاِنْسَانُ عَجُوْلًا ﴿۱۱﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور آدمی برائی کی دعا کرتا ہے جیسے بھلائی مانگتا ہے اور آدمی بڑا جلد باز ہے۔

(پ۱۵، بنی اسرآئیل: ۱۱)

چوتھا نقصان: ورع کا فوت ہو جانا، کیونکہ عبادت کی اصل اور دارومدار ورع پر ہے۔ ہر شے میں انتہائی سمجھداری سے کام لینے اور اپنے ہر کام جیسے کھانا، پینا، پہننا، گفتگو یا کسی بھی فعل میں مکمل چھان بین کرنے کو ورع کہتے ہیں۔ اگر بندہ جلد باز ہو اور بُردبارو تحمل مزاج نہ ہو تو وہ کاموں میں کماحَقُّہٗ غور و فکر نہیں کرتا۔ پھر نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ ہر گفتگو میں جلدی کرتا ہے اور پھسل جاتا ہے، ہر چیز کھانے میں جلدی کرتا ہے تو حرام یا مشکوک میں پڑ جاتا ہے الغرض ہر معاملے میں اس کی ورع فوت ہو جائے گی اور کون سی بھلائی اور عبادت ہے جو ورع کے بغیر ہوتی ہے؟

جلد بازی سے نجات:

حاصل یہ کہ جس آفت یعنی جلد بازی کے باعث انسان مراتب و منازلِ خیر سے محروم رہ جائے، اپنی ضروری حاجات کے حصول میں کامیاب نہ ہو اور وہ اپنی اور دوسرے مسلمانوں کی ہلاکت کا باعث بنے اور یہ دوہری ہلاکت اس وَرَع کے فوت ہونے کی وجہ سے ہے جو مقصودِ عبادت ہے لہٰذا مسلمان پر لازم ہے کہ عبادت سے رُکاوٹوں کو دور کرے

اوراِصلاحِ نَفْس کااہتمام کرے اور توفیق دینے والااللہ عَزَّوَجَلَّ ہی ہے اور یہ یوں ہو گا کہ تمام امور میں احتیاط، بردباری اور ٹھہراؤ سے کام لے یہاں تک کہ بندے کے لئے اس کی راہ بالکل واضح ہو جائے اور وہ ہر ہر جز کو اس کا پورا حق دے اوران خطرات وآفات کو یاد کرے جو انسان کو درپیش ہوں گی، یونہی صبر و تحمل اور ٹھہراؤ سے حاصل ہونے والی سلامتی کا سوچے اور بے سوچے سمجھے جلد بازی سے جو ندامت وملامت ہو گی اسے ذہن میں لائے، یونہی ایسی دیگر باتوں پر غور کرے جو اسے تمام امور میں صبر و تحمل اور توقف پر اُبھار کر بے فکری وجلد بازی سے روکے رکھیں۔

چوتھی آفت: تکبر

تکبر کہتے ہیں خود کو بلند اور بڑا سمجھنے کو، یہ ایسی آفت ہے جو نیکی کا نام ونشان مٹا دیتی ہے کیا تم نے اللہ عَزَّوَجَلَّ کا یہ فرمان نہیں سنا:

اَبٰى وَ اسْتَكْبَرَ ٘ وَ كَانَ مِنَ الْكٰفِرِیْنَ ﴿۳۴﴾ ترجمۂ کنزالایمان: منکر ہوا اور غرور کیا اور کافر ہو گیا۔ (پ۱، البقرۃ: ۳۴)

اعمال کو خراب کرنے میں اس سے بڑھ کر کوئی آفت نہیں کیونکہ یہ ''اصل'' میں خرابی پیدا کرتی ہے کہ دین اور عقیدے کو خراب کرتی ہے اور جس میں پائی جائے اسے مزید چار مصیبتوں میں مبتلا کر دیتی ہے:

پہلی مصیبت: حق سے محروم رہنا اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کی نشانیوں کی معرفت اور احکام کو سمجھنے سے دل کا اندھا ہو جانا۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے:

سَاَصْرِفُ عَنْ اٰیٰتِیَ الَّذِیْنَ یَتَكَبَّرُوْنَ فِی الْاَرْضِ بِغَیْرِ الْحَقِّ ؕ (پ۹، الاعراف: ۱۴۶) ترجمۂ کنزالایمان: اور میں اپنی آیتوں سے انھیں پھیر دوں گا جو زمین میں ناحق اپنی بڑائی چاہتے ہیں۔

ایک مقام پر ارشاد فرمایا:

كَذٰلِكَ يَطْبَعُ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ قَلْبِ مُتَكَبِّرٍ جَبَّارٍ ﴿۳۵﴾ (پ۲۴، المؤمن: ۳۵)

ترجمۂ کنزالایمان: اللہ یوں ہی مہر کر دیتا ہے متکبر سرکش کے سارے دل پر۔

دوسری مصیبت: اللہ عَزَّوَجَلَّ تکبر کرنے والے پر غضب فرماتا اور ناراض ہوتا ہے۔ چنانچہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْتَكْبِرِيْنَ ﴿۲۳﴾ (پ۱۴، النحل: ۲۳)

ترجمۂ کنزالایمان: بے شک وہ مغروروں کو پسند نہیں فرماتا۔

تیسری مصیبت: دنیا کی ذلت ورسوائی، کیونکہ تکبُّر کرنے والا اس وقت تک دنیا سے نہیں جاتا جب تک اپنے گھر والوں اور خدام میں سے کمترین کے ہاتھوں ذلیل وخوار نہ ہو جائے جیسا کہ حریص کو اللہ عَزَّوَجَلَّ اس وقت تک موت نہیں دیتا جب تک اسے روٹی کے ایک ٹکڑے اور پانی کے ایک گھونٹ کے لئے ترسا نہ دے اور بندہ اس میں بھی آسانی نہیں پاتا اور شیخی مارنے والے کو اللہ عَزَّوَجَلَّ اس وقت تک موت نہیں دیتا جب تک اُس کی عزت اُس کے بول وبراز کے ذریعے خراب نہ کر دے اور جو ناحق تکبر کرے گا اللہ عَزَّوَجَلَّ ضرور اسے ذلیل وخوار کرے گا۔

چوتھی مصیبت: آخرت میں آگ اور عذاب میں مبتلا ہونا ہے جیسا کہ حدیثِ قدسی ہے اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے: اَلْكِبْرِيَاءُ رِدَائِيْ وَالْعَظَمَةُ اِزَارِيْ فَمَنْ نَازَعَنِيْ وَاحِدًا مِّنْهُمَا قَذَفْتُهٗ فِي النَّارِ یعنی بڑائی میری چادر اور عظمت میرا اِزار ہے تو جس نے ان دونوں میں سے کوئی ایک مجھ سے چھیننا چاہی میں اسے جہنم کی آگ میں ڈال دوں گا۔[1]

---

[1] ...ابوداود، کتاب اللباس، باب ماجاء فی الکبر، ۴/۸۱، حدیث: ۴۰۹۰

عظمت و کبریائی ایسی صفات ہیں جو اللہ عَزَّوَجَلَّ کے ساتھ خاص ہیں اس کے علاوہ کسی کے لئے جائز نہیں جیسا کہ آدمی کا ازار اور چادر اسی کے ساتھ خاص ہوتے ہیں۔ یہ انتہائی بلیغ تشبیہ اور جامع اختصاص ہے۔

جب تکبر تمہیں حق کی معرفت، اللہ عَزَّوَجَلَّ کی نشانیوں اوراس کے احکام کو سمجھنے سے روکتاہے جو کہ تمام امور کی اصل ہیں نیز یہ تکبر تمہیں اللہ عَزَّوَجَلَّ کی ناراضی، دنیامیں غم اور آخرت میں آگ میں جھونکتاہے تو عقلمند کی یہ شان نہیں کہ وہ خود سے غافل ہو جائے اور اجتناب کی راہ اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کی پناہ کو چھوڑ کر خود سے تکبر کو زائل نہ کرے اور توفیق دینے والا اللہ عَزَّوَجَلَّ ہی ہے۔

تکبر کا علاج:

تکبر کو تم سے دور کرنے والی چیز عاجزی و تواضع ہے۔ خود کو حقیر و کمتر خیال کرنے کا نام تواضع ہے اوراس کی دو قسمیں ہیں: (۱) تواضع عام اور (۲) تواضع خاص۔

تواضُع عام یہ ہے کہ کھانے، پینے، رہنے، اوڑھنے اور سواری وغیرہ میں معمولی چیز پر اِکتفا کرے۔ اس کے مقابلے میں تکبر یہ ہے کہ ہر معاملے میں اَرفع واَعلیٰ چیز چاہنا اور یہ کبیرہ گناہ اور بڑی خطا ہے۔

تواضُع خاص یہ ہے کہ ہر کمتر و برتر اور شریف شخص خود کو حق قبول کرنے کا عادی بنائے۔ اس کے مقابلے میں تکبر یہ ہے کہ خود کو حق بات سے بلند سمجھنا اور یہ بھی کبیرہ گناہ اور بڑی خطا ہے۔

تواضع عام اختیار کرنے پر جو باتیں تمہیں اُبھاریں گی اور تمہاری مدد کر کے تکبر کو تم سے دور کریں گی وہ یہ ہیں کہ تم آفات و گندگیوں کے لحاظ سے اپنی ابتدا وانتہا کو یاد کرو اور

اپنے موجودہ حال پر نظر رکھو جیسا کہ ایک بزرگ رَحمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے فرمایا: ”تیری ابتدا ایک گندہ قطرہ تھی اور تیری انتہا ایک سڑا ہوا مردار ہوگی اور ان دونوں کی درمیانی حالت میں تو پاخانہ اٹھائے پھر رہا ہے۔“ پھر تم کیسے تکبر کرتے ہو اور تم یہ نہیں دیکھتے کہ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ نے اعمال کو تیرے فعل کے ساتھ جاری فرمایا اور حقیقت میں یہ سب اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ ہی کے پیدا کرنے سے ہیں۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿۹۶﴾

(پ۲۳، الصّٰفّٰت: ۹۶)

ترجمۂ کنز الایمان: اور اللّٰہ نے تمہیں پیدا کیا اور تمہارے اعمال کو۔

اور پھر تم اعمال پر تکبر کیونکر کرتے ہو اور اس پر بھی نظر رکھو کہ ابھی اعمال کی قبولیت کا کوئی پتا نہیں کیونکہ آفات اور رکاوٹیں بہت زیادہ ہیں لہٰذا تمہارے تکبر کی کوئی وجہ نہیں۔ پھر اگر تمہارا تکبر حق بات کو قبول نہ کرنے والا ہو تو اُس شخص کی سزا کو یاد کرو جو حق سے منہ موڑ کر باطل میں منہمک ہو۔ بصیرت کے خواہش مند کے لئے اتنا ہی کافی ہے اور توفیق دینے والی ذات اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ ہی کی ہے۔

پیٹ کی حفاظت:

تمہارے لئے پیٹ کی حفاظت اور اصلاح بھی بہت ضروری ہے، کوشش کرنے والے کے لئے اس کی اصلاح بہت دشوار ہے، اس کا بگاڑ بہت زیادہ اور نقصان بہت بڑا ہے کیونکہ یہ سب اعضاء کا سرچشمہ و بنیاد ہے، دیگر اعضاء میں قوت و کمزوری اور عفت و سرکشی اسی پیٹ سے پہنچتی ہے۔ اگر تمہارے اندر اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کی عبادت کا عزم و ہمت ہے تو تم پر لازم ہے کہ پہلے پیٹ کو حرام اور شُبہ والی غذا سے بچاؤ پھر حلال میں بھی زائد از ضرورت سے بچو۔

حلال کے لئے چھان بین:

حرام اور شبہ والی غذا کی چھان بین کرنا تین باتوں کی وجہ سے تم پر لازم ہے:

پہلی بات یہ کہ جہنم کی آگ سے بچنے کے لئے چھان بین کرو کیونکہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

اِنَّ الَّذِیْنَ یَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ الْیَتٰمٰى ظُلْمًا اِنَّمَا یَاْكُلُوْنَ فِیْ بُطُوْنِهِمْ نَارًاؕ وَ سَیَصْلَوْنَ سَعِیْرًا۠ (۱۰) (پ۴، النسآء: ۱۰)

ترجمۂ کنزالایمان: وہ جو یتیموں کا مال ناحق کھاتے ہیں وہ تو اپنے پیٹ میں نِری آگ بھرتے ہیں اور کوئی دم جاتا ہے کہ بھڑکتے دھڑے (بھڑکتی آگ) میں جائیں گے۔

حضور نبی اکرم، شافعِ اُمَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "حرام سے پلنے بڑھنے والے ہر گوشت کے لئے آگ ہی زیادہ بہتر ہے۔"[1]

دوسری بات یہ کہ چھان بین اس لئے ضروری ہے کہ حرام اور شبہ والی غذا کھانے والا بارگاہِ الٰہی سے دور ہو جاتا ہے اور اسے عبادت کی توفیق نہیں ملتی کیونکہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی عبادت پاکیزہ انسان ہی کر سکتا ہے اور حرام کھانے والا تو نجاست و گندگی میں لتھڑا ہوتا ہے۔ دیکھو کہ جنبی کو مسجد میں داخل ہونے کی اجازت نہیں اور بے وضو شخص قرآن پاک نہیں چھو سکتا تو حرام کھانے والا تو ان سے زیادہ بُرا اور نجس ہے کیونکہ بے وضو یا جنبی ہونا تو جائز و مباح ہے جبکہ حرام کھانا حرام ہے۔

خزانۂ عبادت تک رسائی:

حضرت سیِّدُنا یحییٰ بن مُعاذ رازی عَلَیْہِ رَحْمَةُ اللّٰہِ الْوَالِی نے فرمایا: عبادت **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے خزانوں میں سے ایک خزانہ ہے، اس کی چابی دعا اور چابی کے دندانے حلال روزی ہے۔ اگر چابی کے

[1] ...ترمذی، کتاب السفر، باب ماذکر فی فضل الصلاۃ، ۲/۱۱۷، حدیث: ۶۱۴

دندانے نہ ہوں تو وہ دروازہ نہیں کھولتی اور جب دروازہ نہیں کھلے گا تو اندر موجود عبادت کے خزانے تک رسائی کیونکر ممکن ہے۔

تیسری بات یہ کہ چھان بین اس لئے لازم ہے کہ حرام اور مشتبہ غذا کھانے والا عبادت سے محروم رہتا ہے، اگر بالفرض وہ کوئی نیک کام کر بھی لے تو وہ قبول نہیں ہوتا اور منہ پر مار دیا جاتا ہے۔ یوں اسے تھکاوٹ و مشقت، بے فائدہ محنت اور وقت ضائع کرنے کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوتا۔

حُضور نبی اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: شب بیداری کر کے عبادت کرنے والے بہت سے لوگ صرف جاگنے کی مَشَقَّت اُٹھاتے ہیں اور بہت سے روزہ داروں کو روزے سے صرف بھوک پیاس ہی حاصل ہوتی ہے۔ [1]

حضرت سیِّدُنا ابنِ عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا نے فرمایا: **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اس شخص کی نماز قبول نہیں فرماتا جس کے پیٹ میں حرام ہو۔

زیادہ کھانے کی 10 آفات:

ضرورت سے زیادہ حلال کھانا بھی عبادت گزاروں اور اہلِ مجاہدہ کے لئے آفت وبَلا ہے، بالخصوص کثرت سے کھانے میں درج ذیل 10 آفتیں ہیں:

پہلی آفت: دل کا نور چلا جاتا ہے

زیادہ کھانے سے دل کا نور چلا جاتا اور دل سخت ہو جاتا ہے۔ حضور محسن کائنات صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: زیادہ کھانے پینے کے سبب اپنے دلوں کو مُردہ نہ کرو

[1]... دارمی، کتاب الرقاق، باب فی المحافظۃ علی الصوم، ۲/۳۹۰، حدیث: ۲۷۲۰، دون ذکر الجوع

کیونکہ دل بھی اس کھیت کی طرح مردہ ہو جاتا ہے جس پر پانی کی کثرت ہو جائے۔[1]

ایک بزرگ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: معدہ دل کے نیچے اُبلتی ہوئی ہنڈیا کی مانند ہے جس سے بخارات و دھواں دل کی طرف بلند ہو کر اسے گدلا کر دیتے ہیں۔

دوسری آفت: اعضاء میں فتنہ و فساد

زیادہ کھانے سے اعضاء میں فتنہ، جوش مارنا اور فساد کرنے کی رغبت پیدا ہوتی ہے کیونکہ جب آدمی سیر ہو تو اس کی آنکھیں حرام اور فضول چیزوں کو دیکھنے کی خواہش کرتی ہیں، کان سننے کی جستجو کرتے ہیں، زبان فضول اور حرام گفتگو میں پڑ جاتی ہے، شرمگاہ میں شہوت اُبھرتی ہے اور پاؤں غلط کاموں کی طرف اُٹھتے ہیں اور اگر انسان بھوکا ہو تو تمام اعضاء پُر سکون رہتے ہیں اور کسی فضول چیز کا لالچ کرتے ہیں نہ کسی کی طرف بڑھتے ہیں۔ اسی وجہ سے کہا گیا کہ "پیٹ ایسا عضو ہے اگر یہ بھوکا ہو تو تمام اعضاء سیر رہتے ہیں اور کچھ مطالبہ نہیں کرتے اور اگر پیٹ بھرا ہو تو تمام اعضاء بھوکے ہوتے ہیں اور مشغولیت کے طلبگار رہتے ہیں۔" پس آدمی کے افعال و اقوال اس کے کھانے پینے کے مطابق ہوتے ہیں اگر حرام اندر جائے گا تو باہر بھی حرام آئے گا، اگر فضول اندر جائے گا تو باہر بھی فضول آئے گا، کھانا اعمال کا بیج ہے اور اعمال اس کا پودا ہیں لہٰذا جیسا بیج ہو گا ویسا پودا اُگے گا۔

تیسری آفت: قوتِ فہم میں کمی

زیادہ کھانے سے علم و فہم میں کمی واقع ہوتی ہے کیونکہ پیٹ بھر کے کھانا قوتِ فہم کو ختم

---

1 ...عمدۃ القاری، کتاب الاطعمۃ، باب وقول اللہ تعالٰی: کلوا من طیبت ما رزقنکم، ۱۴/ ۳۸۵، تحت الحدیث: ۵۳۷۴

کر دیتا ہے۔ حضرت سیِّدُنا دارانی قُدِّسَ سِرُّہُ النُّوْرَانِی نے فرمایا: اگر تم دنیا یا آخرت کی کوئی حاجت پوری کرنا چاہو تو اسے پورا کرنے سے پہلے کچھ مت کھاؤ کیونکہ کھانا عقل کو مُتَغَیَّر کر دیتا ہے۔

چوتھی آفت: عبادت میں کمی

زیادہ کھانے سے سے عبادت میں کمی آتی ہے کیونکہ اگر انسان زیادہ کھالے تو اُس کا بدن بھاری ہو جاتا، نیند اُس پر غلبہ کرتی اور اُس کے اعضاء ڈھیلے پڑ جاتے ہیں۔ حضرت سیِّدُنا سفیان ثوری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: عبادت ایک پیشہ ہے، اس کی دکان تنہائی ہے اور اس کا ذریعہ بھوک ہے۔

پانچویں آفت: حلاوتِ عبادت کا ختم ہونا

زیادہ کھانے سے عبادت کی حلاوت ختم ہو جاتی ہے۔ امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا ابو بکر صدیق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے ارشاد فرمایا: میں جب سے مسلمان ہوا ہوں کبھی پیٹ بھر کر نہیں کھایا تاکہ عبادت کی حلاوت نصیب ہو اور جب سے اسلام قبول کیا ہے باری تعالٰی کی ملاقات کے شوق کے سبب کبھی سیر ہو کر نہیں پیا۔[1]

چھٹی آفت: حرام میں پڑنے کا خطرہ

زیادہ کھانے کی صورت میں حرام یا شُبہ والی غذا میں پڑنے کا خطرہ ہے۔ پیارے آقا، مدینے والے مصطفٰے صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: حلال تجھے بقدرِ ضرورت ہی ملے گا اور حرام تیرے پاس بے تحاشا آئے گا۔[2]

1... اصل کتاب میں چوتھی اور پانچویں آفت مذکور نہیں تھی لہٰذا ان کا خلاصہ "منہاج العابدین" سے درج کیا گیا ہے۔ از علمیہ

2... تخریج نہیں ملی۔ (علمیہ)

ساتویں آفت: دل اور بدن کی مصروفیت

زیادہ کھانے میں دل اور بدن کی مصروفیت ہے کہ پہلے اسے حاصل کرنا پھر تیار کرنا پھر کھانا اور پھر اس سے فارغ ہونے اور اس کی خرابیوں سے سلامتی کے ساتھ خلاصی پانے میں مصروف رہنا کیونکہ بعض اوقات اس سے خرابیاں اور بیماریاں پیدا ہوتی ہیں کیونکہ کھانا جب زیادہ مقدار میں معدے میں ہو تو وہ درست طریقے سے اسے ہضم نہیں کر پاتا یوں وہ بوجھ بن جاتا ہے اور ٹھنڈا ہونے کی صورت میں اس سے بلغم اور فاسد رطوبتیں پیدا ہوتی ہیں اور گرم ہو تو اس سے اخلاط (خون، بلغم، سوداء، صفراء) کو جلانے والی حرارت پیدا ہوتی ہے، پھر اُس سے جَلا ہوا بلغم پیدا ہوتا ہے یا وہ زرد رنگ کے کڑوے پانی میں بدل جاتا ہے اور یہ سب تجربہ سے ثابت ہے۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے محبوب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''ہر بیماری کی جڑ بد ہضمی ہے[1] اور ہر دوا کی اصل پرہیز ہے۔''[2] پھر یہ ہے کہ ایسا کرنا تمہیں دنیا کی شدید طلب، لوگوں سے امید اور وقت کی بربادی کا محتاج کر دے گا۔

آٹھویں آفت: امورِ آخرت میں پریشانی

زیادہ کھانے سے امورِ آخرت میں پریشانی کا سامنا کرنا پڑے گا مثلاً: موت کی سختیوں کی شدت۔ مروی ہے کہ ''موت کی سختی کی شدت دنیاوی لذّات کے حساب سے ہو گی۔'' پس جس کی لذّات زیادہ ہوں گی اس کی سختیاں بھی زیادہ ہوں گی۔

نویں آفت: ثواب میں کمی کا سامنا

زیادہ کھانے سے آخرت میں ثواب کی کمی کا سامنا کرنا پڑے گا۔ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

1... العلل المتناھیۃ، حدیث فی ذم کثرۃ الاکل، ۲/۶۶۷، حدیث: ۱۱۱۰۔ جامع صغیر، ص ۷۱، حدیث: ۱۰۸۷

2... تفسیر القرطبی، سورۃ الاعراف، تحت الآیۃ: ۳۱، ۷/۱۳۹

اَذۡهَبۡتُمۡ طَيِّبٰتِكُمۡ فِىۡ حَيَاتِكُمُ الدُّنۡيَا وَاسۡتَمۡتَعۡتُمۡ بِهَا‌ ۚ فَالۡيَوۡمَ تُجۡزَوۡنَ عَذَابَ الۡهُوۡنِ بِمَا كُنۡتُمۡ تَسۡتَكۡبِرُوۡنَ فِى الۡاَرۡضِ بِغَيۡرِ الۡحَقِّ وَبِمَا كُنۡتُمۡ تَفۡسُقُوۡنَ ﴿۲۰﴾ (پ۲٦، الاحقاف: ۲۰)

ترجمۂ کنزالایمان: تم اپنے حصّہ کی پاک چیزیں اپنی دنیا ہی کی زندگی میں فنا کر چکے اور انھیں برت چکے تو آج تمہیں ذلت کا عذاب بدلہ دیا جائے گا سزا اس کی کہ تم زمین میں ناحق تکبر کرتے تھے اور سزا اس کی کہ حکم عدولی کرتے تھے۔

پس جس قدر دنیا کی لذتوں سے لیا جائے گا آخرت کی لذتوں سے اُتنا ہی کم کر دیا جائے گا۔ امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عُمَر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے فرمایا: ”اگر آخرت نہ ہوتی تو ہم بھی تمہاری زندگی میں تمہارے ساتھ شریک ہوتے۔“

مطلب یہ کہ اگر آخرت کے ثواب کی کمی کا خوف نہ ہوتا تو ہم بھی دنیاوی زندگی میں لذتوں سے فائدہ اٹھانے والوں میں ہوتے۔

دسویں آفت: قیامت کی رسوائی کا اندیشہ

زیادہ کھانے میں ضرورت سے زیادہ لینے اور خواہشات کی طلب میں ادب ترک کرنے کی وجہ سے روزِ قیامت روکا جائے گا، حساب ہو گا، ملامت کی جائے گی اور شرم وعار دلائی جائے گی کیونکہ دنیا کے حلال پر حساب، حرام پر عذاب اور اس کی زینت پر ذلت ہے۔

یہ 10 آفات ہیں جن میں سے اپنے نفس پر نظر رکھنے والے کے لئے ایک بھی کافی ہے۔ تو اے عبادت میں کوشش کرنے والے! تم پر خوراک کے معاملے میں انتہائی احتیاط لازم ہے تاکہ تم حرام اور شُبہ والی غذا میں مبتلا نہ ہو ورنہ عذاب تمہارا مقدر ہو گا۔ پھر یہ کہ حلال کو بھی اتنا اختیار کرو جو اللہ عَزَّوَجَلَّ کی عبادت میں رُکاوٹ نہ بنے تاکہ تم کسی بُرائی میں نہ پڑو اور قیامت میں روکے جانے اور حساب سے بچ جاؤ اور توفیق عطا فرمانے والا اللہ عَزَّوَجَلَّ ہی ہے۔

حرام، مشتبہ اور مباح کا بیان

حرام و مشتبہ کی وضاحت:

خالص حرام وہ ہے جس کے بارے میں تمہیں یقین ہو یا ظنِ غالب ہو کہ یہ غیر کی ملکیت ہے یا پھر شریعت نے اس سے منع کیا ہے کیونکہ ظنِ غالب کثیر احکام میں یقین کے قائم مقام ہے۔ اگر کسی شے کے حلال و حرام ہونے میں تمہیں شک ہو جائے اور تمہارا گمان دونوں جانب برابر ہو کہ کسی ایک کو ترجیح نہ دے سکو تو یہ شُبہ کا مقام ہے۔ پس حرام سے بچنا فرض اور شبہ والی چیز سے پرہیز کرنا ورع اور تقویٰ ہے۔ شرع اور ورع کے حکم میں کوئی مخالفت نہیں ہے، شرع کا حکم آسانی و وُسعَت پر مشتمل ہوتا ہے جبکہ ورع کا حکم شدت واحتیاط پر مبنی ہوتا ہے لہٰذا ورع بھی شرع سے ہی ہے۔

ورع کا راستہ دشوار ہے:

حُکمِ شرع دو ہیں: (۱) جواز اور (۲) افضل۔ جو محض جائز ہو اسے حُکمِ شرع اور جو افضل و بہتر ہو اسے حُکمِ ورع کہا جاتا ہے۔ ورع و پرہیز گاری کے راستے پر چلنا دشوار ہے۔ جو راہِ آخرت پر چلنا چاہے وہ اپنے نفس اور دل کو سختیاں برداشت کرنے کے لئے مضبوط کرے ورنہ وہ اس راہ کو طے نہیں کر پائے گا، لہٰذا جو رختِ سفر باندھ لے اس پر لازم ہے کہ سختیاں برداشت کرے، اگر پہاڑوں میں رہے تو گھاس اور غیر مشکوک پھل کھا کر گزارہ کرے اور جو لوگوں کے درمیان رہ کر ورع و تقویٰ اختیار کرنا چاہے اور وہی کھائے جو لوگ کھاتے ہیں تو اس کھانے کو اپنے نزدیک ایک مردار کی طرح سمجھے کہ جس کی طرف بوقتِ ضرورت ہی بڑھا جاتا ہے اور اس میں سے بھی اتنا ہی کھائے جس کے سبب عبادت پر قوت حاصل ہو سکے اتنا کھانے میں وہ معذور ہے اور یہ اسے کوئی نقصان نہیں دے گا اگرچہ اس کی اصل میں کچھ شُبہ ہو۔

عُذر پیش کر کے روٹی کھاتے:

حضرت سیِّدُنا وُہَیب بن وَرْد عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْاَحَد کبھی ایک، کبھی دو اور کبھی تین دن خود کو بھوکا رکھتے پھر ایک روٹی لیتے اور بارگاہِ الٰہی میں عرض کرتے: الٰہی! تو جانتا ہے میں بغیر غذا کے عبادت کی طاقت نہیں رکھتا، مجھے کمزوری کا ڈر ہے اگر ایسا نہ ہوتا تو میں یہ بھی نہ کھاتا۔ الٰہی! اگر اس میں کوئی ناپاک یا حرام شے ملی ہے تو میری پکڑ نہ فرمانا۔ اس کے بعد آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ روٹی کو پانی میں تر کر کے کھالیتے۔

یہ بلند رُتبہ اصحابِ تقوٰی کا طریقہ ہے اور جو ان سے کم مرتبہ ہیں انہیں اپنی طاقت کے مطابق احتیاط ضروری ہے، جس قدر ان کی احتیاط ہو گی اسی قدر تقوٰی سے حصہ پائیں گے پس تم جتنی کوشش کرو گے اتنا پاؤ گے۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ نیک عمل کرنے والے کا اجر ضائع نہیں فرماتا اور وہ جانتا ہے جو کچھ وہ کرتے ہیں۔

مباح کی تین صورتوں کا بیان

غضبِ الٰہی کا مستحق:

پہلی صورت یہ ہے کہ بندہ فخر و بڑائی اور دکھاوے کے طور پر کوئی مباح چیز لے تو اب اس کا یہ لینا بُرا فعل ہے۔ اس فعل کے ظاہری لحاظ سے وہ بَروزِ قیامت روکے جانے، حساب و کتاب اور ذلت و ملامت کا مستحق ہو گا اور اس فعل کے باطنی اعتبار سے وہ عذاب دوزخ کا مستحق ہو گا اور باطنی فعل فخر و برائی ہے جس کا قصد و ارادہ گناہ ہے۔ چنانچہ فرمانِ باری تعالٰی ہے:

اَنَّمَا الْحَیٰوةُ الدُّنْیَا لَعِبٌ وَّ لَهْوٌ وَّ زِیْنَةٌ وَّ تَفَاخُرٌۢ بَیْنَكُمْ وَ تَكَاثُرٌ فِی الْاَمْوَالِ وَ الْاَوْلَادِؕ كَمَثَلِ غَیْثٍ اَعْجَبَ الْكُفَّارَ

ترجمۂ کنزالایمان: دنیا کی زندگی تو نہیں مگر کھیل کود اور آرائش اور تمہارا آپس میں بڑائی مارنا اور مال اور اولاد میں ایک دوسرے پر زیادتی چاہنا اس مینھ

نَبَاتُهٗ ثُمَّ یَهِیْجُ فَتَرٰىهُ مُصْفَرًّا ثُمَّ یَكُوْنُ حُطٰمًاؕ وَ فِی الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ شَدِیْدٌۙ (پ۲۷، الحدید: ۲۰)

کی طرح جس کا اگایا سبزہ کسانوں کو بھایا پھر سوکھا کہ تو اسے زرد دیکھے پھر روندن (پامال کیا ہوا) ہو گیا اور آخرت میں سخت عذاب ہے۔

رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”جو مباہات، بڑائی، فخر اور دکھاوے کی غرض سے دنیا کا حلال طلب کرے وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ سے اس حال میں ملے گا کہ ربّ تعالیٰ اس پر غضبناک ہو گا۔“[1] یہاں وعید اس لئے فرمائی کہ وہ اپنے دل سے اِس کا ارادہ کرتا ہے۔

حلال پر حساب، حرام پر پکڑ:

دوسری صورت یہ ہے کہ وہ جائز و مباح کو محض اپنی شہوتِ نفس کو پورا کرنے کے لیے استعمال کرے، یہ بھی بُرا ہے اور حبس یعنی روزِ قیامت روکے جانے اور حساب کا مستحق ہو گا۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے:

ثُمَّ لَتُسْـَٔلُنَّ یَوْمَىٕذٍ عَنِ النَّعِیْمِ۠ (۸) (پ۳۰، التکاثر: ۸)

ترجمۂ کنزالایمان: پھر بے شک ضرور اس دن تم سے نعمتوں سے پرسش ہو گی۔

سرورِ دوجہاں، رحمتِ عالمیاں صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”حَلَالُهَا حِسَابٌ وَّحَرَامُهَا عِقَابٌ یعنی دنیا کے حلال پر حساب اور حرام پر پکڑ ہے۔“[2]

چودھویں کے چاند جیسا چہرہ:

تیسری صورت یہ ہے کہ مباح کو بحالتِ مجبوری صرف اتنا استعمال کیا جائے جس سے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی عبادت پر قوت حاصل ہو سکے اور اسی پر قناعت کی جائے تو یہ بھلائی اور نیکی

1... مصنف ابن ابی شیبۃ، کتاب البیوع، باب فی التجارۃ والرغبۃ فیھا، ۵/۲۵۸، حدیث: ۷

2... مسند الفردوس، ۲/۲۹۷، حدیث: ۶۲۳۹

ہے اور ثواب و تعریف کا باعث ہے۔ چنانچہ اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے:

اُولٰٓىِٕكَ لَهُمْ نَصِیْبٌ مِّمَّا كَسَبُوْاؕ (پ۲، البقرۃ: ۲۰۲) ترجمۂ کنزالایمان: ایسوں کو ان کی کمائی سے بھاگ ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ کے محبوب، دانائے غیوب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: جس نے سوال سے بچنے، پڑوسی کی مدد کرنے اور اپنے اہل و عیال کی پرورش کے لئے حلال دنیا طلب کی وہ قیامت کے دن اس حال میں آئے گا کہ اس کا چہرہ چودھویں کے چاند کی طرح چمک رہا ہوگا۔[1]

درست نیت پر انعام:

بیان کردہ انعام اس وقت ہے جب وہ صرف نیک مقاصد کے لیے حلال طلب کرے اور توفیق دینے والا اللہ عَزَّوَجَلَّ ہی ہے، لہٰذا بہتر یہ ہے کہ وہ عبادتِ الٰہی پر مدد طلب کرنے کا قصد کرے اور دل میں یہ بات لائے کہ اگر اس سے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی عبادت پر قوّت حاصل کرنا نہ پایا جاتا تو میں یہ حلال بھی استعمال نہ کرتا۔ اس قصد و ارادے کے صحیح ہونے کی نشانی یہ ہے کہ وہ بقدرِ حاجت سے تجاوز نہ کرے۔

حساب و حبس کی وضاحت:

حساب سے مراد یہ ہے کہ قیامت کے دن اس سے پوچھا جائے گا: کہاں سے کمایا؟ کہاں خرچ کیا اور کس ارادے سے خرچ کیا؟ اور حبس سے مراد یہ ہے کہ حساب ہونے تک اُسے جنت سے روک کر میدان محشر کی ہولناکیوں اور دہشتوں میں بے لباس اور پیاسا چھوڑ دیا جائے گا اور یہ بڑی مصیبت ہے۔

1 ...مصنف ابن ابی شیبة، کتاب البیوع، باب فی التجارة والرغبة فیھا، ۵/۲۵۸، حدیث: ۷

قیامت میں ملامت کی وجہ:

شرم وعار کا سبب یہ ہے کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے بندے کو اپنی عبادت کے لئے پیدا فرمایا ہے پس وہ ہر جہت سے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا بندہ ہے اور بندے پر لازم ہے کہ ممکنہ حد تک ہر لحاظ سے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی عبادت کرے اور اپنے افعال کا محاسبہ رکھے۔ اب اگر اس نے ایسا نہ کیا اور اپنی خواہش کو ترجیح دی اور دنیا میں عبادت پر قدرت کے باوجود اپنے ربّ عَزَّوَجَلَّ کی عبادت سے غافل ہو گیا تو اس کی بنا پر وہ اپنے مالک سے ملامت وعار ہی کا مستحق ٹھہرے گا۔

نفس کی اصلاح اور اُسے تقوٰی کی لگام دینے کے متعلق جو باتیں ہیں یہاں اس کا خلاصہ بیان کر دیا گیا ہے تو تم ان کی رعایت کرو اور انہیں اچھی طرح محفوظ کر لو دونوں جہاں میں خیرِ کثیر ہاتھ آئے گی۔ اِنْ شَآءَ اللہ عَزَّوَجَلَّ اور **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اپنے فضل وکرم سے حفاظت فرمانے والا ہے اور اس گھاٹی کو عبور کرنا تمہیں دہشت زدہ نہ کرے کیونکہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی مدد ونصرت سے معاملہ آسان ہو جاتا ہے۔ دعا ہے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ تمہیں اور ہمیں توفیق عطا فرمائے بے شک وہ ہر مہم کے لئے کافی ہے۔

عبادت کے دو حصے، اکتساب اور اجتناب:

اے عزیز جان! خوب سمجھ لے عبادت کے دو حصے ہیں: (۱) اکتساب اور (۲) اجتناب۔ اکتساب سے مراد ہے نیک کام کرنا اور اجتناب سے مراد ہے گناہوں اور برائیوں کو چھوڑ دینا اور یہی تقوٰی ہے اور اِکتساب کے مقابلے میں اِجتناب ہر حال میں بہتر اور اشرف وافضل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ عبادت وریاضت اور مجاہدہ کا ابتدائی درجہ طے کرنے والے اپنی پوری توجہ ''اکتساب'' پر رکھتے ہوئے دن روزے اور رات عبادت میں بسر کرتے ہیں جبکہ عبادت گزاروں میں انتہائی درجہ والے اصحابِ بصیرت ''اجتناب'' پر متوجہ رہتے ہیں، ان کی یہی

کوشش ہوتی ہے کہ دل غَیْرُاللہ کی جانب مائل نہ ہو، پیٹ میں حلال بھی ضرورت سے زائد داخل نہ ہو، زبانیں بے فائدہ گفتگو سے بچی رہیں اور آنکھیں لغو و بے کار چیزوں کی طرف نہ اُٹھیں۔ چنانچہ ایک صاحبِ بصیرت نے فرمایا: ''ہر برائی سے خاموشی کو اپنا روزہ بنالو اور تکلیف پہنچانے سے رکنے کو اپنا صدقہ بنالو کیونکہ تم اس سے افضل شے کا صدقہ کرسکتے ہو نہ اس سے پاکیزہ شے کا روزہ رکھ سکتے ہو۔''

اِجتناب اِکتساب سے بڑھ کر ہے:

اس بات کو جاننے کے بعد اب اگر تم نے دونوں حصوں یعنی اکتساب اور اجتناب کو حاصل کر لیا تو تمہارا معاملہ مکمل اور مراد پوری ہو گئی اور تم نے سلامتی اور غنیمت دونوں کو پالیا اور اگر تم ایک ہی حصے تک پہنچ سکو تو پھر جانب اجتناب کو اختیار کرو سلامت رہو گے اگرچہ غنیمت حاصل نہ کر سکو ورنہ اکتساب و اجتناب دونوں جانبوں کا خسارہ اُٹھانا پڑے گا اور (صرف جانبِ ''اکتساب'' اختیار کرنے پر) تمہیں طویل دن کا روزہ بھی کوئی فائدہ نہیں دے گا کہ تم اسے (دکھاوے پر مشتمل) ایک ہی بات کہہ کر فاسد کر دو گے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت سیِّدُنا ابن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے پوچھا گیا: آپ ان دو شخصوں کے بارے میں کیا فرماتے ہیں جن میں سے ایک بہت نیکیاں اور بہت برائیاں کرتا ہے جبکہ دوسرا نیکیاں بھی کم کرتا ہے اور برائیاں بھی کم کرتا ہے؟ فرمایا: دونوں ہی برابر ہیں۔

ہر دوا کی اصل پرہیز ہے:

اس کی مثال مریض کی طرح ہے کیونکہ اس کے علاج کے بھی دو حصے ہوتے ہیں ایک حصہ دوا اور دوسرا پرہیز، اگر دونوں جمع ہو جائیں تو مریض بالکل ٹھیک اور تندرست ہو جاتا ہے ورنہ کم از کم پرہیز تو لازمی ہے کیونکہ بغیر پرہیز کے دوا فائدہ نہیں دیتی مگر بغیر

دوا پرہیز ضرور فائدہ دیتا ہے۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے پیارے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''اَصْلُ کُلِّ دَوَاءٍ اَلْحِمْیَۃُ یعنی ہر دوا کی اصل پرہیز ہے۔''[1] منقول ہے کہ اہل ہند مریض کا زیادہ تر علاج پرہیز سے کرتے ہیں، ان کے ہاں مریض کو چند دنوں تک کھانے، پینے اور گفتگو کرنے سے روک دیا جاتا ہے تو وہ تندرست ہو جاتا ہے۔ پس تم پر خوب واضح ہو گیا کہ تقویٰ ہی ہر معاملے کی اصل ہے اور اُس کے اہل اونچے درجہ والے لوگ ہیں لہٰذا تمہیں اس معاملے میں خوب کوشش اور توجہ کرنی چاہیے۔

چوتھی گھاٹی:

اے عبادت کے طلبگار! تجھ پر ان عوارض کو دور کرنا لازم ہے جو اللہ عَزَّوَجَلَّ کی عبادت سے روکتے ہیں۔ وہ عوارض چار ہیں: (۱)...رزق (۲)...ہلاکت خیز خیالات (۳)...تقدیر کا فیصلہ اور (۴)...تکالیف و سختیاں۔

پہلا عارضہ: رزق

تمہارا نفس تم سے رزق طلب کرتا ہے اس سے بچنے کی صورت توکُّل ہے تاکہ تم عبادت کے لئے فارغ ہو جاؤ اور نیکی کرنا تمہارے لئے آسان ہو جائے کیونکہ جو توکل نہیں کرتا وہ یقینی طور پر حاجت، مصلحت یا رزق کے سبب عبادتِ الٰہی سے دور ہو جاتا ہے۔ ان چیزوں میں اس کی مشغولیت ظاہری بھی ہوتی ہے اور باطنی بھی، ظاہری تو اس طرح کہ اپنے بدن سے محنت مَشَقَّت کر کے کمائے گا جیسا کہ عام لوگوں کا حال ہے اور باطنی اس طرح کہ دل میں طور طریقے سوچے گا اور ارادے کرے گا جیسا کہ عبادت میں کوشش

[1]...تفسیر القرطبی، سورۃ الاعراف، تحت الآیۃ: ۳۱، ۴/۱۳۹

کرنے والے وہ لوگ جن کے دل دنیاوی وسوسوں سے جڑے رہتے ہیں جبکہ عبادت تو دل اور بدن کی مکمل فراغت کی محتاج ہوتی ہے اور فراغت توکل کرنے والوں ہی کو نصیب ہوتی ہے بلکہ جس کا اعتقاد کمزور ہو اسے جب تک کچھ حاصل نہ ہو جائے تو وہ مطمئن نہیں ہوتا اور نہ ہی اس کا دنیاو آخرت کا مقصود پورا ہوتا ہے۔

بے باک اور متوکل:

دنیامیں دو ہی آدمیوں کا کام پورا ہوتا ہے:(۱) بے باک وناعاقبت اندیش اور (۲) توکل کرنے والا۔ پہلے کا اس لئے کہ وہ بھرپور قوت اور ایسے دل کی جرأت سے کاموں کا ارادہ کرتا ہے جو کسی روکنے والے پر توجہ دیتا ہے نہ کمزوری پیدا کرنے والے کسی خیال پر دھیان دیتا ہے، یوں اُس کی تقدیر میں لکھے اُس کے کام پورے ہو جاتے ہیں، وہ سمجھتا ہے میں اپنی بے باکی وجرأت سے کامیاب ہوا ہوں حالانکہ ایسا نہیں ہوتا بلکہ یہ تو وہ ہے جو اُس کے لئے لکھا جا چکا جس تک اُس نے لازمی پہنچنا تھا پس اسے تھکاوٹ و مَشَقَّت ہی کا فائدہ ہوتا ہے۔

دوسرا توکل کرنے والے کا کام پورا ہوتا ہے کیونکہ وہ قوّت، بصیرت اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کے وعدہ وضمانت پر کامل وپختہ یقین رکھتے ہوئے کاموں کا ارادہ کرتا ہے نہ کسی انسان کی طرف متوجہ ہوتا ہے کہ وہ اسے خوف میں ڈالے اور نہ کسی شیطان کی طرف کہ وہ اسے وسوسہ ڈالے تو یوں وہ مَقاصِد و مَطالِب میں کامیاب وکامران ہو جاتا ہے۔

پست ہمت لوگ:

جہاں تک تعلُّق ہے اُس شخص کا جو عقیدے میں کمزور ہو تو اس کی یہ کمزوری اسے بلند اُمور کی طرف بڑھنے سے روک دیتی ہے اور اس کی ہمت ٹوٹ جاتی ہے۔ پہلے تو وہ کسی بڑے کام کا ارادہ ہی نہیں کرتا اور اگر کر بھی لے تو وہ اس میں نہ کامیاب ہوتا ہے اور نہ ہی مکمل کر

پاتا ہے۔ کیا تم دنیا کا ارادہ کرنے والوں کو نہیں دیکھتے کہ وہ بھی کسی بلند مرتبے تک اسی وقت پہنچتے ہیں جب اپنے جذبات، مال اور اولاد سے توجہ ہٹا کر صرف مقصد پر نظر رکھتے ہیں۔ مثلاً بادشاہ بننے کے خواہشمند جنگیں کرتے اور دشمنوں سے مقابلے کرکے انہیں ہلاک کر دیتے یا اپنا تابعِ فرمان بنا لیتے ہیں۔ پھر کہیں جا کر انہیں بادشاہت واقتدار حاصل ہوتا ہے۔ یوں ہی تاجر لوگ خشکی اور تری کے نہایت خطرناک سفر اختیار کرتے ہیں، اپنی جانوں اور اپنے مالوں کو مشرق سے مغرب اور مغرب سے مشرق تک لے جاتے ہیں اور دلوں کو نَفْع یا نقصان کے لئے تیار کرتے ہیں، تب جا کر بڑے مَنافع، زیادہ مال اور اَعلیٰ و قیمتی اشیاء کے مالک بنتے ہیں اور ان کے برعکس چھوٹے اور عام دوکاندار دل کے کمزور اور عزم کے کچے ہوتے ہیں، ان میں دور دراز کا سفر کرنے کی ہمت و جرأت نہیں ہوتی بلکہ حقیر مال کے ساتھ ہی دل لگائے رکھتے ہیں، ایسے لوگ ساری عمر مکان سے دُکان اور دُکان سے مکان تک محدود رہتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ایسے لوگ بادشاہوں والے بڑے مرتبے تک پہنچ نہیں پاتے اور نہ ہی وہ بڑے تاجروں کی طرح کافی سرمایہ جمع کرپاتے ہیں، ایسوں کو اگر بازار میں اپنے سامان پر ایک دِرْہم کا نفع ہو جائے تو ان کے لئے یہ کثیر ہے کیونکہ انہوں نے تھوڑی شے سے اپنے دل کو جوڑ رکھا ہے۔

خدائی زمین کے بادشاہ:

یہ تو دنیا اور اہلِ دنیا کا حال ہے جبکہ توکُّل اختیار کرنے اور دل کو تمام تعلُّقات سے توڑنے والے جب توکل میں پختہ ہو جاتے اور حقیقی توکل کو پالیتے ہیں تو وہ ہر چیز سے فارِغ ہو کر خدا کی عبادت میں مشغول ہو جاتے ہیں، مخلوق سے کِنارہ کَشی کو اپنا دَستُور بنا لیتے ہیں، لَقْ ودَق صحراؤں میں، پہاڑوں کی چوٹیوں پر اور خطرناک گھاٹیوں میں زندگی بسر کرنا ان کے لئے آسان ہو جاتا ہے۔ ایسے لوگ سب سے طاقتور اور باہمت ہو جاتے ہیں در حقیقت یہی باہمت

لوگ دین کے ستون، تمام لوگوں سے مُعَزَّز اور خدائی زمین کے بادشاہ کہلانے کے حقدار ہوتے ہیں کہ جہاں چاہتے ہیں جاتے ہیں جہاں چاہتے ہیں قیام کرتے ہیں اور علم و عمل کی مشکل ترین منزلوں کو طے کرتے ہیں، کوئی چیز ان کے مقصد میں رُکاوٹ نہیں بنتی، ساری زمین ان کے سامنے ہوتی ہے اور ماضی، حال اور مستقبل ان کے لئے ایک ہوتا ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ کے محبوب، دانائے غیوب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اپنے فرمانِ عالیشان میں اسی طرف ارشارہ فرمایا کہ ''جو لوگوں میں سب سے زیادہ عزت والا ہونا چاہے وہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ سے ڈرے، جو لوگوں میں سب سے زیادہ طاقت ور ہونا چاہے وہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ پر توکل کرے اور جو سب سے زیادہ مال دار ہونا چاہے وہ اپنے پاس موجود شے سے زیادہ اس پر بھروسا کرے جو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے پاس ہے۔''[1]

حضرت سیِّدُنا سلیمان خواص عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْوَھَّاب نے فرمایا: جو سچی نیت سے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ پر توکل کرے تو امیر غریب سب اس کے محتاج ہو جائیں گے اور وہ کسی کا محتاج نہ ہو گا کیونکہ اس کا مالک عَزَّوَجَلَّ ہر شے سے بے پرواہ اور سب خوبیوں سراہا ہے۔

مضبوط توکل والا لڑکا:

حضرت سیِّدُنا ابراہیم خواص عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْوَھَّاب فرماتے ہیں: ایک مرتبہ میں نے جنگل میں ایک انتہائی خوبصورت لڑکا دیکھا تو اس سے پوچھا: کہاں جا رہے ہو؟ اس نے کہا: مکۂ مکرمہ۔ میں نے کہا: زادِراہ اور سواری کے بغیر؟ اس نے کہا: اے کمزور یقین والے! جو ذات آسمانوں اور زمین کی حفاظت کرنے پر قادر ہے وہ مجھے زادِراہ اور سواری کے بغیر مکۂ مکرمہ پہنچانے پر بھی قادر ہے۔ آپ رَحمَۃُ اللہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں:

1 ...مستدرک حاکم، کتاب الادب، لاتتکلموا بالحکمۃ عند الجاھل، ۴/ ۳۸۴، حدیث: ۷۷۷۹

جب میں مکۂ مکرمہ پہنچا تو دیکھا کہ وہ لڑکا طواف کرتے ہوئے یہ اشعار پڑھ رہا ہے:

یَا نَفْسِ سِیْحِی اَبَدًا وَ لَا تُحِبِّیْ اَحَدًا

اِلَّا الْجَلِیْلَ الصَّمَدًا یَا نَفْسِ مُوْتِیْ کَمَدًا

ترجمہ: اے میرے نفس! ہمیشہ سیر وسیاحت میں رہ اور بڑے بے نیاز کے سوا کسی کو اپنا دوست نہ بنا، اے میرے نفس! غم کو چھپا کر مر جا۔

جب اس لڑکے نے مجھے دیکھا تو کہا: اے شیخ! کیا ابھی تک اسی کمزور یقین پر ہو۔

انوکھا زادِ راہ:

حضرت سیِّدُنا ابو مطیع عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْبَدِیْع نے حضرت سیِّدُنا حاتم اصم رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ سے کہا: میں نے سنا ہے آپ بغیر زادِ راہ کے محض اللہ عَزَّوَجَلَّ کے بھروسے پر جنگلوں کا سفر کرتے ہیں۔ آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے فرمایا: چار چیزیں میرا زادِراہ ہیں۔ انہوں نے پوچھا: وہ کون سی؟ فرمایا: (۱)...میں دنیا و آخرت کو اللہ عَزَّوَجَلَّ کی ملک سمجھتا ہوں (۲)...تمام مخلوق کو اللہ عَزَّوَجَلَّ کا محتاج سمجھتا ہوں (۳)...تمام رزق اور اسباب اللہ عَزَّوَجَلَّ کے قبضے میں سمجھتا ہوں اور (۴)...اللہ عَزَّوَجَلَّ کا حکم ساری زمین پر نافذ سمجھتا ہوں۔

بڑی آفت اور ہماری غفلت:

اللہ عَزَّوَجَلَّ پر توکل کے سبب انسان بڑے خطرے اور نقصان سے سلامت رہتا ہے اور وہ خطرہ ہے ضمانتِ الٰہی کو کافی نہ سمجھنا اور اس کی تفصیل یہ ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے پیدا کرنے کے ساتھ روزی کو ملاتے ہوئے ارشاد فرمایا:

خَلَقَكُمْ ثُمَّ رَزَقَكُمْ ترجمۂ کنزالایمان: تمہیں پیدا کیا پھر تمہیں روزی دی۔

(پ۲۱، الروم: ۴۰)

یہ دلیل ہے کہ پیدا کرنے کی طرح رزق بھی اللہ عَزَّوَجَلَّ کی جانب سے ہے کسی اور کی طرف سے نہیں، پھر اسی پر اِکتفا نہیں فرمایا بلکہ رزق دینے کا وعدہ بھی کیا، ارشادِ ربانی ہے:

اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الرَّزَّاقُ (پ۲۷، الذٰریٰت: ۵۸) ترجمۂ کنزالایمان: بے شک اللہ ہی بڑا رزق دینے والا۔

پھر وعدے پر اِکتفا نہیں فرمایا بلکہ اپنے ذِمَّۂ کرم پر لیا۔ ارشاد فرماتا ہے:

وَ مَا مِنْ دَآبَّةٍ فِی الْاَرْضِ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا (پ۱۲، ھود: ٦) ترجمۂ کنزالایمان: اور زمین پر چلنے والا کوئی ایسا نہیں جس کا رزق اللہ کے ذمّۂ کرم پر نہ ہو۔

پھر ذمّہ لینے پر بھی اِکتفا نہیں فرمایا بلکہ قسم ارشاد فرمائی:

فَوَرَبِّ السَّمَآءِ وَ الْاَرْضِ اِنَّهٗ لَحَقٌّ مِّثْلَ مَاۤ اَنَّكُمْ تَنْطِقُوْنَ ﴿۲۳﴾ (پ۲٦، الذٰریٰت: ۲۳) ترجمۂ کنزالایمان: تو آسمان اور زمین کے رب کی قسم بے شک یہ قرآن حق ہے ویسی ہی زبان میں جو تم بولتے ہو۔

اب ان تمام باتوں پر بھی اِکتفا نہیں فرمایا بلکہ ہمیں ڈرایا اور توکل کرنے کی تاکید کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

وَ تَوَكَّلْ عَلَى الْحَیِّ الَّذِیْ لَا یَمُوْتُ (پ۱۹، الفرقان: ۵۸) ترجمۂ کنزالایمان: اور بھروسہ کرو اس زندہ پر جو کبھی نہ مرے گا۔

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

وَ عَلَى اللّٰهِ فَتَوَكَّلُوْۤا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ﴿۲۳﴾ (پ٦، المآئدۃ: ۲۳) ترجمۂ کنزالایمان: اور اللہ ہی پر بھروسہ کرو اگر تمہیں ایمان ہے۔

پس جو شخص اللہ عَزَّوَجَلَّ کے قول پر اِعتبار نہ کرے، اس کے وعدے کو کافی نہ سمجھے،

اس کے ذِمّہ لینے اور اس کی قسم پر مطمئن نہ ہو پھر اس کے وعدے، وَعید اور حکم کی کوئی پروانہ کرے تو دیکھو کہ اس کا کیا حال ہوتا ہے اور کس مصیبت میں پھنستا ہے۔ خدا کی قسم! یہ بہت بڑی آفت ہے اور ہم اس سے انتہائی غافل ہیں۔

یقین کی کمزوری:

باذنِ پروردگار، غیبوں پر خبر دار صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ایک مرتبہ حضرت سیِّدُنا ابن عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے ارشاد فرمایا: "اس وقت تمہاری کیا حالت ہوگی جب تم ایسے لوگوں کے درمیان ہوگے جو یقین کی کمزوری کے باعث سال بھر کا رزق جمع کریں گے[1]۔"[2]

1...اخلاق النبی و آدابہ، باب فی زھدہ، ص۱۵۹، حدیث: ۸۳۱

2...دعوتِ اسلامی کے اشاعتی ادارے مکتبۃ المدینہ کے مطبوعہ 39 صفحات پر مشتمل رسالہ "خزانے کے انبار" صفحہ 29 تا 36 پر شیخِ طریقت، امیرِ اہلسنّت، بانیِ دعوتِ اسلامی حضرت علامہ مولانا ابوبلال محمد الیاس عطّار قادری رضوی دَامَتْ بَرَکَاتُہُمُ الْعَالِیَہ مال جمع کرنے کے حوالے سے کچھ یوں تحریر فرماتے ہیں: میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! مال جمع کرنے نہ کرنے کی صورتوں کے متعلّق بارگاہِ رضویت میں ہونے والے "سُوال وجواب" کے مختلف اِقتباسات پیش کرتا ہوں، اِنْ شَآءَ اللہ عَزَّوَجَلَّ آپ کی معلومات میں بے حد اِضافہ ہوگا۔ سُوال: ایک شخص جو اَہل و عِیال (یعنی بال بچے) رکھتا ہے اپنی ماہانہ یا سالانہ آمدنی سے بِلا اِفراط وتَفریط (یعنی بغیر کمی وزیادتی کے) اپنے بال بچّوں پر خَرچ کر کے بقایا خدا کی راہ میں دیتا ہے آئندہ کو اَہل و عیال کے واسطے کچھ نہیں رکھتا، دوسرا اپنی آمدنی سے بچّوں پر ایک حصّہ خَرچ کرکے دوسرا حصّہ خیرات کرتا اور تیسرا حصّہ آئندہ انکی ضَرورتوں میں کام آنے کی غَرَض سے رکھ چھوڑنے کو اچّھا جانتا ہے، ان دونوں میں افضل کون ہے؟ الجواب: حُسنِ نیّت (یعنی اچّھی نیّت) سے دونوں صورتیں محمود (بہت خوب) ہیں اور بَاختِلافِ اَحوال (یعنی حالات مختلف ہونے کی وجہ سے) ہر ایک (کبھی) افضل، کبھی واجب، وَلِہٰذا اس بارے میں احادیث بھی مختلف آئیں اور سَلَفِ صالِح (یعنی بزرگانِ دین) کا عمل بھی مختلف رہا۔

اَقُوْلُ وَبِاللہِ التَّوْفِیق (اللہ عَزَّوَجَلَّ کی توفیق سے میں کہتا ہوں) اس میں قولِ مُوجَز و جامع (یعنی مختصر وجامع قول) اِنْ شَآءَ اللہ عَزَّوَجَلَّ یہ ہے کہ آدمی دو قسم (کے) ہیں: (۱) مُنْفَرِد کہ تنہا ہو اور (۲) مُعِیل کہ عِیال (یعنی بال بچے وغیرہ) رکھتا ہو، سُوال اگرچہ مُعِیل سے مُتعلِّق ہے مگر ہر مُعِیل اپنے حقِّ نفس (یعنی خود اپنے بارے) میں مُنفَرِد اور اس...

......پر اپنے نفس (یعنی اپنی ذات) کے لحاظ سے وُہی اَحکام ہیں جو مُنْفَرِد پر ہیں لہٰذا دونوں کے اَحکام سے بَحث درکار۔

﴿1﴾...وہ اَہْلِ اِنْقِطَاع وَتَبَتُّل اِلَی اللہ اَصحابِ تَجْرِید وَتَفْرِید (یعنی ایسے لوگ جنہوں نے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی خاطِر دنیا سے کَنارہ کَشی اختیار کرلی ہو اوران پر اہل وعِیال کی ذِمّے داری نہ ہو یا انکے اہل وعِیال ہی نہ ہوں) جنھوں نے اپنے رب سے کچھ (مال) نہ رکھنے کا عَہد باندھا (وعدہ کیا) ان پر اپنے عَہْد کے سبب تَرکِ اِدِّخار (یعنی مال جمع نہ کرنا) لازِم ہوتا ہے اگر کچھ بچا رکھیں تو نَقْضِ عَہْد (یعنی وعدہ خِلافی) ہے اور بعدِ عہد پھر جَمع کرنا ضَرور ضُعْفِ یقین سے نَاشِیٔ (یعنی یقین کی کمزوری کی وجہ سے ہے) یا اُس کا مُوْہِم (یعنی وہم ڈالنے والا) ہوگا، ایسے (حضرات) اگر کچھ بھی ذَخیرہ کریں مستحقِ عِقاب (یعنی سزا کے حق دار) ہوں۔

﴿2﴾...فَقر وتوکُّل ظاہِر کر کے صَدَقات لینے والا اگر یہ حالت مُسْتَمِر (مُس۔ت۔مِر یعنی برقرار) رکھنا چاہے تو اُن صَدَقات میں سے کچھ جمع کر رکھنا اُسے ناجائز ہوگا کہ یہ دھوکا ہوگا اوراب جو صَدَقہ لے گا حرام وخبیث ہوگا۔

﴿3﴾...جسے اپنی حالت معلوم ہو کہ حاجت سے زائد جو کچھ بچا کر رکھتا ہے نَفس اُسے طُغیان وعِصیان (یعنی سرکشی ونافرمانی) پر حامِل ہوتا (یعنی اُبھارتا)، یا کسی مَعصِیَت (یعنی نافرمانی) کی عادت پڑی ہے اُس میں خَرچ کرتا ہے تو اُس پر مَعصِیَت سے بچنا فرض ہے اور جب اُس کا یِہی طریقہ مُعَیَّن (مُ۔عَیْ۔یَنْ یعنی مُقرّر) ہو کہ باقی مال اپنے پاس نہ رکھے تو اِس حالت میں اس پر حاجت سے زائد سب آمَدَنی کو مَصارِفِ خَیر (یعنی بھلائی کے کاموں) میں صَرف کر دینا لازِم ہوگا۔

﴿4﴾...جو ایسا بے صَبرا ہو کہ اگر اُسے فاقہ پہنچے تو مَعَاذَ اللہ رب عَزَّوَجَلَّ کی شکایت کرنے لگے اگرچہ صِرف دل میں، نہ زَبان سے، یا طُرُقِ ناجائزہ (یعنی ناجائز طریقوں) مِثْلِ سَرقہ (س۔رِ۔قَہ یعنی چوری) یا بھیک وغیرہ کا مرتکِب ہو، اس پر لازِم ہے کہ حاجت کے قَدَر جَمع رکھے، اگر پیشہ وَر ہے کہ رَوز کا رَوز کھاتا ہے، تو ایک دن کا، اور ملازِم ہے کہ ماہوار ملتا ہے یا مکانوں دکانوں کے کرائے پر بسر ہے کہ (کرایہ) مہینہ پیچھے آتا ہے، تو ایک مہینے کا اور زمیندار ہے کہ فصل (چھ ماہ) یا سال پر پاتا ہے تو چھ مہینے یا سال بھر کا اور اصل ذَرِیعۂ مَعاش مَثَلاً آلاتِ حرفَت (یعنی کام کے اَوزار) یا دکان مکان دیہات بَقَدرِ کِفایت کا باقی رکھنا تو مُطلقًا اس پر لازِم ہے۔

﴿5﴾...جو عالِمِ دین مُفتیٔ شَرع یا مُدافِعِ بِدع (بدمذہبیت کو روکنے والا) ہو اور بیتُ المال سے رِزق نہیں پاتا، جیسا (کہ اب) یہاں ہے، اور وہاں اس کا غیر (یعنی کوئی دوسرا) ان مَناصبِ دِینیہ (یعنی دینی مَنصَبوں) پر قِیام نہ کرسکے کہ اِفتا (فتویٰ دینے) یا دَفعِ بِدعات میں اپنے اَوقات کا صَرف کرنا اس پر فرضِ عَین ہو اور وہ مال وجائداد رکھتا ہے جس کے باعث اُسے غَنا (مالی طور پر مضبوطی) اور ان فرائضِ دِینیہ کے لیے فارِغُ البالی ہے (یعنی روزگار وغیرہ سے بے فکری...

......ہے) کہ اگر (سارا ہی مال) خَرچ کر دے مُحتاجِ کَسب (یعنی کام کاج کرنے کا محتاج) ہو اور ان اُمور (یعنی ان دینی فریضوں کی ادائیگی) میں خَلَل پڑے، اس پر بھی اَصل ذَرِیعے کا اِبقا (یعنی باقی رکھنا) اور آمَدَنی کا بَقدرِ مذکور جَمع رکھنا واجِب ہے۔

﴿6﴾... اگر وہاں اور بھی عالِم یہ کام کر سکتے ہوں تو اِبقاء و جمعِ مذکور (حسبِ ضَرورت مال جمع کرنا اور مال کے ذرائع باقی رکھنا) اگرچہ واجِب نہیں مگر اَہَم و مُؤکَّد (سخت تاکید کیا ہوا) بیشک ہے کہ عِلمِ دین و حمایتِ دین کے لیے فَراغ بال (یعنی خوشحالی)، کَسبِ مال (یعنی مال کمانے) میں اِشتِغال (یعنی مشغول ہونے) سے لاکھوں درجے افضل ہے مَعہٰذا (یعنی اسی کے ساتھ) ایک سے دو اور دو سے چار بھلے ہوتے ہیں، ایک (عالم) کی نظر کبھی خطا کرے تو دوسرے (عُلَماء) اُسے صَواب (یعنی صحیح بات) کی طرف پھیر دیں گے، ایک (عالم) کو مرض وغیرہ کے باعث کچھ عُذر پیش آئے تو جب اور (عُلماء) موجود ہیں کام بند نہ رہے گا لہٰذا تَعَدُّدِ عُلَمائے دین (علمائے دین کی کثرت) کی طرف ضَرور حاجت ہے۔

﴿7﴾... عالم نہیں مگر طلبِ علمِ دین میں مشغول ہے اور کَسب میں اِشتِغال (مال کمانے میں مشغول ہونا) اُس (یعنی علمِ دین کی طلب) سے مانِع (یعنی روکنے والا) ہو گا تو اس پر بھی اُسی طرح اِبقاء و جمع مَسطُور آکد و اَہَم ہے (یعنی اس کے لئے بھی حسبِ ضَرورت مال جمع کرنا اور مال کے ذارئع کو باقی رکھنا بہُت اَہَم و ضَروری ہے)۔

﴿8﴾... تین صورَتوں میں جَمع مَنع ہوئی، دو میں واجِب، دو میں مُؤکَّد (یعنی تاکیدی اور) جو ان آٹھ (قِسموں) سے خارِج ہو، وہ اپنی حالت پر نظر کرے اگر جَمع نہ رکھنے میں اس کا قلب پریشان ہو، توجُّہ بَعبادت و ذِکرِ الٰہی میں خَلَل پڑے تو بمعنیٔ مَذکور بَقدرِ حاجت جَمع رکھنا ہی افضل ہے اور اکثر لوگ اِسی قسم کے ہیں۔

﴿9﴾... اگر جَمع رکھنے میں اس کا دل مُتَفَرِّق (یعنی مُنتَشِر) اور مال کے حفظ (یعنی حفاظت) یا اس کی طرف مَیلان (جُھکاؤ) سے مُتَعَلِّق ہو تو جمع نہ رکھنا ہی افضل ہے کہ اَصل مقصود ذِکرِ الٰہی کے لیے فَراغ بال (فارِغ ہونا) ہے جو اُس میں مُخِل (خلل ڈالنے والا) ہو وُہی ممنوع ہے۔

﴿10﴾... جو اصحاب نُفُوسِ مُطْمَئِنَّہ (یعنی اَہلِ اطمینان) ہوں، (کہ) نہ عَدَم مال (مال نہ ہونے) سے اُن کا دل پریشان (ہو) نہ وُجُودِ مال (یعنی مال ہونے) سے اُن کی نظر (پریشان ہو)، وہ مُختار ہیں (یعنی بااختیار ہیں کہ چاہیں تو بقیہ مال صَدَقہ وخیرات کر دیں یا اپنے پاس ہی رکھیں)۔

﴿11﴾... حاجت سے زیادہ کا مَصارِفِ خیر (یعنی اچّھی جگہوں) میں صَرف (خَرچ) کر دینا اور جَمع نہ رکھنا صورتِ سوُم میں تو واجب تھا باقی جُملہ صُوَر (یعنی دیگر تمام صورتوں) میں ضَرور مطلوب (یعنی پسندیدہ)، اور جوڑ کر (یعنی جمع) رکھنا اس کے حق میں ناپسند و مَعیوب کہ مُنْفَرِد کو اس کا جوڑنا طولِ اَمَل (یعنی لمبی اُمّید) یا حُبِّ دُنیا (یعنی دنیا کی مَحَبَّت) ہی سے ناشی (یعنی پیدا) ہو گا۔ (مطلب یہ کہ مال جمع کرنا لمبی اُمّید یا دُنیا سے مَحبّت ہی کی وجہ سے ہو گا اور یہ دونوں صورتیں اچّھی نہیں ہیں) ......

حضرت سیِّدُنا حسن بصری عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: اللہ عَزَّوَجَلَّ کی لعنت ہو ایسے

......فرمانِ مصطفٰے صَلَّی اللہُ تَعالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ہے: ''دُنیا میں یُوں رہ گویا تُو مسافر بلکہ راہ چلتا ہے اور اپنے آپ کو قبر میں سمجھ کر صبح کرے تو دل میں یہ خیال نہ لا کہ شام ہوگی اور شام ہو تو یہ نہ سمجھ کہ صبح ہوگی۔''

(تِرمِذی، کتاب الفتن، باب ما جاء فی قصر الامل، ۴/۱۴۹، حدیث: ۲۳۴۰، دار الفکر بیروت)

سلطانِ مدینہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ایک موقع پر ارشاد فرمایا: یَاۤاَیُّھَا النَّاسُ اَمَا تَسْتَحْیُوْنَ اے لوگو! کیا تمہیں شرم نہیں آتی؟ حاضِرین نے عَرض کی: یارسولَ اللہ! کس بات سے؟ فرمایا: جمع کرتے ہو جو نہ کھاؤ گے اور عمارت بناتے ہو جس میں نہ رہو گے اور وہ آرزُوئیں باندھتے ہو جن تک نہ پہنچو گے اس سے شرماتے نہیں۔

(معجم کبیر، ۲۵/۱۷۲، حدیث: ۴۲۱، دار احیاء التراث العربی بیروت)

حضرتِ سیِّدُنا اُسامہ بن زید رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے ایک مہینے کے وعدے پر ایک کنیز سو دینار کو خریدی، رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: کیا اُسامہ سے تعجُّب نہیں کرتے جس نے ایک مہینے کے وَعدے پر (کنیز) خریدی، بیشک اُسامہ کی امّید لمبی ہے، قسم اس کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! میں تو جب آنکھ کھولتا ہوں یہ گمان ہوتا ہے کہ پلک جھپکنے سے پہلے موت آجائیگی اور جب پیالہ منہ تک لے جاتا ہوں کبھی یہ گمان نہیں کرتا کہ اس کے رکھنے تک زندہ رہوں گا اور جب کوئی لقمہ لیتا ہوں گمان ہوتا ہے کہ اسے حَلق سے اُتارنے نہ پاؤں گا کہ موت اُسے گلے میں روک دے گی، قسم اس کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! بیشک جس بات کا تمہیں وعدہ دیا جاتا ہے ضَرور آنے والی ہے تم تھکا نہ سکو گے۔ (الترغیب والترھیب، کتاب التوبۃ والزھد، الترکیب فی ذکر الموت...الخ، ۴/۱۰۸، حدیث: ۵۱۲۷، دار الفکر بیروت)

یہ سب (تو) مُنْفَرِد کا بیان (ہے) رہا عِیال دار (تو) ظاہِر ہے کہ وُہ اپنے نَفس کے حق میں ''مُنْفَرِد'' ہے، تو خود اپنی ذات کے لیے اُسے اُنہیں اَحکام کا لحاظ چاہئے اور عِیال کی نظر سے اُس کی صورتیں اور ہیں ان کا بیان کریں۔

﴿12﴾... عِیال کی کَفالَت شَرع نے اِس پر فَرض کی، وہ ان کو تَوَکُّل و تَبَتُّل (دنیا سے کَنارہ کشی) وَصَبْرٌ عَلَی الْفَاقَہ (یعنی اور بھوک پیاس سے صبر) پر مجبور نہیں کر سکتا، اپنی جان کو جتنا چاہے کَسے (یعنی آزمائش میں ڈالے) مگر اُن (یعنی بال بچّوں) کو خالی چھوڑنا اس پر حرام ہے۔

﴿13﴾... وہ جس کی عِیال میں صورت چہارُم کی طرح بے صبرا ہو اور بے شک بَہُت عوام ایسے نکلیں گے تو اس کے لحاظ سے تو اس پر دوہرا وُجُوب ہو گا کہ قَدرِ حاجت جَمع رکھے۔

﴿14﴾... ہاں جس کی سب عِیال (یعنی بال بچّے) صابِر و مُتَوَکِّل ہوں اُسے رَوا (جائز) ہو گا کہ سب (مال) راہِ خدا میں خَرچ کر دے۔ (فتاوٰی رضویہ، ۱۰/۳۱۱ تا ۳۲۷، مختصراً)

لوگوں پر جنہیں اللہ عَزَّوَجَلَّ کی قسموں کا بھی یقین نہیں۔

جب یہ آیتِ مبارکہ نازل ہوئی:

فَوَرَبِّ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ اِنَّهٗ لَحَقٌّ (پ۲۶، الذّٰریٰت: ۲۳)

ترجمۂ کنزالایمان: تو آسمان اور زمین کے رب کی قسم بے شک یہ قرآن حق ہے۔

تو فرشتوں نے کہا: بنی آدم کے لئے ہلاکت ہو انہوں نے اپنے ربّ عَزَّوَجَلَّ کو ناراض کیا حتّٰی کہ اس نے انہیں رزق دینے پر قسم ارشاد فرمائی۔

عبادت کب قبول ہوگی؟

حضرت سیِّدُنا اویس قرنی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْغَنِی نے فرمایا: اگر تو اللہ عَزَّوَجَلَّ کی عبادت زمین وآسمان والوں جتنی بھی کرلے پھر بھی تجھ سے قبول نہیں کی جائے گی حتّٰی کہ تو اس کی تصدیق کرے۔ پوچھا گیا: تصدیق سے کیا مراد ہے؟ فرمایا: اللہ عَزَّوَجَلَّ نے تیرے رزق کا جو ذمہ لیا ہے تو اس پر ایمان رکھے اور تیرا جسم اس کی عبادت کے لئے فارغ ہو۔

شک میں مبتلا دل:

حضرت سیِّدُنا ہرم بن حیان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْمَنَّان نے حضرت سیِّدُنا اویس قرنی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْغَنِی سے پوچھا: آپ مجھے کس جگہ رہنے کا مشورہ دیتے ہیں؟ آپ نے اپنے ہاتھ سے ملک شام کی طرف اشارہ کیا۔ انہوں نے پوچھا: وہاں گزر بسر کیسے ہو گی؟ فرمایا: افسوس ہے ان دلوں پر جو شک میں مبتلا ہو گئے اب انہیں کوئی نصیحت فائدہ نہیں دیتی۔

998 چہرے قبلے سے پھر گئے:

ایک کفن چور نوجوان نے حضرت سیِّدُنا ابویزید بسطامی قُدِّسَ سِرُّہُ السَّامِی کے ہاتھ پر توبہ کی تو آپ نے اس سے اُس کا معاملہ دریافت کیا تو اس نے کہا: میں نے ایک ہزار قبریں کھودی

ہیں اور ان میں سے دو کے علاوہ سب کے چہرے قبلے سے پھرے ہوئے تھے۔ آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ نے فرمایا: رزق کے معاملے میں بدگمانی نے ان مسکینوں کے چہرے قبلے سے پھیر دیئے۔

توکل کا معنیٰ و مفہوم:

توکل کا لغوی معنیٰ یہ ہے کہ دوسرے کو اپنے معاملات کی انجام دہی کا وکیل بنانا، توکل کا اطلاق اُس پر بھی ہوتا ہے جو اِس کی اصلاح کی ذمہ داری اٹھائے اور بغیر کسی تکلف واہتمام کے اسے کافی ہو جبکہ یہاں توکل سے مراد اِس بات کا یقین رکھنا ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے جو تیرے لئے حصہ رکھا ہے وہ تجھے مل کر رہے گا کیونکہ اس کا حکم تبدیل نہیں ہوتا اور یہ بندے پر فرض ولازم ہے پس اُس پر واجب ہے کہ اپنے معاملات اللہ عَزَّوَجَلَّ کے سپرد کر دے، اس پر بھروسا رکھے اور یہ یقین رکھے کہ میرے لئے جتنا رزق اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اپنے ذمّۂ کرم پر لیا ہے وہ مجھے مل کر رہے گا۔

رزقِ مضمون اور رزقِ مقسوم:

رِزْقِ مضمون سے مراد غذا اور ہر وہ شے ہے جس سے انسان کا بدن قائم رہے، تمام اَسباب مراد نہیں (اور اسی کی ذمہ داری اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اپنے ذمّۂ کرم پر لی ہے) اور جو بدن کو قائم رکھنے سے زائد ہو وہ رزقِ مقسوم ہے اور رزقِ مضمون میں توکل کے واجب ہونے پر عقل اور شرع دونوں ہی دلالت کرتے ہیں کیونکہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ہمیں ہمارے بدنوں سے اپنی عبادت واطاعت کا پابند فرمایا تو اُس نے ہمارے بدنوں کو قائم رکھنے والی چیز کا ذمہ بھی لیا تاکہ ہم اس کی عبادت بجالاسکیں۔ پھر رزقِ مقسوم سے مراد وہ ہے جو اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ہر ایک کے لئے تقسیم فرما دیا اور لوحِ محفوظ میں لکھ دیا گیا، اس میں کھانا، پینا اور پہننا وغیرہ سب شامل ہے، ہر ایک کی مقدار اور وقت مقرر ہے، نہ اس سے بڑھ سکتا ہے نہ کم ہو سکتا ہے، وقتِ

مقررہ سے پہلے مل سکتا ہے نہ اس سے مُؤَخَّر ہو سکتا ہے۔

حضور نبی اکرم، رسولِ مُحتَشَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”رزق تقسیم ہو چکا اور قلم اسے لکھ کر فارغ ہو گیا اب کسی پرہیز گار کی پرہیز گاری اسے زیادہ نہیں کر سکتی اور نہ کسی فاسق و فاجر کا فسق و فجور اسے کم کر سکتا ہے۔“[1]

لہٰذا ضروری ہے کہ تمہارا دل مضبوطی سے اس پر قائم ہو جائے کہ میرے جسم وڈھانچے کو باقی رکھنے، میری حاجات کو پورا کرنے اور ہر تنگی و تکلیف سے بچانے والا اللہ عَزَّوَجَلَّ ہی ہے کوئی اور نہیں ہے نہ ہی دنیا کا سامان اور نہ کوئی اور سبب۔ اب اللہ عَزَّوَجَلَّ کی مرضی ہے کہ وہ کسی سامان یا مخلوق کو تیرے لئے سبب بنا دے یا چاہے تو بغیر اسباب و ذرائع کے اپنی قدرت سے تجھے کافی ہو۔

جب ان باتوں کو تم دل سے سمجھ لو پھر تمہارا دل ان پر مضبوطی سے قائم ہو جائے اور مخلوق اور اسباب سے بے نیاز ہو کر اللہ عَزَّوَجَلَّ کی جانب مائل ہو جائے تو سمجھو تمہیں توکل کی دولت نصیب ہو گئی۔

توکل پیدا کرنے والے اُمور:

توکل پیدا کرنے والے امور یہ ہیں کہ بندہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے ذِمّہٴ کرم، اس کی جَلالت اور علم و قدرت میں اس کے کمال کا تصوّر کرے اور یقین رکھے کہ وہ ذات مخلوق سے بے نیاز اور عجز، نقص اور بھول سے پاک ہے جب بندہ ہمہ وقت ان باتوں کو یاد رکھے گا تو یہ اس کے دل میں رزق کے معاملے میں اللہ عَزَّوَجَلَّ پر توکل پیدا کریں گی۔

پھر رزقِ مضمون یعنی وہ غذا جس سے انسانی بدن کا قیام ہے اسے تلاش کرنا کسی کے

1... المجروحین لابن حبان، ۲/۲۸۶، رقم: ۱۲۲۸، یوسف بن السفر۔ المقاصد الحسنة، ص۱۲۱، تحت الحدیث: ۲۲۴

بس کی بات نہیں کیونکہ یہ بندے کے ساتھ اللہ عَزَّوَجَلَّ کا ایک فعل ہے جیسے موت اور زندگی اور اُسے حاصل کرنا یا ٹالنا بندے کی قدرت میں نہیں۔ البتہ ! رزقِ مقسوم کو بندہ تلاش کر سکتا ہے مگر بندے پر اس کی طلب لازم نہیں کیونکہ بندہ اس کا محتاج نہیں، اس کی ضرورت تو صرف رزقِ مضمون ہے اور وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی جانب سے ہے اور اسی کے ذِمّہ کرم پر ہے۔

رہا یہ فرمانِ باری تعالیٰ:

وَ ابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ (پ۲۸، الجمعۃ: ۱۰) ترجمۂ کنزالایمان: اور اللہ کا فضل تلاش کرو۔

اس سے مراد علم اور ثواب تلاش کرنا ہے اور ایک قول یہ ہے کہ یہاں رخصت مراد ہے یعنی تلاشِ رزق مباح ہے، واجب و لازم نہیں۔

رزقِ مضمون کے اسباب:

ہاں رزقِ مضمون کے اسباب تلاش کر سکتے ہیں لیکن تم پر کوئی سبب تلاش کرنا واجب نہیں کیونکہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کوئی کام سبب اور بلا سبب دونوں طرح کرتا ہے اور ساتھ ہی ساتھ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے تمہارے لئے جو رزق کا ذِمّہ لیا ہے اس میں تلاش کرنے یا کمانے کی شرط نہیں لگائی، چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَ مَا مِنْ دَآبَّةٍ فِی الْاَرْضِ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا (پ۱۲، ھود: ۶) ترجمۂ کنزالایمان: اور زمین پر چلنے والا کوئی ایسا نہیں جس کا رزق اللہ کے ذمۂ کرم پر نہ ہو۔

پھر کہا جا سکتا ہے کہ بندے کو ایسی شے تلاش کرنے کا حکم دینا کیونکر درست ہو گا جس کی جگہ کا اسے پتا ہی نہ ہو کیونکہ وہ نہیں جانتا کہ کس سبب سے اُسے رِزْق حاصل ہو گا یا یہ شے میری غذا ہے اور میری نشو و نما اسی سے ہو گی؟ الغرض ہم میں سے کوئی بھی اُس سبب کو نہیں جانتا کہ وہ اُسے کہاں سے حاصل ہو گا لہٰذا کسی کو اس کا پابند کرنا درست نہیں۔

اسے سمجھنے کے لئے تمہیں اتنا کافی ہے کہ حضرات انبیائے کرام عَلَیْہِمُ السَّلَام اور متوکلین اولیائے عظام عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الرَّحْمٰن نے اکثر اور عام طور پر رزق کی تلاش نہیں فرمائی اور خود کو عبادت کے لئے فارغ رکھا اور اس پر سب کا اتفاق ہے کہ انہوں نے ایسا کر کے اللہ عَزَّوَجَلَّ کا کوئی حکم ترک کیا نہ اس کی نافرمانی کی۔

ایک اشکال کا جواب:

اب یہ نہیں کہا جاسکتا کہ ثواب وعذاب بھی تو لوح محفوظ میں لکھا ہوا اور مقدر ہو چکا ہے پھر ہم پر ان کی طلب کیوں ضروری ہے (کہ ثواب والے اعمال کریں اور عذاب والے چھوڑیں)؟ اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ہمیں اس کا حکم حتمی طور پر دیا ہے اور حکم ترک کرنے پر عذاب کا ڈر سنایا ہے اور اس نے بغیر عمل کئے ہمیں ثواب دینے کی ضمانت نہیں لی بلکہ ثواب یا عذاب کی زیادتی بندے کے فعل کے ساتھ جُڑی ہوئی ہے اور لوحِ محفوظ میں لکھے ہوئے کی دو اقسام ہیں: (۱)... ایک قسم مطلق لکھی ہے اور اُسے بندے کے فعل پر معلق نہیں رکھا گیا اور وہ رزق اور موت ہے کیا تم نہیں دیکھتے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے رزق اور موت کو بغیر کسی شرط کے مطلق رکھا، چنانچہ ارشاد فرماتا ہے:

وَ مَا مِنْ دَآبَّةٍ فِی الْاَرْضِ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا (پ۱۲، ھود: ۶)

ترجمۂ کنزالایمان: اور زمین پر چلنے والا کوئی ایسا نہیں جس کا رزق اللہ کے ذمۂ کرم پر نہ ہو۔

اور ارشاد فرماتا ہے:

فَاِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ لَا یَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّ لَا یَسْتَقْدِمُوْنَ ﴿۳۴﴾ (پ۸، الاعراف: ۳۴)

ترجمۂ کنزالایمان: تو جب ان کا وعدہ آئے گا ایک گھڑی نہ پیچھے ہو نہ آگے۔

(۲)... دوسری قسم وہ ہے جو بندے کے فعل کے ساتھ معلّق و مشروط ہے اور وہ ثواب

اور عذاب ہے۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اپنی کتاب میں ثواب اور عذاب کو بندے کے فعل کے ساتھ معلّق فرمایا ہے، چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَلَوْ اَنَّ اَهْلَ الْكِتٰبِ اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَكَفَّرْنَا عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ وَلَاَدْخَلْنٰهُمْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ ﴿۶۵﴾ (پ۶، المآئدۃ: ۶۵)

ترجمۂ کنزالایمان: اور اگر کتاب والے ایمان لاتے اور پرہیز گاری کرتے تو ضرور ہم ان کے گناہ اُتار دیتے اور ضرور انہیں چین کے باغوں میں لے جاتے۔

ایک سوال اور اس کا جواب:

اگر یہ کہا جائے کہ "ہم دیکھتے ہیں کہ کوشش کرنے والے رزق اور مال پا لیتے ہیں جبکہ کوشش نہ کرنے والے محروم اور محتاج رہتے ہیں؟" تو ہم جواب میں کہیں گے کہ یہ رزّاق عَزَّوَجَلَّ کی تقسیم ہے، کوشش کرنا یا نہ کرنا کوئی سبب نہیں۔ کتنے ہی ایسے ہیں جو کوشش کرتے ہیں مگر تم انہیں محروم و محتاج دیکھتے ہو اور کئی فارغ لوگوں کو غنی و مالدار دیکھتے ہو بلکہ یہ زیادہ ہی ہوتے ہیں اور یہ اس لئے کہ معلوم ہو جائے کہ یہ زبردست علم والے کی تقسیم اور حکمت والے بادشاہ کی تدبیر ہے۔

قلبی قوت اور کامل یقین:

اگر تجھے قلبی قوّت اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کے وعدے پر کامل یقین ہے تو بغیر زادِ راہ کے صحراء میں نکل جا اور اگر ایسا نہیں ہے تو عوام کی طرح ہو جا جو گزر بسر کے ذرائع سے جُڑے رہتے ہیں۔ پس جو اللہ عَزَّوَجَلَّ کے ساتھ لوگوں کی عادت کے مطابق چلے اللہ عَزَّوَجَلَّ بھی اس کے ساتھ لوگوں کی عادت کے مطابق معاملہ فرماتا ہے۔ رہا یہ فرمانِ باری تعالیٰ:

وَتَزَوَّدُوْا فَاِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوٰى ٘ (پ۲، البقرۃ: ۱۹۷)

ترجمۂ کنزالایمان: اور توشہ (سفر کا خرچ) ساتھ لو کہ سب سے بہتر توشہ پرہیز گاری ہے۔

تو اس سے مراد آخرت کا توشہ ہے اسی وجہ سے ارشاد فرمایا کہ ”بہتر توشہ پرہیزگاری ہے“ یہ نہیں فرمایا کہ ”دنیا کا مال ہے۔“ یہ بھی منقول ہے کہ یہ آیت ان لوگوں کے ساتھ خاص ہے جو حج کو جاتے تھے تو زادراہ ساتھ نہیں لیتے تھے بلکہ لوگوں سے مانگتے اور انہیں تنگ کرتے تھے لہٰذا انہیں حکم دیا گیا کہ ”اپنا توشہ ساتھ لو۔“ یہ اس بات پر تنبیہ ہے کہ اپنا مال ساتھ لینا لوگوں سے مال لینے اور انہیں مجبور کرنے سے بہتر ہے۔

زادِ راہ میں نیت کیا ہو؟

مذکورہ گفتگو کا خلاصہ یہ ہے کہ متوکل اگر زادراہ اختیار کر بھی لے تو اسے چاہیے کہ اپنے دل کو اس میں نہ لگائے اور نہ یہ سمجھے کہ یہی زادراہ میرا رزق ہے اور اسی کے ساتھ میری بقا وابستہ ہے بلکہ وہ اپنے دل کو اللہ عَزَّوَجَلَّ سے لگائے اور اسی پر بھروسا کرتے ہوئے کہے: ”رزق تقسیم ہو چکا اور قلمِ قدرت اسے لکھ کر فارغ ہو گیا ربّ تعالٰی چاہے تو اسی رزق کو میری بقا کا ذریعہ بنائے یا کسی اور شے کو۔“ یا پھر اس نیت سے زادِ راہ اختیار کرے کہ اس سے کسی مسلمان کی مدد کرے گا یا کوئی بھی اچھی نیت کر لے۔

زادِ راہ لینا جائز مگر۔۔۔!

سفر کے لئے زادراہ ساتھ رکھنے یا نہ رکھنے میں اصل معاملہ دل کا ہے۔ سَیِّدُ الْمُتَوَکِّلِیْن، رَحْمَۃٌ لِّلْعٰلَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم، حضراتِ صحابۂ کرام اور دیگر بزرگانِ دین عَلَیْھِمُ الرِّضْوَان نے بھی زادِ سفر اختیار فرمایا ہے، یہ بتانے کے لئے کہ سفر کے لئے توشہ لینا حرام نہیں جائز ہے، حرام تو یہ ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ پر توکل چھوڑ کر توشے دان پر بھروسا کر لیا جائے۔

پھر ذرا یہ بتاؤ کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اپنے پیارے رسول صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے ارشاد فرمایا:

وَتَوَكَّلْ عَلَى الْحَيِّ الَّذِي لَا يَمُوتُ (پ۱۹، الفرقان: ۵۸) ترجمۂ کنزالایمان: اور بھروسہ کرو اس زندہ پر جو کبھی نہ مرے گا۔

اب حضور نبی اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے کیا آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی نافرمانی کی اور اپنے دل کو کھانے، پینے یا درہم ودینار سے لگایا؟ ہرگز نہیں، بلکہ ان کا مبارک دل تو ہمیشہ خدا عَزَّوَجَلَّ کی یاد میں رہا اور سرے سے دنیا کی طرف متوجہ ہی نہیں ہوا اور نہ کبھی آپ نے زمین کے خزانوں کی طرف ہاتھ بڑھائے۔ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم اور دیگر بزرگوں کا زادِراہ لینا اچھی نیتوں پر مشتمل تھا نہ کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کو چھوڑ کر زادِ راہ سے دل لگانے کے سبب، الغرض اصل اعتبار نیت وارادے کا ہے۔

زادِ راہ کب نہ لینا افضل؟

زادِ سفر ساتھ لینے یا ترک کرنے کا معاملہ اَحوال واشخاص کے اعتبار سے مختلف ہے، اگر کوئی ایسا شخص ہے جس کی پیروی کی جاتی ہے اور وہ یہ ظاہر کرنے کے لئے زادِ سفر لیتا ہے کہ یہ جائز ہے اور پھر اس سے کسی مسلمان یا کمزور کی مدد کی نیت کرتا ہے یا پھر کسی بھی نیتِ خیر سے زادِ راہ اختیار کرتا ہے تو اُسے زادِ راہ لینا افضل ہے اور اگر کوئی شخص تنہا ہے اور دل سے اللہ عَزَّوَجَلَّ پر توکل مضبوط ہے اور اسے اندیشہ ہے کہ زادِ راہ اسے عبادت سے غافل کر دے گا تو اس کا نہ لینا افضل ہے۔

غفلت کی وجوہات:

مختصر یہ کہ اکثر مخلوق کے لئے رزق کا معاملہ بہت بڑی آزمائش ہے، جس میں انہوں نے اپنی جانوں کو تھکا دیا، دل مصروف ہو گئے، رنج وغم اور فکریں بڑھ گئیں، لوگوں نے اس میں اپنی عمریں ضائع کر دیں، اپنی زندگی کا توشہ دان بڑا سمجھ کر اللہ عَزَّوَجَلَّ کے دروازے

اور اس کی خدمت سے منہ پھیر کر دنیا اور دنیا والوں کی چاپلوسی میں لگ گئے، انہوں نے دنیا کی زندگی، دھوکے، غفلت، اندھیرے، تھکاوٹ اور ذلت ورسوائی میں بسر کر دی اور بالکل خالی ہو کر آخرت کی طرف روانہ ہو گئے۔ اب اگر اللہ عَزَّوَجَلَّ اپنے فضل سے رحم نہ فرمائے تو ان کے سامنے حساب اور عذاب ہی ہے۔

دیکھو تو سہی اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اس بارے میں کتنی آیات نازل فرمائیں اور کتنی ہی جگہ پر اپنے وعدے، ضمانت اور قسم کا ذکر فرمایا، حضرات انبیائے کرام عَلَیْہِمُ السَّلَام اور علم والے مسلسل لوگوں کو نصیحت اور ان کے لئے راستوں کو واضح کرتے رہے، کتابیں لکھیں، مثالیں دیں، لوگوں کو خوفِ خدا دلایا مگر افسوس! لوگ پھر بھی سیدھی راہ پر نہیں چلتے، تقوٰی اختیار نہیں کرتے اور رزق کے معاملے میں مطمئن نہیں ہوتے بلکہ وہ اس میں بے ہوشی کی حد تک پہنچ چکے ہیں، انہیں یہی ڈر رہتا ہے کہ کہیں صبح یا شام کا کھانا فوت نہ ہو جائے۔ اس غفلت کی بنیادی وجہ قرآنِ کریم، اللہ عَزَّوَجَلَّ کی صنعت و تخلیق اور اس کے بندوں پر احسانات میں غور و فکر کی کمی ہے حالانکہ کتنی ہی نعمتیں تو بغیر کسی سبب کے ہی حاصل ہو جاتی ہیں۔ یونہی حضور نبیِّ کریم، رَءُوْفٌ رَّحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے فرامین سے نصیحت نہ پکڑنا اور صالحین کے اقوال میں غور نہ کرنا بھی اس غفلت کا سبب ہے اور اس کے ساتھ ساتھ لوگ وسوسوں کا شکار اور جاہلوں کی گفتار سے مانوس ہو چکے ہیں اور انہوں نے غافلوں کی عادتیں اپنالی ہیں حتّٰی کہ شیطان اُن پر مُسلَّط ہو گیا اور بری عادتیں ان کے دلوں میں راسخ ہو گئیں پس ان عوارض کی وجہ سے لوگ اعتقاد اور یقین کی کمزوری کا شکار ہو گئے۔

اصحابِ بصیرت اور ریاضت و مجاہدہ والے برگزیدہ بندوں کا معاملہ اس کے برعکس ہے، انہوں نے اس بات کا یقین کر لیا کہ مخلوق کی پیدائش سے پہلے ہی رزق لوحِ محفوظ میں مقدر ہو چکا ہے پس یہ حضرات اسبابِ دنیا کو خاطر میں نہیں لائے اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رسی کو مضبوطی

سے تھام لیا، مخلوق سے بے نیاز ہو کر اللہ عَزَّوَجَلَّ کی آیات کا یقین کر لیا اور نفس، مخلوق اور شیطانی وسوسوں کے فریب میں آنے کے بجائے صراط مستقیم کو مرکزِ نگاہ بنا لیا، جب نفس، شیطان یا کوئی انسان انہیں کوئی وسوسہ ڈالتا ہے تو وہ اس کے خلاف اُٹھ کھڑے ہوتے اور مزاحمت کرتے ہیں یہاں تک کہ مخلوق ان سے منہ پھیر لیتی ہے، شیطان بھاگ کھڑا ہوتا ہے اور نفس تابعدار بن جاتا ہے اور وہ صراطِ مستقیم پر ثابت قدم رہتے ہیں۔ چنانچہ

12 برس جنگل میں گزارے:

حضرت سیّدُنا ابراہیم بن اَدْہَم عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْاَکْرَم کے متعلق یہ حکایت منقول ہے کہ جب آپ نے زَادِ رَاہ کے بغیر ایک جنگل عُبُور کرنے کا ارادہ کیا تو اِبلیس نے آکر آپ کو یوں ڈرانے کی کوشش کی کہ ''یہ ایک خطرناک جنگل ہے اور آپ کے پاس اِسے طے کرنے کے لئے زَادِ راہ ہے نہ کوئی اور ذریعہ۔'' شیطان کی طرف سے یہ خوف دلانے پر آپ نے پختہ ارادہ کر لیا کہ میں ضرور یہ خوفناک جنگل زادِ راہ کے بغیر طے کروں گا اور ہر میل پر ایک ہزار رکعت نفل ادا کروں گا۔ چنانچہ آپ اپنے ارادہ پر ثابت قدم رہے اور اس جنگل میں بارہ برس گزار دیئے۔ انہی سالوں میں اس جنگل سے ہارون رشید حج کے ارادے سے گُزرا تو اس نے آپ کو ایک جگہ نوافل ادا کرتے دیکھا۔ اسے بتایا گیا کہ یہ حضرت اِبراہیم بن اَدْہَم عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْاَکْرَم ہیں تو اُس نے آپ کے پاس آکر کہا: ''اے ابو اِسحاق! آپ اس حال میں خود کو کیسا پاتے ہیں؟'' تو آپ نے یہ دو شعر پڑھے:

نُرَقِّعُ دُنْیَانَا بِتَمْزِیْقِ دِیْنِنَا فَلَا دِیْنُنَا یَبْقٰی وَ لَا مَا نُرَقِّعُ

فَطُوْبٰی لِعَبْدٍ اٰثَرَ اللّٰہَ رَبَّہٗ وَ جَادَ بِدُنْیَاہُ لِمَا یَتَوَقَّعُ

ترجمہ: ہم اپنا دین برباد کر کے دنیا سنوارتے ہیں تو ہمارا دین رہتا ہے نہ دنیا۔ پس خوش

خبری ہے اس بندے کے لئے جس نے اپنے ربّ عَزَّوَجَلَّ کو ترجیح دی اور آخرت کی اُمید پر دنیا قربان کر دی۔

جنگل میں گھی اور شہد کی تمنا:

ایک بزرگ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کسی جنگل میں تھے کہ شیطان نے انہیں یہ وسوسہ ڈالا: ''آپ کے پاس زادراہ نہیں ہے اور یہ جنگل ہلاکت خیز ہے، یہاں آبادی ہے نہ کوئی انسان۔'' توانہوں نے بھی تہیہ کر لیا کہ ''وہ اس جنگل کو زادِ راہ کے بغیر طے کریں گے اور عام راستہ چھوڑ کر چلیں گے تاکہ کسی انسان سے سامنا نہ ہو اور خود کچھ نہیں کھائیں گے یہاں تک کہ ان کے منہ میں گھی اور شہد ڈالا جائے۔'' پھر وہ راستے سے ہٹ کر جدھر رُخ تھا چل پڑے۔ فرماتے ہیں: ''اللہ عَزَّوَجَلَّ نے جتنا چاہا میں چلتا رہا، پھر میں نے دیکھا کہ ایک قافلہ راستہ بھول کر چلا آرہا ہے، میں انہیں دیکھتے ہی زمین پر لیٹ گیا تاکہ وہ مجھے دیکھ نہ سکیں مگر وہ چلتے رہے حتّٰی کہ میرے سر پر آپہنچے، میں نے آنکھیں بند کر لی تھیں۔ وہ میرے قریب ہو کر کہنے لگے: لگتا ہے کہ اس کا زادِ سفر ختم ہو گیا ہے اور بھوک پیاس کی شدت سے بیہوش ہے، اس کے منہ میں گھی اور شہد ڈالو شاید اسے ہوش آجائے۔ پھر وہ گھی اور شہد لائے تو میں نے اپنا منہ اور دانت مضبوطی سے بند کر لئے، پس انہوں نے چُھری لا کر میرا منہ زبردستی کھولنا چاہا تو میں ہنس پڑا اور منہ کھول دیا، یہ دیکھ کر وہ بولے: کیا تم پاگل ہو؟ میں نے کہا: ہرگز نہیں اور تمام تعریفیں اللہ عَزَّوَجَلَّ کے لئے ہیں۔ پھر میں نے انہیں شیطانی وسوسے والا واقعہ سنایا۔

حلوہ ہی کھاؤں گا:

ایک بزرگ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: علم حاصل کرنے کے زمانہ میں دورانِ سفر میں نے ایک ایسی مسجد میں قیام کیا جو آبادی سے کافی دور تھی، میرے پاس کوئی توشہ نہیں

تھا۔ شیطان نے مجھے وسوسہ ڈالا کہ یہ مسجد آبادی سے بہت دور ہے، یہاں قیام کے بجائے اگر تو کسی ایسی مسجد میں قیام کرے جو آبادی میں واقع ہو تو لوگ تجھے دیکھ کر تیرے کھانے پینے کا خیال رکھیں گے۔ میں نے خود سے کہا: اب میں یہیں رہوں گا اور خدا کی قسم! میں حلوے کے سوا اور کچھ نہیں کھاؤں گا اور حلوہ بھی اس وقت تک نہیں کھاؤں گا جب تک لقمہ لقمہ کرکے میرے منہ میں نہ ڈالا جائے۔ چنانچہ میں نے نمازِ عشاء ادا کی اور مسجد کا دروازہ بند کر دیا، رات کا ابتدائی حصہ گزرا تو اچانک کسی نے مسجد کا دروازہ کھٹکھٹایا، اس کے پاس چراغ بھی تھا، جب اس نے کافی زور زور سے دروازہ کھٹکھٹانا شروع کیا تو میں نے اُٹھ کر دروازہ کھول دیا، دیکھا تو سامنے ایک بڑھیا کھڑی تھی جس کے ساتھ ایک نوجوان بھی تھا۔ وہ اندر داخل ہوئی اور میرے سامنے حلوے سے بھرا تھال رکھ کر کہنے لگی: یہ نوجوان میرا بیٹا ہے، میں نے یہ حلوہ اس کے لیے تیار کیا تھا، دورانِ گفتگو اس نے قسم کھالی کہ ”وہ یہ حلوہ اکیلا نہیں کھائے گا یہاں تک کوئی مسافر یا وہ مسافر جو اس مسجد میں ٹھہرا ہوا ہے اس کے ساتھ کھائے۔“ اللہ عَزَّوَجَلَّ تجھ پر رحم کرے! تو بھی کھا۔ پھر اُس بڑھیا نے ایک لقمہ میرے اور ایک لقمہ اپنے بیٹے کے منہ میں ڈالنا شروع کر دیا۔

70 سال مجاہدہ والے بھی غیر محفوظ:

اللہ عَزَّوَجَلَّ تم پر رحم فرمائے! بزرگانِ دین کے ان مجاہدات اور شیطان کے خلاف ڈٹ جانے پر غور کرو تاکہ تمہیں معلوم ہو جائے کہ جو رزق تقدیر میں لکھا ہے وہ بہر صورت تمہیں مل کر رہے گا اور تم جان لو کہ رزق اور توکل کا معاملہ بہت اہم ہے اور اس میں شیطان بڑی فریب کاریوں اور وسوسوں سے کام لیتا ہے حتّٰی کہ مذکورہ بزرگوں جیسی بڑی ہستیاں بھی ان سے محفوظ نہ رہیں اور اس قدر مجاہدوں اور ریاضتوں کے باوجود شیطان اُن سے مایوس نہ

ہوا یہاں تک کہ اُسے دور کرنے کے لئے ان بزرگوں کو ایسے ذرائع اختیار کرنے پڑے۔ خدا کی قسم! جس نے 70 سال تک نفس و شیطان سے جہاد کیا وہ بھی اِن کے وسوسوں سے اُسی طرح غیر محفوظ ہے جس طرح عبادت کی ابتدا کرنے والا غیر محفوظ ہے بلکہ اُس غافل شخص کی طرح غیر محفوظ ہے جس نے لمحہ بھر بھی کوئی ریاضت نہ کی ہو۔ پھر اگر نفس و شیطان اپنے وار میں کامیاب ہوگئے تو وہ اسے رسوائی و ہلاکت میں ڈال دیں گے جیسا غفلت و دھوکے کے شکاروں کو ڈالتے ہیں، بے شک اس میں عقل مندوں کے لئے ضرور نصیحت ہے۔

یونہی تمہیں یہ بھی معلوم ہو جائے کہ رزق کے معاملے میں توکل انتہائی کوشش اور مجاہدے ہی سے ممکن ہے۔ وہ بزرگانِ دین بھی تمہاری طرح خون، گوشت اور روح سے بنے ہوئے تھے بلکہ جسمانی طور پر تم سے زیادہ لاغر اور کمزور ہڈیوں والے تھے مگر ان میں علم کی قوت، یقین کا نور اور دین کے معاملے میں بلند ہمتی تھی، لہٰذا وہ سخت مجاہدے اور ریاضتیں کرتے ہوئے ان بلند مقامات پر فائز ہوئے۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ ہم پر رحم فرمائے! ذرا خود کو بھی دیکھو اور اس سخت بیماری کی کوئی دوا کرو، اللہ عَزَّوَجَلَّ نے چاہا تو فلاح پا جاؤ گے۔

کچھ اثر انگیز نکات

یہاں چند نکتے ہیں کہ اگر تم انہیں یاد رکھو گے تو یہ دل پر اثر کریں گے اور رزق کے معاملے میں توکل کے لئے تمہیں کافی ہوں گے اور اگر تم نے ان میں غور و خوض کیا اور ان پر عمل کیا تو یہ واضح حق کی طرف تمہاری راہ نمائی کریں گے۔ اِنْ شَآءَ اللہ عَزَّوَجَلَّ اور توفیق دینے والا اللہ عَزَّوَجَلَّ ہی ہے۔

بے چینی و بے قراری کیوں؟

پہلا نکتہ: تم جان لو کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے قرآنِ کریم میں تمہارے رزق کی ضمانت اور

کفالت کا ذمہ لیا ہے۔ اسے یوں سمجھو کہ کوئی بادشاہ تم سے وعدہ کرے کہ آج رات تم میرے مہمان اور تمہیں اس کے متعلق یہ حُسنِ ظن بھی ہو کہ یہ اپنی گفتگو میں سچا ہے جھوٹا نہیں اور وعدہ خلافی نہیں کرتا بلکہ اگر کوئی بازاری یا یہودی یا عیسائی یا کوئی پارسی (آگ کا پجاری) جس کا ظاہر حال اچھا ہو وہ تم سے ایسا وعدہ کرے تو تم ضرور اس کی بات پر اعتماد کرو گے، اس پر مطمئن ہو جاؤ گے اور اس کی بات پر بھروسا کر کے رات کے کھانے کے متعلق بے فکر ہو جاؤ گے، پھر تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے تم سے تمہارے رزق کا وعدہ فرمایا ہے، اس کی ضمانت و کفالت کا ذمہ لیا ہے بلکہ کئی مرتبہ اس پر قسم ارشاد فرمائی ہے پھر بھی تم اس کے وعدے پر مطمئن نہیں، اس کے قول اور اس کی ضمانت پر تمہیں قرار نہیں اور نہ ہی تم اس کی قسم کو دیکھ رہے ہو بلکہ اُلٹا تمہارا دل بے چین و بے قرار اور وہم میں مبتلا ہے۔ کاش! یہ ذلت و رسوائی دیکھی جاتی اور کاش! یہ مصیبت سمجھی جاتی۔

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا علیُّ المرتضٰی کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم سے یہ اشعار مروی ہیں:

اَ تَطْلُبُ رِزْقَ اللهِ مِنْ عِنْدِ غَيْرِهٖ ۔۔۔ وَ تُصْبِحُ مِنْ خَوْفِ الْعَوَاقِبِ اٰمِنَا

وَتَرْضٰى بِصَرَّافٍ وَّ لَوْ كَانَ مُشْرِكًا ۔۔۔ ضَمِيْنًا وَّ لَا تَرْضٰى بِرَبِّكَ ضَامِنَا

ترجمہ: کیا تم اللہ عَزَّوَجَلَّ کا رزق کسی اور سے طلب کر کے انجام سے بے خوف ہو جاؤ گے؟ اور تم کسی سِکّے تبدیل کرنے والے کے ضامن بننے پر راضی ہو جاتے ہو اگرچہ وہ مشرک ہی ہو اور رب تعالیٰ کے ضامن بننے پر راضی نہیں ہوتے۔

معرفت و دین کو خطرہ:

اللہ عَزَّوَجَلَّ کی ضمانت پر اعتماد نہ کرنا شک کی طرف لے جاتا ہے اور مَعَاذَاللہ ایسے بندے سے معرفت بلکہ دین کے چھن جانے کا خوف ہے۔ اسی لئے اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ارشاد فرمایا:

وَ عَلَى اللّٰهِ فَتَوَكَّلُوْۤا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۲۳﴾ (پ۶، المآئدۃ: ۲۳)

ترجمۂ کنزالایمان: اور اللہ ہی پر بھروسہ کرو اگر تمہیں ایمان ہے۔

ایک مقام پر ارشاد فرمایا:

وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۲۲﴾ (پ۴، اٰل عمرٰن: ۱۲۲)

ترجمۂ کنزالایمان: اور مسلمانوں کو اللہ ہی پر بھروسہ چاہیے۔

دین کا صحیح احساس رکھنے والے کے لئے یہی ایک نکتہ کافی ہے۔ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْم۔

کفر کا دروازہ:

دوسرا نکتہ: تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ رزق تقسیم ہو چکا ہے اور یہ بات قرآن وحدیث سے ثابت ہے اور تمہیں یہ بھی معلوم ہونا چاہیے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی تقسیم بدلتی نہیں ہے اگر تم نے اس تقسیم کا انکار کیا یا پھر اس میں کسی کوتاہی کا گمان کیا تو سمجھ لو یہ کفر کا دروازہ ہے جسے تم کھٹکھٹا رہے ہو۔ نَعُوْذُ بِاللّٰه۔ جب تمہیں یقین ہے کہ اس میں ردوبدل نہیں ہو سکتا تو پھر اس کی طلب وجستجو کا کیا فائدہ، اب یہ طلب وجستجو دنیا میں ذلت وخواری اور آخرت میں تنگی ونقصان کے سوا کچھ نہیں ہے۔

سکون کیسے ملا؟

تیسرا نکتہ: حضرت سیِّدُنا ابو اسحاق عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الرَّزَّاق فرماتے ہیں: رزق کے معاملہ میں جس چیز سے مجھے سکون ہوا وہ یہ ہے کہ میں نے اپنے نفس سے کہا: ''یہ رزق زندہ انسانوں کے لئے ہے، مُردوں کو رزق سے کیا تعلق اور جس طرح انسانی زندگی اللہ عَزَّوَجَلَّ کے خزانے اور اس کے دَستِ قدرت میں ہے اسی طرح رزق بھی اسی کے قبضہ وقدرت

میں ہے چاہے مجھے دے اور چاہے نہ دے اور یہ معاملہ مجھ سے پوشیدہ اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کے سپرد ہے وہ جیسے چاہتا ہے تدبیر کرتا ہے اور میں اسی وجہ سے پُرسکون ہوں۔" اہلِ تحقیق کے لئے یہ نکتہ بہت مفید ہے اور اللہ عَزَّوَجَلَّ مدد فرمانے والا ہے۔

وہ جسے چاہے غذا کر دے:

چوتھا نکتہ: تم جانتے ہو کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے جس رزق کی ضمانت لی ہے وہ اتنی ہی مقدار ہے جو بدن کو قائم رکھے اور ضروری ہو، باقی رہے اسباب جیسے کھانا پانی تو جب بندہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی عبادت کے لئے تنہائی اختیار کرتا ہے اور اس پر توکل کرتا ہے تو بسا اوقات اس سے اسباب روک لئے جاتے ہیں، ایسے میں اسے تنگ دل و پریشان نہیں ہونا چاہیے کیونکہ حقیقت میں اتنے ہی رزق کی ضمانت لی گئی ہے جو بدن کو قائم رکھے اور اللہ عَزَّوَجَلَّ پر توکل بھی اسی معنیٰ کے لحاظ سے ہے اور جب تک بندے کی زندگی ہے اور وہ عبادت کا مکلّف ہے تب تک اللہ عَزَّوَجَلَّ اُسے اتنی قوت یقیناً عطا فرمائے گا جس سے وہ عبادت کا حق ادا کر سکے۔ اب اللہ عَزَّوَجَلَّ کی مرضی ہے وہ کھانے پانی کے ذریعے بندے کو قائم و زندہ رکھے یا مٹی، گارے سے یا پھر تسبیح و تہلیل کے ذریعے جیسے ملائکہ کی غذا تسبیح ہے اور چاہے تو ان سب کے بغیر قائم رکھے۔ لہٰذا بندے کا مطلوب عبادت کے لئے قوت اور قیام ہوا نہ کہ کھانا، پینا اور شہوت و لذت کا حصول، پس اسباب کا کوئی اعتبار نہیں۔ اسی معنیٰ سے قوت پا کر زاہدین و بزرگانِ دین رَحِمَہُمُ اللہُ الْمُبِیْن کئی لمبے سفر اور کئی کئی راتیں اور دن بغیر کھائے پیئے گزار لیتے تھے، کوئی 10 دن نہیں کھاتا تھا، کوئی ایک مہینہ اور کوئی دو مہینے مگر ان کی طاقت برقرار رہتی اور بعض بزرگ ریت پھانک کر گزارہ کر لیا کرتے، پس اللہ تعالیٰ اسی کو ان کی غذا بنا دیتا ہے۔ چنانچہ

ریت اور مٹی پر گزارہ:

حضرت سیِّدُنا ابو معاویہ اَسوَد عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْاَحَد فرماتے ہیں: میں نے دیکھا کہ حضرت سیِّدُنا ابراہیم بن اَدہَم عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْاَکْرَم نے 20 دن گیلی مٹی کھا کر گزار دیئے۔

مکۂ مکرمہ میں حضرت سیِّدُنا سفیان ثوری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْوَلِی کا زادِ راہ ختم ہو گیا تو آپ نے 15 دن تک ریت پر گزارہ کیا۔

حضرت سیِّدُنا امام اعمش رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ بیان کرتے ہیں کہ ایک بار حضرت سیِّدُنا ابراہیم تیمی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْغَنِی نے فرمایا: میں نے ایک مہینے سے کچھ نہیں کھایا۔ میں نے پوچھا: ایک مہینے سے؟ فرمایا: نہیں بلکہ دو مہینے سمجھ لو۔ اس دوران ایک شخص نے مجھے قسم دے کر انگور کھانے کو کہا تو میں نے خوشے سے چند انگور کھا لئے مگر اس سے پیٹ میں درد ہو گیا۔

حضرت سیِّدُنا امام محمد غزالی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْوَالِی فرماتے ہیں: اس پر حیرت نہ کرو کیونکہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کو ہر شے پر قدرت ہے کیا تم نہیں دیکھتے کہ مریض مہینہ مہینہ کچھ نہیں کھاتا مگر پھر بھی زندہ رہتا ہے حالانکہ مریض کی حالت اور طبیعت تندرست کے مقابلے میں بہت کمزور ہوتی ہے۔ پھر یہ کہ اگر کوئی شخص بھوکا مر جائے تو یہ اُس کی موت کا وقت تھا جو آ پہنچا جیسا کہ بعض لوگ پیٹ بھرنے اور زیادہ کھانے سے مر جاتے ہیں۔

سبب چاہیے یا قوت؟

حضرت سیِّدُنا ابو سعید خراز عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْغَفَّار نے فرمایا: غذا کے معاملے میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کے ساتھ میرا حال یہ تھا کہ وہ ہر تین دن میں مجھے کہیں نہ کہیں سے کھلا دیتا تھا، ایک مرتبہ میں ایک جنگل میں داخل ہوا اور تین دن بھی گزر گئے مگر مجھے کھانا نہ ملا جب چوتھا دن آیا تو مجھے کچھ کمزوری محسوس ہوئی اور میں وہیں بیٹھ گیا اتنے میں غیب سے آواز آئی: اے ابو سعید!

کوئی سبب چاہیے یا صرف قوت؟ میں نے عرض کی: بس قوت مل جائے۔ تو میں اسی وقت کھڑا ہو گیا اور بغیر کچھ کھائے بارہ دن گزار دیئے اور مجھے کوئی تکلیف نہ ہوئی۔

لہٰذا جب بندے کو اسباب میں رُکاوٹ محسوس ہو اور اسے اللہ عَزَّوَجَلَّ پر توکل بھی ہو تو اسے یقین کر لینا چاہیے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ اسے قوت عطا فرمادے گا، اب اسے پریشان ہونے کے بجائے اللہ عَزَّوَجَلَّ کا خوب شکر ادا کرنا چاہیے کیونکہ اس نے اس پر احسان اور لطف و کرم فرمایا کہ اس سے محنت و کوشش کو دور کر کے قوت عطا فرمادی اور اسے اپنا اصل مقصود بھی حاصل ہو گیا اور اللہ عَزَّوَجَلَّ نے بوجھ اور اسباب کی پریشانی سے اسے نجات بخشی اور بطور کرامت اسے قوت عطا فرمائی اور اس کے حال کو چوپائیوں اور عام لوگوں سے بڑھا کر فرشتوں کے حال سے ملادیا۔ پس تم اس میں غور و فکر کرو اللہ عَزَّوَجَلَّ نے چاہا تو تمہیں کثیر فائدہ ہو گا۔

اس فصل میں گفتگو کا سلسلہ خلافِ معمول دراز ہو گیا ہے اس لئے کہ عبادت کے سلسلے میں رزق کا معاملہ بہت اہم اور نازک ہے بلکہ اس پر دین و دنیا اور بندگی کا مدار ہے لہٰذا باہمت انسان کو چاہیے کہ وہ بیان کردہ باتوں پر مضبوطی سے عمل کرے اور اس کے حقوق کی رعایت کرے ورنہ وہ مقصود سے دور ہی رہے۔ اس معاملے میں بصیرت کے لئے معرفت رکھنے والے علمائے آخرت تمہاری رہنمائی کر سکتے ہیں کیونکہ انہوں نے اپنے معاملے کی بنیاد تَوَکُّل عَلَی اللہ پر رکھی، عبادت کے لئے فارغ ہو گئے، مخلوق سے جُدائی اختیار کر لی، بہت سی کتابیں لکھیں اور بہت ساری نصیحتیں فرما گئے۔ لہٰذا تم پر لازم ہے کہ مکمل کوشش و مجاہدہ کر کے کامیاب لوگوں میں شامل ہو جاؤ۔ توفیق دینے والی رب تعالیٰ کی ذات اقدس ہے۔

دوسرا عارضہ: ہلاکت خیز خیالات

اللہ عَزَّوَجَلَّ کی عبادت سے روکنے والے عوارض میں سے دوسرا عارضہ ہلاکت میں

ڈالنے والے خیالات ہیں، اس معاملے میں تمہیں تفویض کفایت کرے گی یعنی تم پر لازم ہے کہ اپنے تمام کام اللہ عَزَّوَجَلَّ کے سپرد کر دو۔ اس کی دو وجہیں ہیں:

پہلی وجہ: دل کو اسی وقت اطمینان اور چین نصیب ہو جائے گا کیونکہ اگر اہم اُمور کی اچھائی یا بُرائی تم پر واضح نہ ہو تو ایسے اُمور کی فکر میں دل پریشان اور خیالات منتشر رہیں گے اور جب تم اپنے ہر معاملے کو خدا عَزَّوَجَلَّ کے حوالے کر چکے ہو گے تو تمہیں یقین ہو جائے گا کہ اب خیر و بھلائی ہی نصیب ہو گی۔ یوں تمہیں فوری طور پر تشویش سے امن اور دل کا اطمینان حاصل ہو جائے گا اور فوری طور پر امن و اطمینان اور راحت نصیب ہو جانا بہت بڑی نعمت ہے۔

حضرت سیِّدُنا امامُ الحرمین رَحمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ اپنی مجالس میں اکثر فرمایا کرتے تھے: تدبیر اپنے پیدا کرنے والے کے سپرد کر دے پُر سکون ہو جائے گا۔

دوسری وجہ: ایسا کرنے سے تم مستقبل میں بھی خیر و بھلائی میں رہو گے کیونکہ امور کا دارو مدار ان کے انجام اور ان میں پوشیدہ رازوں پر ہوتا ہے جب تم اپنے اختیار سے انہیں سر انجام دینے کا حتمی فیصلہ کر لو گے تو غیر شعوری طور پر بہت جلد ہلاکت میں پڑ جاؤ گے۔

ابلیس کی دھوکا سازی:

ایک عبادت گزار بندہ اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا کیا کرتا تھا کہ اسے ابلیس دکھایا جائے۔ اس سے کہا گیا کہ "اللہ عَزَّوَجَلَّ سے عافیت کا سوال کر۔" مگر وہ نہ مانا اور اپنی بات پر اَڑا رہا تو اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ابلیس کو اس کے سامنے ظاہر کر دیا۔ جب عابد نے اسے دیکھا تو اسے مارنے کا ارادہ کیا، ابلیس نے کہا: "اگر تو نے 100 سال زندہ نہ رہنا ہوتا تو میں تجھے سخت سزا دیتا اور ہلاک کر دیتا۔" عابد اس کی بات سے دھوکا کھا گیا اور دل میں کہنے لگا: "ابھی تو میری عمر

بہت باقی ہے لہٰذا جو دل چاہے کرتا پھروں اور آخری وقت میں توبہ کرلوں گا۔“ چنانچہ وہ عبادت چھوڑ کر فسق وفجور میں پڑ گیا اور اسی حالت میں اسے موت آگئی۔ اَلْعِیَاذُ بِاللّٰہ

تمہارے لئے اس حکایت میں سبق ہے کہ تم اپنے ارادے پر سختی سے عمل پیرا نہ ہو اور نہ اپنے نفسانی مطلوب پر اصرار کرو۔ نیز یہ حکایت تمہیں لمبی امید سے بھی ڈرارہی ہے، بے شک لمبی امید بڑی آفت ہے۔ اس کے برخلاف جب تم اپنا معاملہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے سپرد کرکے اس سے دعا کروگے کہ ”وہ تمہارے لئے بہتری کا انتخاب فرمائے۔“ تو ضرور تمہیں خیر اور سلامتی نصیب ہوگی اور تم بہتر کی طرف ہی جاؤ گے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ اپنے ایک نیک بندے کا قول یوں بیان فرماتا ہے:

وَ اُفَوِّضُ اَمْرِیْۤ اِلَى اللّٰهِؕ اِنَّ اللّٰهَ بَصِیْرٌۢ بِالْعِبَادِ(۴۴) فَوَقٰىهُ اللّٰهُ سَیِّاٰتِ مَا مَكَرُوْا وَ حَاقَ بِاٰلِ فِرْعَوْنَ سُوْٓءُ الْعَذَابِۚ(۴۵) (پ۲۴، المؤمن: ۴۴، ۴۵)

ترجمۂ کنزالایمان: اور میں اپنے کام اللہ کو سونپتا ہوں بے شک اللہ بندوں کو دیکھتا ہے تو اللہ نے اُسے بچالیا ان کے مکر کی برائیوں سے اور فرعون والوں کو برے عذاب نے آگھیرا۔

دیکھا تم نے کہ اپنے کام اللہ عَزَّوَجَلَّ کے سپرد کرنے کا کیا ہی اچھا انجام ہوا کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے انہیں برائیوں سے بچایا، دشمن کے خلاف ان کی مدد فرمائی اور ان کی مراد کو کامیاب کیا، غور کرو تمہیں توفیق ملے۔

بااعتبار تفویض اشیاء کی تین اقسام

اشیاء کی تین اقسام ہیں: **پہلی** وہ جس کے بارے میں تمہیں یقینی علم ہے کہ یہ فساد وشر ہے جیسے: دوزخ، عذاب، بدعت، کفر اور گناہ۔ ان میں تمہارے ارادے اور تفویض کی کوئی گنجائش نہیں۔

دوسری وہ جس کے بارے میں تمہیں یقینی طور پر معلوم ہے کہ یہ صلاح وخیر ہے جیسے: جنت، ایمان، سنت اوران جیسی دیگر چیزیں۔ ان میں تمہارا ارادہ ضروری ہے مگر ان میں تفویض نہیں ہے کیونکہ ان میں کوئی خطرہ ہے نہ ان کے صلاح وخیر ہونے میں کوئی شک۔

تیسری وہ ہے جس کے بارے میں تم حتمی طور پر نہیں جانتے کہ اس میں میرے لئے بہتری ہے یا خرابی جیسے: نفل اور مباح کام۔ یہی تفویض کا مقام ہے، اس میں تمہیں قطعی ارادہ نہیں کرنا بلکہ اس میں بھلائی اور بہتری کی شرط لگانا ضروری ہے، اگر تم نے یہ شرط لگائی تو یہ تفویض ہو گی اور اگر بغیر شرط کے ہی ارادہ کیا تو یہ مذموم لالچ ہو گا جس کی ممانعت ہے۔ اس وضاحت سے معلوم ہوا کہ تفویض ہر اس ارادے میں ہو گی جس میں خطرہ ہو اور اس کے بہتر ہونے کا یقینی علم نہ ہو۔

تفویض کا معنیٰ:

تفویض کی حقیقت یہ ہے کہ "جس معاملے میں تمہیں خطرہ ہو اس میں یہ اِرادہ کرلو کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ تمہاری بہتری کی حفاظت فرمائے۔" اور تفویض کی ضد طمع (لالچ) ہے لیکن اگر یہ طمع کسی ایسی چیز میں ہو جس میں خطرہ نہ ہو یا پھر جس میں تم نے "اِنْ شَآءَ اللہ" کہا ہو تو یہ مذموم نہیں بلکہ قابلِ تعریف ہے اور اس وقت اسے آس وامید کہتے ہیں۔ جیسا کہ ان فرامینِ باری تعالیٰ میں ہے:

﴿1﴾...

وَالَّذِیْۤ اَطْمَعُ اَنْ یَّغْفِرَ لِیْ خَطِیْٓــٴَـتِیْ یَوْمَ الدِّیْنِ ﴿۸۲﴾ (پ۱۹، الشعرآء: ۸۲)

ترجمۂ کنزالایمان: اور وہ جس کی مجھے آس لگی ہے کہ میری خطائیں قیامت کے دن بخشے گا۔

﴿2﴾ ...

اِنَّا نَطْمَعُ اَنْ یَّغْفِرَ لَنَا رَبُّنَا خَطٰیٰنَاۤ (پ۱۹، الشعرآء:۵۱) ترجمۂ کنزالایمان: ہمیں طمع ہے کہ ہمارا رب ہماری خطائیں بخش دے۔

اس کے برعکس قابلِ مذمت طمع یہ ہے کہ مشکوک نفع اور خطرے والی شے پر دل مطمئن ہو جائے۔ حضور نبیِّ اکرم، رسولِ مُحْتَشَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: اِیَّاکُمْ وَ الطَّمَعَ فَاِنَّہٗ فَقْرٌ حَاضِرٌ اپنے آپ کو طمع سے بچاؤ کیونکہ یہ فوری محتاجی ہے۔[1]

منقول ہے کہ "ھَلَاكُ الدِّیْنِ الطَّمَعُ وَ مَلَاکُہُ الْوَرَعُ یعنی طمع دین کو ہلاک کرتی اور وَرَع وپرہیز گاری اِس کی حفاظت کرتی ہے۔"

تفویض پر اُبھارنے والی باتیں:

تمہیں یہ باتیں تفویض پر اُبھاریں گی: اُمور میں خطرات کو یاد کرنا، ہلاکت وخرابی کا امکان، مختلف خطرات سے محفوظ ہونے میں عاجز ہونا اور اپنی کمزوری، غفلت اور نادانی کی وجہ سے ان خطرات کو نہ روک سکنا، یہ وہ باتیں ہیں جن کا یاد رکھنا تمہیں تمام امور کو اللہ عَزَّوَجَلَّ کے سپرد کرنے پر اُبھارے گا نیز اس بات پر بھی اُبھارے گا کہ ان خطرات سے بچنا اور ان کو روکنا اللہ عَزَّوَجَلَّ ہی کی طرف سے ہے اور امور کا ارادہ بہتری و بھلائی کی شرط کے ساتھ جُڑا ہوا ہے۔

جن خطرات سے تم عاجز ہو ان میں ایک شک کا خطرہ ہے کہ یہ کام ہو گا یا نہیں ہو گا، میں اس کام تک پہنچ بھی سکوں گا یا نہیں؟ یوں ہی فساد و خرابی کا خطرہ ہے کیونکہ تمہیں یقین نہیں ہے کہ اس میں میری بہتری ہے یا نہیں۔ بندوں کی بہتری کس میں ہے؟ یہ اللہ عَزَّوَجَلَّ

---

1 ...معجم اوسط، ۵/۴۰۳، حدیث: ۷۷۵۳

ہی بہتر جانتا ہے لہٰذا تم معاملات اللہ عَزَّوَجَلَّ کے سپرد کر دو گے تو وہی تمہاری بھلائی کا والی ہو گا۔

تفویض کے دو فائدے:

خلاصہ یہ ہے کہ تفویض میں دو فائدے ہیں: ایک حال میں اور ایک مستقبل میں، حال کا فائدہ تو یہ ہے کہ دل کی فراغت اور بے کار فکروں سے نجات حاصل ہوتی ہے۔ اسی وجہ سے ایک تارکِ دنیا بزرگ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے فرمایا: جب تقدیر حق ہے تو پھر غم بے کار ہے۔ اس قول کی اصل یہ حدیثِ مبارکہ ہے کہ پیارے آقا، مدینے والے مصطفٰے صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے حضرت سیِّدُنا ابنِ مسعود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے فرمایا: "تمہاری فکر کم ہونی چاہیے کیونکہ جو مقدر ہو چکا وہ ہو کر رہے گا اور جو مقدر میں نہیں وہ تمہیں پہنچ نہیں سکتا۔"[1] آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا یہ فرمان انتہائی فصیح و بلیغ ہے جو کم الفاظ میں بہت سے معنٰی لئے ہوئے ہے۔ تفویض میں مستقبل کا فائدہ یہ ہے کہ بارگاہِ الٰہی سے ثواب اور اس کی رضا ملتی ہے حتّٰی کہ ایسوں کے بارے میں اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ارشاد فرمایا:

رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَ رَضُوْا عَنْهُ ؕ (پ۳۰، البینۃ: ۸)

ترجمۂ کنز الایمان: اللہ ان سے راضی اور وہ اس سے راضی۔

اس کے برعکس قضائے الٰہی پر ناراضی کا اظہار دنیا میں فکر و غم اور آخرت میں بوجھ اور عذاب کا باعث ہے کیونکہ قضا تو لامحالہ نافذ ہو کر رہے گی تمہارا غم اور ناراضی اسے پھیر نہیں سکتے جیسا کہ منقول ہے:

مَا قَدْ قَضٰی یَا نَفْسُ فَاصْطَبِرِیْ لَہٗ ۔۔۔ وَلَکَ الْاَمَانُ مِنَ الَّذِیْ لَمْ یُقَدَّرِ

تَیَقَّنِیْ اَنَّ الْمُقَدَّرَ کَائِنٌ ۔۔۔ حَتْمًا عَلَیْکَ صَبَرْتِ اَمْ لَمْ تَصْبِرِیْ

1 ...شعب الایمان، باب التوکل والتسلیم، ۲/۷۰، حدیث: ۱۱۸۸

ترجمہ: اے نفس! جو مقدر ہو چکا اس پر صبر کر اور جو مقدر نہیں ہوا اس سے تو محفوظ ہے اور یقین کر لے کہ تقدیر کا لکھا ہو کر رہے گا چاہے تو صبر کر یا نہ کر۔

فیصلہ نہ ماننے والا مومن نہیں:

عقلمند شخص جنت اور قلبی سکون کے بدلے میں ایسا بے کار غم نہیں اُٹھاتا جس میں آخرت کا بوجھ اور عذاب بھی ہو۔ جبکہ تقدیر پر راضی نہ ہونے کی صورت میں کفر و نفاق کا اندیشہ بھی موجود ہے۔ ہاں اگر اللہ عَزَّوَجَلَّ بچا لے تو اور بات ہے۔ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

فَلَا وَ رَبِّكَ لَا یُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى یُحَكِّمُوْكَ فِیْمَا شَجَرَ بَیْنَهُمْ ثُمَّ لَا یَجِدُوْا فِیْۤ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَیْتَ وَ یُسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا ﴿۶۵﴾ (پ۵، النسآء: ۶۵)

ترجمۂ کنزالایمان: تو اے محبوب تمہارے رب کی قسم وہ مسلمان نہ ہوں گے جب تک اپنے آپس کے جھگڑے میں تمہیں حاکم نہ بنائیں پھر جو کچھ تم حکم فرما دو اپنے دلوں میں اس سے رکاوٹ نہ پائیں اور جی سے مان لیں۔

اس آیت مبارکہ میں قسم ارشاد فرما کر اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اپنے محبوب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم کے فیصلے پر راضی نہ ہونے والوں کے ایمان کی نفی کر دی تو جو اللہ عَزَّوَجَلَّ کے فیصلے پر راضی نہ ہو اس کا کیا حال ہو گا؟

حدیث قُدسی ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ارشاد فرمایا: مَنْ لَّمْ یَرْضَ بِقَضَائِیْ وَلَمْ یَصْبِرْ عَلٰی بَلَائِیْ وَلَمْ یَشْكُرْ عَلٰی نَعْمَائِیْ فَلْیَتَّخِذْ اِلٰهًا سِوَائِیْ یعنی جو شخص میری تقدیر پر راضی نہ ہو، میری جانب سے آنے والی مصیبتوں پر صبر نہ کرے اور میری نعمتوں کا شکر ادا نہ کرے وہ میرے علاوہ کوئی اور خدا بنا لے۔[1]

---

1 ...معجم کبیر، ۲۲/ ۳۲۰، حدیث: ۸۰۷۔ تفسیر القرطبی، سورۃ البروج، تحت الآیۃ: ۲۲، ۱۹/ ۲۱۰

گویا اللہ عَزَّوَجَلَّ یہ فرمارہا ہے کہ ایسا بندہ ہمارے ربّ ہونے پر راضی نہیں ہے کیونکہ تقدیر پر ناراض ہوتا ہے تو اسے چاہیے کوئی دوسرا ربّ بنالے جس سے وہ راضی ہو۔ غافل شخص کے لئے یہ انتہائی وعید اور سخت ڈانٹ ڈپٹ ہے۔

عُبُوْدِیَّت اور رَبُوْبِیَّت:

کسی بزرگ سے جب پوچھا گیا کہ عُبُوْدِیَّت (بندگی) اور رَبُوْبِیَّت (پروردگاری) کیا ہے؟ تو انہوں نے بہت پیارا جواب دیا کہ ”ربّ فیصلہ کرے اور بندہ اُس پر راضی رہے اور اگر رب فیصلہ کرے اور بندہ اُس پر راضی نہ ہو تو وہاں نہ ربوبیت ہے نہ عبودیت (یعنی اس نے رب کی ربوبیت کو اور اپنی عبودیت کو نہیں سمجھا)“ اب تم اس اصل کو دیکھو اور اپنے اوپر غور وفکر کرو امید ہے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی مدد و توفیق سے سلامتی نصیب ہو جائے گی۔

تیسرا عارضہ: تقدیر کا فیصلہ

عبادت سے رُکاوٹ بننے والا تیسرا عارضہ تقدیر کا فیصلہ اور اس کا مختلف صورتوں میں واقع ہونا ہے، تقدیر کے فیصلے پر راضی رہنا تمہارے لئے ضروری ہے تاکہ تمہیں عبادت کے لئے فراغت ملے اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کی ناراضی سے محفوظ رہو کیونکہ اگر تم اس کی قضاو فیصلے پر راضی نہ ہوئے تو تمہارا دل غم و پریشانیوں میں گھر جائے گا کہ یہ کام ایسا کیوں ہوا؟ فلاں کام ایسے کیوں نہیں ہوا؟ اور جب دل اس طرح کی پریشانیوں میں پھنسا ہو تو پھر عبادت کے لیے کیسے فارغ ہو سکتا ہے کیونکہ تمہارے پاس صرف ایک ہی دل ہے اور اِسے بھی تم نے دنیا کے اگلے پچھلے غموں سے بھر دیا تو اب اس میں یادِ الٰہی اور فکرِ آخرت کے لئے جگہ کہاں بچے گی؟

موجودہ برکت:

حضرت سیِّدُنا شقیق بلخی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْوَلِی نے کیا خوب فرمایا کہ ”گزرے ہوئے پر حسرت

اور آنے والے کے لیے سوچ بچار کرنا تمہاری موجودہ برکت کو بھی ختم کر دے گا۔'' اس کی وجہ یہ ہے کہ جب تم قضا پر ناگواری کا اظہار کرو گے تو اللہ عَزَّوَجَلَّ تم سے ناراض ہو کر تمہاری پکڑ فرمائے گا۔

منقول ہے کہ ایک نبی عَلَیْہِ السَّلَام کو آزمائش پہنچی تو انہوں نے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں شکایت کی، اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ان کی طرف وحی فرمائی کہ ''تم میرا شکوہ کر رہے ہو حالانکہ میں شکوہ اور مذمت کا مستحق نہیں ہوں اور تم نے ایسی بات کا اظہار کیا اور میری قضا پر ناراض ہوتے ہو؟ کیا تم چاہتے ہو کہ میں تمہاری خاطر دنیا بدل دوں یا پھر لوحِ محفوظ میں تبدیلی کر دوں، میں اپنی چاہت کے بجائے تمہاری چاہت کے مطابق فیصلہ کروں اور میری پسند کے بجائے تمہاری پسند نافذ ہو، میری عزت و جلال کی قسم! اگر دوبارہ تمہارے دل میں یہ خیال گزرا تو میں لباسِ نبوت اُتار کر تمہیں آگ کے حوالے کر دوں گا اور مجھے کوئی پروا نہیں۔''

عقلمند کو دل کے کانوں سے سننا چاہیے کہ کس طرح ربّ تعالیٰ اپنے انبیا اور برگزیدہ بندوں کو سخت تنبیہ فرما رہا ہے تو عام بندوں کے ساتھ اس کا معاملہ کیسا ہو گا؟ پھر حکایت میں اس فرمان پر غور کرو کہ ''اگر دوبارہ آپ کے دل میں یہ خیال گزرا تو میں لباسِ نبوت اتار لوں گا۔'' یہ سخت تنبیہ محض دل کے ارادے و خیال پر ہے تو اس شخص کا کیا حال ہو گا جو بے صبری کرے، چیخے چلائے، شکوہ کرے اور سب لوگوں کے سامنے اپنے ربّ تعالیٰ کی طرف سے آنے والی آزمائش پر شور مچائے، نہ صرف اکیلا بلکہ اوروں کو بھی اپنے ساتھ ملا لے۔ پھر یہ تنبیہ انہیں تھی جن کے دل میں ایک بار ناراضی کا خیال گزرا تو جس نے ساری عمر ہی اپنے ربّ سے ناراضی میں گزار دی اس کا کیا حال ہو گا۔ انہوں نے تو اپنے ربّ تعالیٰ سے شکایت کی تھی پھر جو غیر کے سامنے رونا روئے اس کا کیا بنے گا؟ اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں نفس کی

شرارتوں اور بُرے اعمال سے محفوظ فرمائے، ہمارے گناہ اور ہماری کوتاہیاں معاف فرمائے اور ہم پر اپنی نظرِ رحمت فرمائے بے شک وہ سب سے بڑھ کر رحم فرمانے والا ہے۔

تقدیر پر ناراضی کیا ہے؟

ناراضی وغصے کو چھوڑ دینا ہی رضا کی حقیقت ہے اور ناراضی یہ ہے کہ ”جس معاملے کے اچھا یا بُرا ہونے کا یقین نہ ہو اس میں قضائے الٰہی کے برعکس معاملے کو اپنے لیے زیادہ اچھا اور زیادہ بہتر کہا جائے۔“ اور یہ جاننا بھی ضروری ہے کہ خیر و شر اور تمام معاصی اللہ عَزَّوَجَلَّ کی قضا و قدر سے ہوتے ہیں، بندے کے لئے قضا پر راضی رہنا ضروری ہے اور شَر کا جو فیصلہ ہو چکا وہ بُرا نہیں ہے بلکہ شَر و بُرائی تو وہ چیز ہے جس کے شر ہونے کا فیصلہ ہوا لہٰذا اب یہ نہیں کہہ سکتے کہ قضائے شَر پر راضی ہونا شَر پر راضی ہونا ہے۔

اچھی بُری تقدیر پر رضامندی:

حاصل یہ ہے کہ نعمت کے معاملے میں فیصلہ فرمانے والے (اللہ تعالیٰ)، فیصلہ اور جس کا فیصلہ ہوا یعنی نعمت سب پر راضی ہونا واجب ہے اور اس کے نعمت ہونے کے لحاظ سے اس کا شکر ادا کرنا بھی واجب اور اس طرح نعمت کا اظہار کرنا بھی واجب ہے جس سے نعمت کے اثر کا اظہار ہو۔ مصیبت و تکلیف میں بھی فیصلہ فرمانے والے، فیصلہ اور اُس مصیبت سے راضی ہونا ضروری ہے اور مصیبت و سختی ہونے کے اعتبار سے اس پر صبر کرنا بھی واجب ہے۔ یوں ہی خیر و بھلائی کے معاملے میں فیصلہ فرمانے والے، فیصلہ اور اُس بھلائی پر راضی ہونا لازم و ضروری ہے اور اس کے خیر ہونے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے احسان کو یاد رکھنا بھی واجب ہے اور یہ کہ اس نے اس خیر و بھلائی کی توفیق عطا فرمائی۔ اسی طرح شَر و بُرائی میں بھی فیصلہ فرمانے والے، فیصلہ اور اُس شر پر جس کا فیصلہ ہوا، ان سب پر راضی ہونا

واجب ہے مگر اس کے شَر ہونے کی حیثیت سے نہیں بلکہ اُس پر رضا مندی صرف اس لئے ہو کہ وہ قضائے الٰہی ہے۔

اسے یوں سمجھئے کہ ایک بُرے مذہب سے تم اس طور پر راضی ہو کہ تمہیں اس کا علم و پہچان ہو جائے نہ یہ کہ وہ تمہارا مذہب بن جائے، یوں اس کا معلوم ہونا علم سے نسبت رکھے گا اور رضامندی اور محبت اس کا علم ہونے کے ساتھ ہو گی نہ کہ مذہب کے ساتھ، یہی معاملہ قضائے شَر پر راضی ہونے کا ہے۔

کمالِ رضا کی نشانی:

اگر کوئی نعمت میں اضافے کا طلبگار ہے تو اس سے اس کی رضا میں کوئی خرابی نہیں آتی بشرطیکہ وہ اضافے سے خیر و بھلائی کی نیت رکھتا ہو بلکہ ایسا کرنا تو کمالِ رضا کی نشانی ہے کیونکہ جو شخص جس چیز سے خوش اور راضی ہوتا ہے اس میں اضافے کا طلبگار ہوتا ہے۔ ہمارے پیارے آقا، مدینے والے مصطفٰے صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو جب دودھ پیش کیا جاتا تو آپ یہ دعا کرتے: ”اَللّٰھُمَّ بَارِكْ لَنَا فِيهِ وَزِدْنَا مِنْهُ یعنی اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! اس میں ہمارے لئے برکت رکھ اور ہمیں اس سے زیادہ عطا فرما۔“ [1] اگر کوئی اور چیز پیش کی جاتی تو یہ دعا کرتے: ”وَزِدْنَا خَيْرًا مِّنْهُ یعنی ہمارے لئے اس سے بہتر میں اضافہ فرما۔“ [2]

ان دونوں مقاموں میں کہیں بھی ظاہر نہیں ہوتا کہ حضور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اللہ عَزَّوَجَلَّ کی مقدر شدہ چیز پر راضی نہیں تھے۔ جہاں تک بات ہے اضافے میں ”بہتری و بھلائی کی نیت“ کے شرط ہونے کی تو یہ قلبی معاملہ ہے زبان سے کہنے نہ کہنے کا

---

1 ...ابو داود، کتاب الاشربة، باب ما یقول اذا شرب اللبن، ۳/۴۷۵، حدیث: ۳۷۳۰

2 ...ابو داود، کتاب الاشربة، باب ما یقول اذا شرب اللبن، ۳/۴۷۵، حدیث: ۳۷۳۰ بتغیر

کوئی اعتبار نہیں اور توفیق دینے والا اللہ عَزَّوَجَلَّ ہی ہے۔

صبر کا بیان

سال بھر کا سکون:

مختصر یہ ہے کہ صبر کڑوی دوا اور ناخوشگوار مشروب ہے مگر بہت مبارک ہے کیونکہ یہ نفع کو تمہاری طرف کھینچتا اور نقصان کو تم سے دور کرتا ہے اور جب دوا میں ایسی خوبی ہو تو عقلمند اس کے گھونٹ بھر لیتا ہے اور اس کی کڑواہٹ پر صبر کرتے ہوئے کہتا ہے: مَرَارَةُ سَاعَةٍ رَاحَةُ سَنَةٍ یعنی ایک لمحے کی کڑواہٹ سال بھر کا سکون ہے۔

صبر کی چار اقسام:

صبر کی چار قسمیں ہیں: (۱) عبادت پر صبر (۲) گناہوں سے صبر (۳) زائد از ضرورت دنیا سے صبر اور (۴) مصیبتوں اور تکلیفوں پر صبر۔

جب کوئی شخص صبر کی تلخی برداشت کرے اور ان چاروں قسم کے صبر پر کاربند ہو جائے تو اسے عبادات اور پھر ان پر استقامت کی عظیم نعمت حاصل ہوتی ہے، آخرت میں ثوابِ عظیم کا مستحق بنتا ہے اور وہ دنیا میں گناہوں کے دلدل اور آخرت میں ان کے وبال میں مبتلا ہونے سے بچ جاتا ہے نیز وہ دنیا کی ایسی طلب سے بچ جاتا ہے جو فی الحال اسے مصروف کر دے اور آخرت میں بوجھ بن جائے پھر دنیا میں پیش آئی مصیبت اور چیز کے ضیاع پر اُس کے صبر کا اجر شمار نہیں کیا جاسکتا۔ یوں اسے صبر کی بدولت عبادت، اس کی اعلیٰ منازل اور ثواب حاصل ہوتا ہے اور اس کی تفصیل اللہ عَزَّوَجَلَّ ہی جانتا ہے۔

صبر کا دُہرا فائدہ:

صبر کے سبب پہلے تو انسان دنیا میں رونے دھونے وغیرہ کے بوجھ سے بچ جاتا ہے اور

پھر آخرت میں گناہوں کے بوجھ اور عذاب سے محفوظ رہتا ہے۔ لیکن اگر انسان کمزور ہو اور صبر کو چھوڑ کر رونے دھونے کا راستہ اپنائے تو تمام نفع ضائع ہو جاتا اور سارا نقصان گلے پڑ جاتا ہے مثال کے طور پر بندہ عبادت کی مَشَقَّت پر صبر نہیں کرے گا تو عبادت ہی نہیں کر پائے گا یا پھر اس کی حفاظت پر صبر نہیں کرے گا تو اسے ضائع کر بیٹھے گا یا پھر اس کی استقامت پر صبر نہیں کرے گا تو استقامت کے کسی اعلیٰ مرتبے سے محروم رہے گا۔ یونہی گناہ سے صبر نہ کر کے اُس میں مبتلا ہو جائے گا یا زائد از ضرورت دنیا سے صبر نہ کرنے کی صورت میں اُس میں مشغول ہو گا یا پھر مصیبت پر بے صبری کر کے صبر کے ثواب سے محروم ہو جائے گا۔

بے صبری پر دو مصیبتیں:

بسا اوقات بے صبری اتنی بڑھتی ہے کہ اس کے سبب بندہ عوض سے محروم ہو جاتا ہے، یوں اسے دو مصیبتیں پہنچتی ہیں: (۱)... دنیا میں اُس شے سے اور آخرت میں اجر و ثواب سے محرومی اور (۲)... ناپسندیدہ بات میں گرفتاری اور صبر سے محرومی۔ منقول ہے کہ ”حِرْمَانُ الصَّبْرِ عَلَی الْمُصِیْبَۃِ اَشَدُّ مِنَ الْمُصِیْبَۃِ یعنی مصیبت پر صبر سے محروم ہو جانا مصیبت سے زیادہ سخت ہے۔“ ایسی چیز کو اختیار کرنے کا کیا فائدہ جو پاس موجود شے کو دور کر دے اور مفقود ثواب سے بھی محروم کر دے، لہٰذا جب تم سے ایک شے فوت ہو جائے تو کوشش کرو کہ دوسری فوت نہ ہو۔

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا علیُّ المرتضٰی کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم کا درج ذیل فرمان بیان کردہ باتوں کا جامع ہے۔ چنانچہ آپ نے ایک شخص کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا ”اِنْ صَبَرْتَ جَرَتْ عَلَیْكَ الْمَقَادِیْرُ وَ اَنْتَ مَاْجُوْرٌ وَ اِنْ جَزِعْتَ جَرَتْ عَلَیْكَ الْمَقَادِیْرُ وَ اَنْتَ مَاْزُوْرٌ یعنی اگر تم صبر کرو گے تو تم پر تقدیر تو جاری ہو گی مگر اجر و ثواب پاؤ گے اور اگر بے صبری کا مظاہرہ کیا

تو تب بھی تقدیر جاری ہے مگر تمہیں گناہ ملے گا۔“

صحیح تدبیر اور سیدھا راستہ:

مختصر یہ کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ پر تَوَکُّل و بھروسا کرکے دل کو چاہت والی چیزوں سے الگ کرنا، نفس کو بُری عادتوں سے دور کرنا، اُمور میں تدبیر کو ترک کرکے ان میں موجود راز کو جانے بغیر انہیں اللہ عَزَّوَجَلَّ کے سپرد کرنا، نفس کو ناراضی و بے صبری سے روکنا جبکہ نفس ان کی جلدی کرتا ہے اور ناپسندیدگی کے باوجود نَفْس کو رِضا کی لگام دینا اور صبر کے کڑوے گھونٹ پلانا یہ سب اگرچہ ایک تلخ معاملہ، سخت علاج اور بھاری بوجھ ہے لیکن یہی صحیح تدبیر اور سیدھا راستہ ہے اور اس کا انجام اچھا اور احوال نیک بختی پر مشتمل ہیں۔

مہربان باپ کی مریض بیٹے پر سختی:

تم اُس مہربان اور مالدار باپ کے متعلق کیا کہتے ہو جو اپنے بیمار بیٹے کو کھجور اور سیب وغیرہ پھل کھانے کو نہیں دیتا بلکہ اسے سخت طبیعت نگران کے سپرد کر دیتا ہے جو سارا دن اسے روکے رکھتا ہے اور ڈانٹتا رہتا ہے اور اس کا باپ اسے پچھنے لگوانے کے لئے پچھنے لگانے والے کے پاس لے جاتا ہے جو اسے کٹ وغیرہ لگا کر مزید درد و تکلیف سے دوچار کرتا ہے۔ کیا تم یہ خیال کر سکتے ہو کہ وہ باپ اسے بخل و کنجوسی کی بنا پر کھانے کو پھل نہیں دیتا یا اس سے اُس کا ارادہ بیٹے کو ایذا و تکلیف پہنچانا ہے حالانکہ اس کا سب مال و دولت بیٹے ہی کا ہے اور وہ اس کے دل کا ٹکڑا اور آنکھوں کی ٹھنڈک ہے حتّٰی کہ اگر بیٹے کو ذرا ہوا لگ جائے تو باپ بے چین ہو جاتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ ایسا سُلوک صرف اس لئے کہ باپ جانتا ہے کہ اسی میں اس کی بہتری ہے اور اس تھوڑی مَشَقَّت و تکلیف سے اس کا بیٹا بہت زیادہ بھلائی اور بڑے نفع کو پالے گا۔

مریض کے ساتھ خیر خواہی:

نیز اُس خیر خواہ، مُخلِص اور ماہر طبیب کے متعلق تم کیا کہتے ہو جو ایک مریض کو پانی پینے سے روک دیتا ہے حالانکہ شدتِ پیاس سے اس کا کلیجہ جل رہا ہوتا ہے لیکن وہ طبیب اسے کڑوی دَوا دیتا ہے جو اس مریض کی طبیعت اور نَفْس پر بھاری ہوتی ہے تو کیا تم یہ خیال کر سکتے ہو کہ وہ طبیب مریض سے دشمنی و عَداوت اور اسے اذیت دینے کے لئے ایسی دَوا دے رہا ہے؟ ہر گز نہیں بلکہ اس میں مریض کے ساتھ سراسر خیر خواہی اور احسان ہے کیونکہ طبیب جانتا ہے کہ مریض خواہش کے تقاضے کے سبب جو کچھ طلب کرتا ہے اس میں اس کی ہلاکت اور موت ہے اور اسے اس سے روکنے اور باز رکھنے میں ہی اس کی شفا اور بقا ہے۔

خواہش پوری نہ ہونے کی وجہ:

اے بندے! غور کرو کہ اگر اللہ عَزَّوَجَلَّ کسی وقت ایک روٹی یا ایک دِرہم تمہیں عطا نہیں کرتا تو تمہیں یقین رکھنا چاہیے کہ جو کچھ تم چاہتے ہو اللہ عَزَّوَجَلَّ وہ چیز تمہیں دینے پر قادر ہے کیونکہ وہ فَضْل وجُود کا مالک ہے، تمہارے حال سے باخبر ہے، اس سے کوئی شے مخفی اور پوشیدہ نہیں، نہ اس کے پاس کوئی کمی ہے، نہ اس کے لئے کوئی رُکاوٹ اور نہ ہی وہ بخیل ہے۔ وہ عیبوں سے پاک ہے، وہ سب سے بڑا غنی، سب سے زیادہ قدرت والا، سب سے بڑا عالِم اور سب سے بڑھ کر جَواد و کریم ہے لہٰذا تمہیں یقین ہونا چاہیے کہ بسا اوقات تمہاری خواہش کی چیزیں وہ تمہیں اس لئے عطا نہیں کرتا کہ اس میں تمہاری اِصلاح اور بہتری پوشیدہ ہوتی ہے، عطا نہ کرنے کی وجہ عجز یا بخل نہیں بلکہ وہ تو قرآنِ مجید میں ارشاد فرماتا ہے:

خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا ۗ (پ۱، البقرۃ:۲۹) ترجمۂ کنزالایمان: تمہارے لیے بنایا جو کچھ زمین میں ہے۔

نیز وہ بخیل کیونکر ہو سکتا ہے جس نے تمہیں اپنی مَعرِفَت جیسی عظیم نعمت عطا فرمائی اور اس ایک نعمت کے سامنے ساری نعمتیں ہیچ ہیں۔

مومن بندے پر مہربانی:

حدیث شریف میں ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے: ”اِنِّیْ لَاَذُوْدُ اَوْلِیَائِیْ عَنْ نَعِیْمِ الدُّنْیَا کَمَا یَذُوْدُ الرَّاعِی الشَّفِیْقُ اِبِلَهٗ عَنْ مَبَارِكِ الْعُرَّةِ یعنی میں اپنے دوستوں کو دنیا کی نعمتوں سے اس طرح دور رکھتا ہوں جس طرح مہربان چرواہا اپنے اُونٹوں کو خارش زدہ اُونٹوں سے دور رکھتا ہے۔“[1] پس اگر اللہ عَزَّوَجَلَّ تمہیں کسی مصیبت و سختی میں ڈالے تو اس بات کا یقین رکھو کہ وہ تمہارے امتحان و آزمائش سے بے پرواہ ہے، تمہارے حال سے باخبر ہے، تمہاری کمزوری کو دیکھ رہا ہے اور تم پر مہربان و رحم والا ہے، کیا تم حضور نبیِّ مُکَرَّم، شفیعِ مُعَظَّم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا یہ فرمان مبارک نہیں سنتے: اَللّٰهُ اَرْحَمُ بِعَبْدِهِ الْمُؤْمِنِ مِنَ الْوَالِدَةِ الشَّفِیْقَةِ بِوَلَدِهَا یعنی اللہ عَزَّوَجَلَّ ماں کے بچے پر شفقت کرنے سے زیادہ اپنے مومن بندے پر مہربان ہے۔“[2]

منتخب بندوں کی آزمائش:

جب تمہیں اس بات کا علم ہو گیا تو یہ بھی جان لو کہ تمہیں کوئی بھی مصیبت یا پریشانی پہنچتی ہے تو وہ تمہاری بھلائی کے لئے ہوتی ہے، تم اسے نہیں جانتے مگر اللہ عَزَّوَجَلَّ خوب جانتا ہے۔ اسی وجہ سے تم اولیائے کرام اور چُنے ہوئے بندوں کو بہت زیادہ آزمائش میں مبتلا دیکھتے ہو جو اللہ عَزَّوَجَلَّ کے برگزیدہ بندے ہیں حتّٰی کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے حبیب، حبیب

1 ...حلیة الاولیاء، مقدمة المصنف، ۱/ ۴۲، حدیث: ۲۱۔ الزھد لاحمد، ص ۹۹، حدیث: ۳۴۱، ۳۴۲

2 ...بخاری، کتاب الادب، باب رحمة الوالد وتقبیله ومعانقته، ۴/ ۱۰۰، حدیث: ۵۹۹۹

لبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”اِذَا اَحَبَّ اللّٰہُ قَوْمًا اِبْتَلَاھُمْ یعنی اللہ عَزَّوَجَلَّ جب کسی قوم سے محبت فرماتا ہے تو انہیں آزمائشوں میں مبتلا فرمادیتا ہے۔“[1] ایک اور مقام پر یوں ارشاد فرمایا: ”اَشَدُّ النَّاسِ بَلَاءً اَلْاَنْبِیَاءُ ثُمَّ الشُّھَدَاءُ ثُمَّ الْاَمْثَلُ فَالْاَمْثَلُ یعنی لوگوں میں سب سے کڑی آزمائش انبیائے کرام عَلَیْہِمُ السَّلَام کی ہوتی ہے پھر شہدا کی پھر درجہ بدرجہ دیگر لوگوں کی۔“[2]

شاہراہِ اولیاء پر سفر:

جب تم دیکھو کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ تم سے دنیا کو روک کر تمہیں مصیبتوں اور آزمائشوں میں مبتلا فرمارہا ہے تو سمجھ جاؤ کہ تم اس کے نزدیک عزت والے ہو، اس کے ہاں تمہارا بڑا مرتبہ ہے اور وہ تمہیں اپنے اولیا کے راستے پر چلا رہا ہے، بے شک وہ تم پر نظر رحمت رکھتا ہے مگر وہ ان چیزوں کا محتاج نہیں، کیا تم ربّ تعالیٰ کا یہ فرمان نہیں سنتے:

وَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ فَاِنَّكَ بِاَعْیُنِنَا (پ۲۷، الطور: ۴۸)

ترجمۂ کنزالایمان: اور اے محبوب تم اپنے رب کے حکم پر ٹھہرے رہو کہ بے شک تم ہماری نگہداشت میں ہو۔

”شاید“ اور ”اگر“ سے بچو:

بلکہ تم اللہ عَزَّوَجَلَّ کے اِس احسان کو پہچانو کہ وہ تمہاری صلاح وخیر کے لئے تمہاری حفاظت فرماتا، تمہارا اجر وثواب بڑھاتا اور اپنے ہاں تمہیں معزز و نیک لوگوں والا مقام و مرتبہ عطا فرماتا ہے۔ پس تم کتنے ہی قابل تعریف انجام اور قابل عزت عطائیں دیکھتے

---

1 ...مسند امام احمد، حدیث محمود بن لبید، ۹/ ۱۶۳، حدیث: ۲۳۷۰۲

2 ...ترمذی، کتاب الزھد، باب ماجاء فی الصبر علی البلاء، ۴/ ۱۷۹، حدیث: ۲۴۰۶، دون ذکر ”الشھداء“
مستدرک حاکم، کتاب معرفۃ الصحابۃ، باب لحنۃ ابی ذر، ۴/ ۴۱۱، حدیث: ۵۵۱۴، دون ذکر ”الشھداء“

ہو۔ لہٰذا تم اللہ عَزَّوَجَلَّ پر توکل کرو اور اپنے کاموں کی تدبیر اُس کے سپرد کر دو جو زمین و آسمان کی تدبیر فرمانے والا ہے اور خود کو ایسے کاموں سے نجات دو جس کا تمہیں علم نہیں جیسے یہ کام کل ہو گا یا نہیں ہو گا؟ اور یہ کیسے ہو گا؟ یوں ہی ''شاید'' اور ''اگر'' وغیرہ سے بچاؤ کہ اس سے وقت کا ضیاع اور دل کی مشغولیت کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوتا، ممکن ہے کہ کل ایسے حالات سامنے آجائیں جن کا تمہیں وہم و گمان بھی نہ تھا اور جو باتیں اور منصوبے تم بنا رہے تھے اور جن معاملات میں تم غور و خوض کر رہے تھے ان میں سے کوئی نہ ہو سکے اور سوچ و بچار میں بے فائدہ وقت ضائع ہو جائے بلکہ دل کی مصروفیت اور عمر برباد ہو جانے پر خسارہ اور پشیمانی اُٹھانی پڑے۔

کسی شاعر نے کہا:

سَبَقَتْ مَقَادِیْرُ الْاِلٰہِ وَ حُکْمُہٗ فَاَرِحْ فُؤَادَكَ مِنْ لَّعَلَّ وَ مِنْ لَّوْ

ترجمہ: اللہ عَزَّوَجَلَّ کی تقدیریں اور اس کا فیصلہ ہو چکا لہٰذا اپنے دل کو ''شاید'' و ''اگر'' کے چکر سے محفوظ رکھو۔

ایک اور شاعر نے کہا:

سَیَکُوْنُ مَا ھُوَ کَائِنٌ فِیْ وَقْتِہٖ وَ اَخُو الْجَھَالَۃِ مُتْعَبٌ وَّ مَحْزُوْنٌ

فَلَعَلَّ مَا تَخْشَاہُ لَیْسَ بِکَائِنٍ وَّ لَعَلَّ مَا تَرْجُوْہُ لَیْسَ یَکُوْنُ

ترجمہ: جو ہونے والا ہے وہ اپنے وقت میں ہو کر رہے گا اور جاہل و بے خبر شخص مشقت و غم برداشت کرتا ہے تو جس کا تجھے ڈر ہے شاید وہ واقع نہ ہو اور جس کی تجھے اُمید ہے شاید وہ بھی نہ ہو۔

نفس کو نصیحت و تلقین:

اپنے نَفْس کو یوں نصیحت کرو: اے نَفْس! ہمارے حصہ میں صرف وہی چیز آئے گی جو اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ہمارے لئے لکھ دی ہے، وہ ہمارا مالک و مولیٰ ہے اور اُسی پر مؤمنوں کو توکل

کرنا چاہیے اور وہی ہمیں کافی اور ہمارا کارساز ہے۔ وہ ایسا قدیر ہے کہ اس کی قدرت کی انتہا نہیں اور ایسا حکیم ہے کہ اس کی حکمتوں کی حد نہیں اور ایسا رحیم ہے کہ اس کی رحمتوں کی اِنتہا نہیں۔ اے نفس! جو ایسی صفات وشان کا مالک ہے وہی اس بات کا حقدار ہے کہ تو اس پر توکل و بھروسا کرے اور اپنا ہر معاملہ اس کے سپرد کر دے پس تجھ پر تفویض (یعنی اپنے امور اُس کے سپرد کرنا) لازم ہے۔

تم اپنے دل کو اس بات کے لئے بھی مضبوط وپختہ کرو کہ ''اللہ عَزَّوَجَلَّ تمہارے لئے جو فیصلہ فرماتا ہے وہی زیادہ موافق اور زیادہ بہتر ہے اور بِلاشُبہ ہمارا علم اُس کی کیفیت اور راز کو پہنچ نہیں سکتا۔'' اور اپنے نفس سے کہو: اے نفس! تقدیر کا لکھا ضرور ہو کر رہے گا، اب غصہ وناراضی کی نہ کوئی وجہ ہے نہ کوئی فائدہ اور بہتری اسی میں ہے جو اللہ عَزَّوَجَلَّ کرے گا۔ اے نَفْس! کیا تو یہ نہیں کہتا کہ ''میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کے ربّ ہونے پر راضی ہوں۔'' تو پھر اس کی تقدیر پر راضی کیوں نہیں حالانکہ تقدیر وفیصلہ رَبُوبِیَّت کی شان اور اس کا حق ہے لہٰذا تجھے قضائے الٰہی پر راضی رہنا لازم ہے اور اللہ عَزَّوَجَلَّ توفیق عطا فرمانے والا ہے۔

چوتھا عارضہ: تکالیف وسختیاں

اللہ عَزَّوَجَلَّ کی عبادت سے رُکاوٹ بننے والے عوارض میں سے چوتھا عارضہ تکالیف وسختیاں ہیں۔ ان کا علاج بھی صبر ہی ہے۔ بہت سی جگہوں پر صبر کرنا تمہارے لئے دو اُمور کے لحاظ سے ضروری ہے:

اَمرِ اوّل:

پہلا امر عبادت تک رسائی اور اس سے مقصود کا حصول ہے، کیونکہ ہر عبادت کی بنیاد صبر اور مَشَقَّت برداشت کرنے پر ہے، جو صبر نہیں کرتا وہ در حقیقت عبادت اور اس کے مقصود

تک نہیں پہنچ پاتا۔ یوں کہ جو اللہ عَزَّوَجَلَّ کی عبادت اور گوشہ نشینی کا ارادہ رکھتا ہے اسے درج ذیل وجوہات سے مصیبت وپریشانی کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

پہلی وجہ: کوئی عبادت ایسی نہیں جس میں مَشَقَّت نہ ہو اسی لئے اس کی ترغیب اور اس پر ثواب کی نوید آئی ہے کیونکہ عبادت نفس پر جبر اور خواہش کا قلع قمع کرکے ہی ادا کی جاسکتی ہے اور یہ دونوں ہی خیر سے روکنے والے ہیں اور انسان پر نفس وخواہش کی مخالفت کرنا مشکل ترین معاملہ ہے۔

دوسری وجہ: جب بندہ مَشَقَّت کے ساتھ کوئی نیک کام کرتا ہے تو اسے بچانے کے لئے لازمی طور پر احتیاط سے کام لینا پڑتا ہے اور عمل کو بچانا عمل کرنے سے زیادہ مشکل ہے۔

سختیوں کی اقسام:

تیسری وجہ: یہ دنیا پریشانیوں کا گھر ہے جو بھی اس میں رہے گا اسے مصیبتیں اور سختیاں جھیلنا پڑیں گی اور ان کی بہت ساری اقسام ہیں مثلاً: اہل وعیال، عزیز رشتہ دار، بھائی یا دوست وغیرہ میں مصیبت موت، گمشدگی اور جُدائی ہے، ذات میں مصیبت کئی طرح کے امراض اور درد ہیں، عزت وناموس میں مصیبت لوگوں کا اس سے قتال کرنا، طمع ولالچ رکھنا، اس کی بیوی بچوں پر ظلم وستم کرنا اور اس کی غیبت کرنا اور اس پر جھوٹ والزام رکھنا ہے اور مال میں مصیبت اس کا ضائع وبرباد ہو جانا ہے۔ ان میں سے ہر مصیبت میں کسی نہ کسی طرح کا درد اور اذیت ہے لہٰذا ان میں سے ہر مصیبت پر صبر کی ضرورت ہے ورنہ بے صبری اور غم عبادت کے لئے فراغت سے رکاوٹ بنیں گے۔

مَردوں والے ارادے:

چوتھی وجہ: طالبِ آخرت بہت زیادہ اور انتہائی تکلیف دہ مصائب میں گرفتار ہوتا

ہے، جو اللہ عَزَّوَجَلَّ کے جتنا قریب ہوتا ہے دنیا میں اس کے مصائب بھی اتنے ہی کثیر اور تکلیف دہ ہوتے ہیں کیا تم نے رسولِ خدا، تاجدارِ انبیاء صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا یہ فرمان نہیں سنا: اَشَدُّ النَّاسِ بَلَاءً اَلْاَنْبِیَاءُ ثُمَّ الشُّهَدَاءُ ثُمَّ الْاَمْثَلُ فَالْاَمْثَلُ یعنی لوگوں میں سب سے کڑی آزمائش انبیائے کرام عَلَیْہِمُ السَّلَام کی ہوتی ہے پھر شہدا کی پھر ان سے کم مرتبہ پھر ان سے کم مرتبہ والوں کی۔[1] جو شخص بھی نیکی کا ارادہ کرکے راہِ آخرت اختیار کرے گا وہ ضرور ان سختیوں اور مصیبتوں میں مبتلا ہو گا۔ اگر وہ ان پر صبر نہ کر سکا اور انہیں برداشت نہ کر سکا تو راستے میں ہی رہ جائے گا اور عبادت سے محروم ہو گا، اللہ عَزَّوَجَلَّ نے بالکل واضح طور پر ہمیں فرما دیا کہ ہم تمہیں تکالیف و مصائب میں مبتلا کریں گے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

لَتُبْلَوُنَّ فِیْۤ اَمْوَالِكُمْ وَ اَنْفُسِكُمْ ۫ وَ لَتَسْمَعُنَّ مِنَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَ مِنَ الَّذِیْنَ اَشْرَكُوْۤا اَذًى كَثِیْرًا ؕ (پ۴، آل عمرٰن: ۱۸۶)

ترجمۂ کنزالایمان: بے شک ضرور تمہاری آزمائش ہو گی تمہارے مال اور تمہاری جانوں میں اور بے شک ضرور تم اگلے کتاب والوں اور مشرکوں سے بہت کچھ برا سنو گے۔

پھر ارشاد فرمایا:

وَ اِنْ تَصْبِرُوْا وَ تَتَّقُوْا فَاِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ ۝۱۸۶ (پ۴، آل عمرٰن: ۱۸۶)

ترجمۂ کنزالایمان: اور اگر تم صبر کرو اور بچتے رہو تو یہ بڑی ہمت کا کام ہے۔

گویا کہ فرماتا ہے: تم خود کو یقین دلا دو کہ تمہیں ضرور مختلف مصیبتیں پہنچیں گی، اگر صبر کرو گے تو تم ہی مرد ہو اور تمہارے پختہ ارادے مردوں والے ارادے ہیں۔ "پس جو

[1] ... ترمذی، کتاب الزھد، باب ماجاء فی الصبر علی البلاء، ۴/ ۱۷۹، حدیث: ۲۴۰۶، دون ذکر "الشھداء"
مستدرک حاکم، کتاب معرفۃ الصحابۃ، باب محنۃ ابی ذر، ۴/ ۴۱۱، حدیث: ۵۵۱۴، دون ذکر "الشھداء"

اللہ عَزَّوَجَلَّ کی عبادت کا پختہ ارادہ رکھتا ہے اُسے سب سے پہلے طویل صبر کا پختہ ارادہ کرنا ہوگا اور خود کو موت تک پے در پے آنے والی مصیبتیں برداشت کرنے کا عادی بنانا ہوگا ورنہ ایسے کام کا ارادہ کرتا ہے جس کے ہتھیار سے محروم ہے اور اس کی تکمیل کے ذریعے کو چھوڑ کر اُسے کرنا چاہتا ہے۔

چار موتیں:

حضرت سیِّدُنا فُضَیل بن عِیاض رَحمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ سے منقول ہے: جو شخص راہِ آخرت طے کرنے کا ارادہ کرے وہ اپنے اوپر چار قسم کی موتیں لازم کرلے: سفید، سیاہ، سرخ اور سبز۔ سفید موت بھوک ہے، سیاہ موت لوگوں کا مذمت کرنا ہے، سرخ موت شیطان کی مخالفت ہے اور سبز موت پے در پے آنے والی مصیبتوں پر صبر کرنا ہے۔

امرِ دُوُم اور صبر کا پہلا فائدہ:

جن دواُمور کے لحاظ سے بہت سی جگہوں پر صبر ضروری ہے اُن میں سے دوسرا صبر میں دنیا و آخرت کی بھلائی ہے۔ صبر میں نجات و کامیابی ہے۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے:

وَمَنْ یَّتَّقِ اللّٰهَ یَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًاۙ(۲) وَّیَرْزُقْهُ مِنْ حَیْثُ لَا یَحْتَسِبُؕ

(پ۲۸، الطلاق: ۲،۳)

ترجمۂ کنزالایمان: اور جو اللہ سے ڈرے اللہ اس کے لیے نجات کی راہ نکال دے گا اور اسے وہاں سے روزی دے گا جہاں اس کا گمان نہ ہو۔

اس کا معنٰی و مفہوم یہ ہے کہ ”جو صبر کے ساتھ اللہ عَزَّوَجَلَّ سے ڈرتا ہے تو وہ اس کے لئے مصیبتوں سے نجات کی راہ نکال دے گا۔“

صبر کا دوسرا فائدہ:

صبر سے دشمنوں پر کامیابی نصیب ہوتی ہے۔ فرمانِ باری تعالٰی ہے:

فَاصۡبِرۡ ؕ اِنَّ الۡعَاقِبَةَ لِلۡمُتَّقِيۡنَ ﴿۴۹﴾ ترجمۂ کنز الایمان: تو صبر کرو بے شک بھلا انجام پرہیز گاروں کا۔

(پ۱۲، ھود: ۴۹)

صبر کا تیسرا فائدہ:

صبر سے مرادو مقصود میں کامیابی نصیب ہوتی ہے۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَ تَمَّتۡ کَلِمَتُ رَبِّکَ الۡحُسۡنٰی عَلٰی بَنِیۡۤ اِسۡرَآءِیۡلَ ۬ۙ بِمَا صَبَرُوۡا ؕ ترجمۂ کنز الایمان: اور تیرے رب کا اچھا وعدہ بنی اسرائیل پر پورا ہوا بدلہ اُن کے صبر کا۔

(پ۹، الاعراف: ۱۳۷)

منقول ہے کہ حضرت سیّدُنا یوسف عَلَیْہِ السَّلَام نے اپنے والد محترم حضرت سیّدُنا یعقوب عَلَیْہِ السَّلَام کے مکتوب کے جواب میں لکھا: اٰبَاءُكَ صَبَرُوْا فَظَفَرُوْا فَاصْبِرْ كَمَا صَبَرُوْا تَظْفَرْ كَمَا ظَفَرُوْا یعنی آپ کے آباء و اجداد نے صبر کیا تو کامیاب ہوئے پس آپ بھی اُن کی طرح صبر کیجئے تو آپ بھی اُن کی طرح کامیاب ہو جائیں گے۔

صبر کا یہ فائدہ ان اشعار میں بھی بیان ہوا ہے:

لَا تَيْاَسَنَّ وَاِنْ طَالَتْ مُطَالَبَةٌ اِذَا اسْتَعَنْتَ بِصَبْرٍ اَنْ تَرٰى فَرَجَا

اَخْلِقْ بِذِى الصَّبْرِ اَنْ يَحْظٰى بِحَاجَتِهٖ وَ مُدْمِنِ الْقَرْعِ لِلْاَبْوَابِ اَنْ يَّلِجَا

ترجمہ: مایوس ہر گز نہ ہو، اگرچہ مطالبے کو عرصہ گزر جائے، اگر تو صبر سے مدد لے گا تو کشادگی کو دیکھ لے گا۔ اپنی حاجت پالینے والے صابر انسان کی مانند ہو جا اور داخل ہونے کے لئے دروازوں پر مسلسل دستک دینے والے کی طرح ہو جا۔

صبر کا چوتھا فائدہ:

صبر کے ذریعے لوگوں کی پیشوائی و امامت کا درجہ نصیب ہوتا ہے۔ فرمانِ الٰہی ہے:

وَ جَعَلْنَا مِنْهُمْ اَىِٕمَّةً یَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا لَمَّا صَبَرُوْا ﵛ (پ۲۱، السجدۃ: ۲۴)

ترجمۂ کنز الایمان: اور ہم نے اُن میں سے کچھ امام بنائے کہ ہمارے حکم سے بتاتے جب کہ اُنہوں نے صبر کیا۔

صبر کا پانچواں فائدہ:

صبر کی وجہ سے بارگاہِ الٰہی سے تعریف ہوتی ہے۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے:

اِنَّا وَجَدْنٰهُ صَابِرًا ؕ نِعْمَ الْعَبْدُ ؕ اِنَّهٗۤ اَوَّابٌ ﴿۴۴﴾ (پ۲۳، صٓ: ۴۴)

ترجمۂ کنز الایمان: بے شک ہم نے اسے صابر پایا کیا اچھا بندہ بے شک وہ بہت رجوع لانے والا ہے۔

صبر کا چھٹا فائدہ:

صبر کی بدولت بارگاہِ ربُّ العزت سے بشارت اور درود ورحمت کی سعادت نصیب ہوتی ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَ بَشِّرِ الصّٰبِرِیْنَ ﴿۱۵۵﴾ لا الَّذِیْنَ اِذَاۤ اَصَابَتْهُمْ مُّصِیْبَةٌ ۙ قَالُوْۤا اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّاۤ اِلَیْهِ رٰجِعُوْنَ ﴿۱۵۶﴾ ؕ اُولٰٓىِٕكَ عَلَیْهِمْ صَلَوٰتٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَ رَحْمَةٌ ۫ قف (پ۲، البقرۃ: ۱۵۵تا۱۵۷)

ترجمۂ کنز الایمان: اور خوشخبری سنا ان صبر والوں کو کہ جب ان پر کوئی مصیبت پڑے تو کہیں ہم اللہ کے مال ہیں اور ہم کو اسی کی طرف پھرنا یہ لوگ ہیں جن پر ان کے رب کی درودیں ہیں اور رحمت۔

صبر کا ساتواں فائدہ:

صبر کرنے والے کو محبتِ باری تعالیٰ نصیب ہوتی ہے۔ وہ ارشاد فرماتا ہے:

وَ اللّٰهُ یُحِبُّ الصّٰبِرِیْنَ ﴿۱۴۶﴾ (پ۴، اٰل عمرٰن: ۱۴۶)

ترجمۂ کنز الایمان: اور صبر والے اللہ کو محبوب ہیں۔

صبر کا آٹھواں فائدہ:

صابر کو بارگاہِ الٰہی سے عزت و کرامت کا پروانہ ملتا ہے۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے:

سَلٰمٌ عَلَیْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ (پ۱۳، الرعد: ۲۴) ترجمۂ کنزالایمان: سلامتی ہو تم پر تمہارے صبر کا بدلہ۔

صبر کا نواں فائدہ:

صبر پر بے انتہا ثواب ہے جو لوگوں کے وہم و گمان اور حساب و شمار سے باہر ہے۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے:

اِنَّمَا یُوَفَّى الصّٰبِرُوْنَ اَجْرَهُمْ بِغَیْرِ حِسَابٍ ﴿۱۰﴾ (پ۲۳، الزمر: ۱۰) ترجمۂ کنزالایمان: صابروں ہی کو ان کا ثواب بھرپور دیا جائے گا بے گنتی۔

سُبْحٰنَ اللہ! اس بُزرگ و برتر ذات نے کس قدر کرم فرمایا کہ اپنے بندے کے ایک لمحہ صبر کرنے پر اسے دنیا و آخرت میں یہ بُزرگیاں اور فضائل عطا فرما دیتا ہے، پس تم پر ظاہر ہو گیا کہ دنیا و آخرت کی بھلائی صبر میں پوشیدہ ہے۔ چنانچہ

صبر سے بہتر کوئی عطا نہیں:

حضور سرورِ عالَم، نُورِ مُجسَّم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: ”مَا اُعْطِیَ اَحَدٌ مِنْ عَطَاءٍ خَیْرًا وَّ اَوْسَعُ مِنَ الصَّبْرِ یعنی صبر سے بہتر اور وسیع عطا و بخشش کسی پر نہیں کی گئی۔“[1]

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر بن خطاب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے فرمایا: جَمِیْعُ خَیْرِ الْمُؤْمِنِیْنَ فِیْ صَبْرِ سَاعَةٍ وَاحِدَةٍ یعنی مؤمنین کی تمام بھلائی گھڑی بھر کے صبر میں ہے۔

---

1 ...بخاری، کتاب الزکاۃ، باب الاستعفاف عن المسئلۃ، ۱/ ۴۹۶، حدیث: ۱۴۶۹

لہٰذا تم پر لازم ہے کہ اس نفیس اور عُمدَہ صفت کو اپنے اندر پیدا کرو اور اس کے حُصُول کے لئے پوری کوشش کرو، اس کے ذریعے تم کامیاب لوگوں میں سے ہو جاؤ گے۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ ہی توفیق کا مالک ہے۔

صبر کی حقیقت:

صبر کی حقیقت نفس کو روکنا ہے اور جب "صبر" کی نسبت اللہ عَزَّوَجَلَّ کی طرف ہو تو اس سے مراد یہ ہو گی کہ باری تعالیٰ مجرموں سے اپنا عذاب روک رکھتا ہے اور انہیں جلد عذاب نہیں دیتا۔

انسان کو صبر پر اُبھارنے والی چیز یہ ہے کہ وہ سختی کی مقدار اور اس کے وقت کو یاد کرے کہ یہ نہ کم ہو گی نہ زیادہ، نہ اپنے وقت سے پہلے آئے گی نہ بعد میں لہٰذا بے صبری کرنے کا کوئی فائدہ نہیں بلکہ اس میں اُلٹا نقصان ہے۔ نیز یہ یاد کرے کہ صبر کی بدولت بارگاہ الٰہی سے بہترین بدلہ ملے گا اور اس کے ہاں عمدہ ذخیرہ جمع ہو گا۔

تھوڑے صبر پر طویل خوشی:

جب تمہیں کوئی مصیبت پہنچے یا ناپسندیدہ شے در پیش ہو تو تم پر لازم ہے کہ اپنے نفس کا دھیان رکھو اور دل کو قابو میں کرو تاکہ وہ بے صبری و گھبراہٹ ظاہر نہ کرے اور تم سے کسی شکوہ شکایت کا ظہور نہ ہو۔ بالخصوص اول صدمہ کے وقت یعنی صدمہ پہنچتے ہی صبر ہونا چاہیے کیونکہ اس کی ضرورت واہمیت اسی وقت ہے جبکہ نفس بے صبری اور رونے پیٹنے کی جلدی کرتا ہے، لہٰذا تم نفس سے کہو: اے نفس! یہ مصیبت و آفت نازل ہو گئی ہے اب اِسے ٹالنے کی کوئی صورت نہیں یقیناً اللہ عَزَّوَجَلَّ اس سے بڑی بڑی آفات دور فرما چکا ہے کیونکہ آفتوں کی بہت ساری قسمیں ہیں اور یہ بھی اپنے وقت پر ختم ہو جائے گی اور باقی نہ رہے گی،

یہ تو ایک بادل ہے عنقریب چھٹ جائے گا۔ اے نفس! تھوڑا صبر کر اس کے بدلے تجھے طویل خوشی اور بہت زیادہ ثواب عطا ہو گا کیونکہ اُتری ہوئی مصیبت دور ہو سکتی ہے نہ بے صبری کا کوئی فائدہ ہے۔

حقیقت تو یہ ہے کہ صبر و تحمل کے ہوتے ہوئے کوئی مصیبت مصیبت نہیں لگتی، ایسے میں تمہیں چاہیے کہ اپنی زبان پر اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّاۤ اِلَیْہِ رٰجِعُوْن کا وِرد رکھو اور دل میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ سے ملنے والے انعامات کو یاد کرو اور اس کے ساتھ بڑی بڑی آزمائشوں پر اُولُوا العزم انبیائے کرام عَلَیْہِمُ السَّلَام اور اولیائے عظام کے صبر کو یاد کرو۔ جب تم سے کسی وقت میں دنیا (رزق اور مال و دولت) روک دی جائے تو اپنے نفس سے کہو: اے نفس! اللہ عَزَّوَجَلَّ تیرے حال کو بہتر جانتا ہے اور وہ تیرے لئے بہت زیادہ رحیم و کریم ہے، وہ کتے کے خسیس ہونے کے باجود اور کافر کے دشمن ہونے کے باوجود انہیں کھلاتا ہے جبکہ میں اس کا بندہ ہوں، اسے ایک مانتا ہوں تو کیا میں اُس کے ہاں ایک روٹی کا بھی مستحق نہیں؟ اے نفس! اچھی طرح جان لے کہ اگر وہ تجھ سے کچھ روکتا ہے تو اس میں تیرا بہت بڑا نفع ہے اور عنقریب اللہ عَزَّوَجَلَّ ہر تنگی کے بدلے آسانی عطا فرمائے گا لہٰذا تھوڑا صبر کر پھر تو اُس کے بنائے ہوئے نرالے عجائبات دیکھے گا۔ کیا تو نے کہنے والے کی یہ بات نہیں سنی:

تَوَقَّعْ صُنْعَ رَبِّكَ سَوْفَ يَأْتِيْ ... بِمَا تَهْوَاهُ مِنْ فَرَجٍ قَرِيْبِ

وَ لَا تَيْأَسْ إِذَا مَا نَابَ خَطْبٌ ... فَكَمْ فِي الْغَيْبِ مِنْ عَجَبٍ عَجِيْبِ

ترجمہ: اپنے ربّ کے کام کا انتظار کرو، عنقریب تمہیں تمہاری خواہش کے مطابق کشادگی مل جائے گی اور جب کوئی مصیبت پہنچے تو مایوسی کا شکار نہ ہو کیونکہ پردۂ غیب میں بڑے عجائب و غرائب ہیں۔

جبکہ ایک اور شاعر نے کہا:

اَلَا يَا اَيُّهَا الْمَرْءُ الَّذِىْ الْهَمُّ بِهٖ بَرَّحْ
اِذَا اشْتَدَّتْ بِكَ الْعُسْرٰى فَفَكِّرْ فِىْ اَلَمْ نَشْرَحْ
فَعُسْرٌ بَيْنَ يُسْرَيْنِ اِذَا كَرَّرْتَهٗ فَافْرَحْ

ترجمہ: اے وہ شخص جس پر غم و فکر مسلط ہو چکا ہے۔ جب تجھ پر تنگی شدت اختیار کر جائے تو "سورہ اَلَمْ نَشْرَح" میں غور کر کہ "ایک تنگی دو آسانیوں کے درمیان ہے" جب تو اس مضمون کی تکرار کرے گا تو خوش ہو جائے گا۔

دونوں جہاں کی بھلائی:

پس جب تم اس طرح کی باتوں کو تصور میں لاتے رہو گے اور اس کی مشق کرتے رہو گے تو یہ سختیاں تم پر آسان ہو جائیں گی بشرطیکہ تم کچھ وقت تک ہمت اور کوشش سے کام لو اور جب تم اس مقام پر پہنچ گئے کہ تم نے ما قبل بیان کردہ چاروں عوارض کو خود سے دور کر لیا اور ان کی سختیوں کو کافی ہو گئے اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کے ہاں اُن توکل والوں میں سے ہو گئے جو اپنے کام اللہ تعالیٰ کے سپرد کرتے ہیں، اُس کی تقدیر پر راضی رہتے اور اس کی آزمائشوں پر صبر کرتے ہیں، پھر یہ کہ تمہیں دنیا میں بدن اور دل کی راحت مل گئی، آخرت میں بڑے ثواب کے حق دار ہو گئے اور بارگاہِ الٰہی میں تمہیں بلند رتبہ اور درجۂ محبوبیت حاصل ہو گیا تو یوں تمہارے لئے دونوں جہاں کی بھلائی جمع ہو جائے گی، تمہارے لئے عبادت کا راستہ بالکل سیدھا ہو جائے گا۔ کیونکہ اب سامنے کوئی رُکاوٹ ہے نہ دل کو مصروف کرنے والی کوئی چیز، اس وقت تم نے اس مشکل گھاٹی کو عبور کر لیا۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ کے حضور دعا ہے کہ وہ حُسنِ توفیق سے تمہاری اور ہماری مدد فرمائے کیونکہ ہر چیز کا مالک و مختار وہی ہے اور وہ سب سے بڑھ کر رحم فرمانے والا ہے۔ (اٰمِیْن)

پانچویں گھاٹی: عبادت برباد کرنے والی باتوں کا بیان

اے میرے عزیز بھائی! جب تجھے درست راستہ معلوم ہو گیا اور اس پر چلنا آسان ہو گیا، رُکاوٹیں دور ہو گئیں تو اب تجھے اس راہ پر چلنا ضروری ہے لیکن اس پر چلنا اس وقت تک ممکن نہیں جب تک تجھے خوف اور رَجاء (اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رحمت سے امید) کا شُعُور حاصل نہ ہو جائے اور تو ان دونوں کو اپنا نہ لے۔ جہاں تک خوف کی بات ہے تو اسے دو وجہ سے اپنانا ضروری ہے:

(۱)... خوف گناہوں سے روکتا ہے کیونکہ نفس بُرائی کا حکم دیتا، بُرائی کی طرف مائل ہوتا اور فتنے کا دلدادہ ہے لہٰذا تم اسے بڑے خوف اور انتہائی تنبیہ کے ذریعے ہی روک سکتے ہو۔ یہ فطری طور پر شریف نہیں ہے کہ وفا و حیا کا پاس رکھتے ہوئے جفاکشی سے باز رہے، اس کا علاج یہی ہے کہ قولی، فعلی اور فکری طور پر خوف کے کوڑے سے اسے ڈراتے رہو۔ ایک بزرگ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کے بارے میں منقول ہے کہ نفس نے انہیں گناہ کی طرف بلایا تو وہ باہر نکلے اور صحرا میں جا کر اپنا لباس اتار کے تپتی ریت پر لوٹ پوٹ ہوتے ہوئے اپنے نفس سے کہنے لگے: اے رات کے مردار اور دن کے ضائع کرنے والے نفس! اس گرمی کو چکھ کیونکہ جہنم کی آگ اس سے کہیں زیادہ گرم ہے۔

(۲)... خوف اپنانا اس لئے ضروری ہے کہ عبادت پر خود پسندی میں مبتلا ہو کر ہلاک نہ ہو جائے بلکہ نفس کو مذمت، عیب اور نقص و کمی وغیرہ کے ذریعے رُسوا کرتا رہے کیونکہ نفس کی برائیوں میں بڑے خطرات ہیں۔

حضور نبیِّ کریم، رَءُوْفٌ رَّحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے (خوف کی تعلیم دینے یا تواضع کے لئے) اپنی دو انگلیوں سے اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: ''لَوْ اَنِّیْ وَعِیْسٰی اُخِذْنَا بِمَا اکْتَسَبَتْ ھَاتَانِ لَعُذِّبْنَا عَذَابًا لَمْ یُعَذِّبْهُ اَحَدٌ مِّنَ الْعٰلَمِیْنَ یعنی اگر میری اور عیسٰی عَلَیْہِ السَّلَام کی پکڑ ان

دو کے کئے پر کی جاتی تو ہمیں ایسا عذاب دیا جاتا جیسا تمام جہانوں میں کسی کو نہ دیا گیا ہو۔"[1]

حضرت سیِّدُنا حسن بصری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ہم میں سے کوئی شخص اس بات سے بے خوف نہیں ہو سکتا کہ "اس نے اپنی زندگی میں کوئی گناہ کیا اور اس کے سبب بخشش کا دروازہ بند ہو چکا ہو تو اس کے بعد کے نیک اَعمال کسی شمار میں نہ آ رہے ہوں۔"

نفس کو ڈانٹ ڈپٹ:

سیِّدُنا ابن سماک رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ نے اپنے نفس کو یوں ڈانٹ پلائی: اے نفس! تو باتیں تو زاہدوں والی کرتا ہے اور عمل منافقوں والا کرتا ہے پھر بھی جنت کی لالچ رکھتا ہے، تجھ پر افسوس ہے، جنت تو ان لوگوں کے لئے ہے جو ایسے اعمال کرتے ہیں جیسے تو نہیں کرتا ہے۔

ایسے واقعات کا یاد کرنا اور انہیں دُہراتے رہنا بندے کے لئے ضروری ہے تاکہ وہ عبادت پر خود پسندی میں مبتلا نہ ہو اور گناہ سے باز رہے۔

اُمید دو وجہ سے ضروری ہے:

جہاں تک امید کی بات ہے تو اس کا شعور ہونا بھی تمہارے لئے دو وجہ سے ضروری ہے:

(۱)...امید کی بدولت تمہیں نیک کاموں کا جذبہ ملے گا، وہ اس طرح کہ نیک عمل کی انجام دہی نفس پر گراں ہوتی ہے، شیطان بھی نیکی کی طرف رُخ نہیں کرنے دیتا اور نفسانی خواہشات بدی کی طرف کھینچتی ہیں نیز نفس اہلِ غفلت کی عادتوں کا اثر جلد قبول کرتا ہے جبکہ آخرت میں نیکیوں پر ملنے والا ثواب فی الحال آنکھوں سے پوشیدہ ہے اور اسے پالینے کا معاملہ بعید ہے۔ جب صورتِ حال یہ ہو تو نیک کاموں کی طرف نفس کا متوجہ ہونا اور پوری رغبت سے تیار ہونا ایک مشکل کام ہے ایسی صورت حال میں کسی ایسی چیز کا ہونا ضروری

[1]...ابن حبان، کتاب الرقاق، باب الخوف والتقوی، ۲/ ۲۷، حدیث: ۶۵۶ بتغیر قلیل

ہے جو ان رُکاوٹوں کے برابر ہو بلکہ ان سے بڑھ کر ہو تاکہ ان کا مقابلہ کر سکے اور وہ چیز اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رحمت سے قوی اُمید اور بہترین ثواب اور اچھی جزا کی انتہائی رغبت ہے۔

عبادت کی ہمت:

حضرت سیِّدُنا امام الحرمین رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے فرمایا: غم کھانے سے روکتا ہے، خوفِ خدا گناہوں سے باز رکھتا ہے، اُمید عبادات کی ہمت پیدا کرتی ہے اور موت کی یاد غیر ضروری شے سے بے رغبت کرتی ہے۔

(۲)...اُمید کے سبب مَشَقَّت اور تکلیف برداشت کرنا تمہارے لئے آسان ہو جائے گا۔ جان لو کہ جو اپنے مطلوب کو پہچان لیتا ہے تو اُسے اُس کے حصول کے لئے ہر چیز خرچ کرنا آسان ہو جاتا ہے اور جسے کوئی شے اچھی لگے اور وہ اس میں کماحقہ رغبت رکھتا ہو تو وہ اس کی خاطر شدت و سختی برداشت کر لیتا ہے اور جتنی بھی محنت و مَشَقَّت کرنی پڑے پروا نہیں کرتا اور یوں ہی جو کسی سے محبت کرتا ہے تو اس کی خاطر مشکلات برداشت کرنے میں بھی کئی طرح کی لذتیں پاتا ہے۔ کیا تم دیکھتے نہیں کہ شہد فروخت کرنے والا نفع کی خاطر مکھیوں کے ڈسنے کی تکلیف محسوس نہیں کرتا اور مزدور گرمیوں کے لمبے لمبے دنوں کی کڑاکے کی دھوپ میں سارا دن دو درہم کے لئے بھاری بوجھ سر پر اُٹھا کر اونچی اونچی سیڑھیوں پر چڑھتا ہے اور اسی طرح کسان اناج کے حصول کی خاطر سارا سال محنت و مشقت برداشت کرنے اور گرمی سردی کی تکلیف اُٹھانے کو آسان جانتا ہے۔

اے میرے بھائی! اسی طرح یہ کوشش و محنت کرنے والے بندے جب جنت میں حاصل ہونے والے آرام و آسائش، کھانے پینے، حور و قُصُور، خوش نما زیور و لباس اور جنتیوں کے لئے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی تیار کردہ نعمتوں کو یاد کرتے ہیں تو ان پر حق تعالیٰ کی عبادت و

طَاعت میں پیش آنے والی مشقتیں آسان ہو جاتی ہیں، انہیں دنیا کی لذتیں اور نعمتیں فوت ہونے پر کوئی دُکھ اور رنج محسوس نہیں ہوتا اور وہ دنیا میں ہر طرح کی ذلت ورسوائی اور تکلیف ومشقت بخوشی برداشت کرتے ہیں۔

مسکراہٹ کا نور:

حضرت سیِّدُنا سُفیان ثَوری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْوَلِی کے ساتھیوں نے آپ کے خوفِ خدا، عبادت میں انتہائی کوشش اور خستہ حالی کو دیکھ کر عرض کی: استادِ محترم! اللہ عَزَّوَجَلَّ نے چاہاتو آپ اس سے کم دَرَجے کی کوشش کے ذریعہ بھی اپنی مرادپالیں گے۔ آپ نے جواب دیا: میں کوشش کیوں نہ کروں حالانکہ مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ اہلِ جنت اپنی مَنازِل ومکانات میں تشریف فرما ہوں گے کہ اچانک ان پر نُور کی ایک تجلی پڑے گی جس سے آٹھوں جنتیں جگمگا اُٹھیں گی، جنتی گمان کریں گے یہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی ذات کا نُور ہے تو سجدے میں گر پڑیں گے، انہیں ندا ہوگی: اپنے سر سجدے سے اُٹھالو، یہ وہ نہیں ہے جو تم سمجھ رہے ہو یہ تو جنتی عورت (حور) کی مسکراہٹ کا نور ہے جو اپنے شوہر کے لئے مسکرائی ہے۔ پھر آپ نے یہ اَشعار پڑھے:

مَا ضَرَّ مَنْ کَانَتِ الْفِرْدَوْسُ مَسْکَنُہٗ　　　مَاذَا تَحَمَّلَ مِنْ بُؤْسٍ وَّ اِقْتَارِ

تَرَاہُ یَمْشِیْ کَئِیْبًا خَائِفًا وَّجِلًا　　　اِلَی الْمَسَاجِدِ یَمْشِیْ بَیْنَ اَطْمَارِ

یَا نَفْسُ مَالَكِ مِنْ صَبْرٍ عَلَی النَّارِ　　　قَدْ حَانَ اَنْ تُقْبِلِیْ مِنْ بَعْدِ اِدْبَارِ

ترجمہ: مصیبت و تنگ حالی برداشت کرنا اسے نقصان نہیں دیتا جس کا ٹھکانا جنت الفردوس ہو۔ تم اُسے غم میں ڈوبا، خوفزدہ، گھبرایا ہوا اور پُرانے کپڑوں میں مسجدوں کی طرف جاتا دیکھو گے۔ اے نَفْس! تو دوزخ کی آگ کیسے برداشت کرے گا جبکہ پلٹنے کے بعد تیرا آنا طے ہوچکا۔

خوف کا ڈنڈا اور اُمید کا چارہ:

جب معلوم ہو گیا کہ بندگی کا مدار دو چیزوں پر ہے ایک عبادت کی بجا آوری اور دوسرا گناہوں سے بچنا تو ان میں کوشش کرنا ضروری ہے اور یہ مقصد بُرائی کا حکم دینے والے نفس کی موجودگی میں اسی وقت حاصل ہو سکتا ہے جب اسے ترغیب وترہیب اور خوف واُمید کے ذریعے اس طرف متوجہ رکھا جائے کیونکہ سَرکَش چوپایہ یوں ہی قابو میں رہتا ہے جب ایک شخص آگے سے کھینچے اور دوسرا پیچھے سے ہانکے اور اگر وہ چوپایہ کسی گڑھے میں گر جائے تو ایک طرف سے ڈنڈے برسائے جاتے ہیں تو دوسری طرف سے سبز چارہ دکھایا جاتا ہے تب کہیں جاکر وہ اس گڑھے سے نکلتا ہے۔یونہی بچہ تعلیم کی طرف صرف اس صورت میں توجہ کرتا ہے کہ اس کے والدین اسے کئی طرح کا لالچ دیں اور استاذ اپنے رُعب اور دبدبے میں رکھے۔ بالکل یہی حالت اس نفسِ اَمّارہ (برائی کا حکم دینے والے نفس) کی ہے یہ بھی ایک سَرکش چوپایہ ہے جو شہوتوں کی چراگاہ میں رہنے کا سخت مُشتاق ہے، خوف اس کے لئے ڈنڈا اور ہانکنے والے کا کام دیتا ہے اور اُمیدِ ثواب ونجات اس کے لئے سبز چارہ ہے جس سے اِطاعت کی طرف راغب ہوتا ہے نیز یہ نفس بچے کی مانند ہے جسے عبادت وتقویٰ کے مکتب لے جانا ہے پس دوزخ اور عذاب کا ذکر اس میں ڈر پیدا کرتا ہے اور جنت وثواب اس میں اُمید ورغبت پیدا کرتے ہیں۔

خوف ورجا میں مبالغہ:

یونہی عبادت وریاضت کے طالب پر لازم ہے کہ نفس کو اِن دو چیزوں خوف اور امید کا شعور دلائے ورنہ یہ سرکش نفس عبادت وریاضت کی کوشش نہیں کرے گا، یہی وجہ ہے کہ قرآنِ مجید میں مبالغے کی حد تک وعدہ ووعید اور ترغیب وتہدید کا ذکر کیا گیا ہے، ثواب کا ذکر اس پیرائے میں ہے کہ خود بخود اس کی طرف بڑھا جائے اور دردناک عذاب

کا بیان یوں کیا کہ اسے برداشت کرنے کی طاقت ہی نہیں لہٰذا تم پر لازم ہے کہ خوف وامید کے اس معنٰی کو یاد رکھو تاکہ تمہیں مراد میں کامیابی اور عبادت میں مشقت برداشت کرنا آسان ہو جائے۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ اپنے فضل سے توفیق عطا فرمائے۔

خوف کی تعریف:

اَلْخَوْفُ هُوَالْخَشْيَةُ الَّتِيْ تَقْتَضِيْ ضَرْبًا مِّنَ الْاِسْتِعْظَامِ وَالْمُهَابَةِ وَضِدُّهُ الْجُرْءَةُ یعنی خوف اُس ڈر کو کہتے ہیں جو ایک طرح کی عظمت و ہیبت کا تقاضا کرے اور اس کی ضد جرأت ہے۔

خوف کے چار مقامات:

خوف کے درج ذیل چار مقامات ہیں:

﴿1﴾... گزشتہ کثیر گناہوں کو یاد کرنا اور ان کثیر جھگڑوں کو یاد کرنا جن میں تم پر مطالبات ہیں اور ان کی ادائیگی سے چھٹکارے کا تمہیں علم نہیں۔

﴿2﴾... اللہ عَزَّوَجَلَّ کی سخت پکڑ کو یاد کرنا جسے برداشت کرنے کی تم میں طاقت نہیں۔

﴿3﴾... عذابِ الٰہی کے سامنے اپنی کمزوری وناتوانی کو یاد کرنا۔

﴿4﴾... خود پر اللہ عَزَّوَجَلَّ کی قدرت کو یاد کرنا کہ وہ جب چاہے جیسے چاہے کر سکتا ہے۔

اُمید کی تعریف:

اَلرَّجَاءُ فَهُوَ ابْتِهَاجُ الْقَلْبِ بِمَعْرِفَةِ فَضْلِ اللهِ وَاِسْتِرْوَاحُهُ سِعَةَ رَحْمَتِهٖ وَضِدُّهُ اَلْيَاْسُ یعنی اللہ عَزَّوَجَلَّ کے فضل کو پہچان کر دل میں خوشی کی لہر دوڑنے اور رحمت الٰہی کی وسعت سے راحت پانے کو اُمید کہتے ہیں اور اس کی ضد مایوسی ہے۔

اور مایوسی کہتے ہیں: اَلْيَاْسُ وَهُوَ تَذَكُّرُ فَوَاتِ رَحْمَةِ اللهِ وَفَضْلِهٖ وَقَطْعُ الْقَلْبِ عَنْ ذَالِكَ یعنی اللہ عَزَّوَجَلَّ کے فضل ورحمت نہ ملنے کو یاد کرنا اور دل میں اس کی اُمید نہ رکھنا۔" اور یہ گناہ ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رحمت سے اُمید رکھنا کبھی فرض اور کبھی مستحب ہوتا ہے۔ اگر بندے کے لئے اُمید کے علاوہ مایوسی سے بچنے کا کوئی اور راستہ نہ ہو تو اُس وقت اُمید فرض ہوتی ہے اور اگر ایسا نہ ہو تو یہ مستحب کے درجے میں ہے مگر ساتھ ہی دل میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کے فضل وکرم اور وسیع رحمت کا عقیدہ بھی اجمالی طور پر پختہ ہونا ضروری ہے۔

اُمید کے چار مقامات:

خوف کی طرح اُمید کے بھی چار مقامات ہیں:

﴿1﴾... بغیر کچھ کئے اور بغیر سفارش کے خود پر ہونے والے اللہ عَزَّوَجَلَّ کے گزشتہ فضل کو یاد کرنا۔

﴿2﴾... اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اپنے فضل وکرم سے جس عظیم عزت اور بڑے ثواب کا وعدہ کیا ہے اُسے یاد کرنا، اس لحاظ سے یاد نہ کیا جائے کہ تم اپنے عمل سے اس عزت وثواب کے مستحق ہو کیونکہ اگر اَجر وثواب عمل کی حیثیت سے ملے تو وہ بہت تھوڑا اور معمولی ہو گا۔

﴿3﴾... اُن کثیر دینی ودنیاوی نعمتوں کو یاد کرنا جو بِن مانگے اور بغیر استحقاق مدد ومہربانی کی صورت میں اللہ عَزَّوَجَلَّ فی الحال فرما رہا ہے۔

﴿4﴾... رحمتِ الٰہی کی وسعت اور اُس کی رحمت کے اُس کے غضب پر حاوی ہونے کو یاد کرنا اور یہ کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ رحمٰن ورحیم، غنی وکریم اور اپنے مومن بندوں پر بہت مہربان ہے۔

جب تم خوف وامید کے مذکورہ مقامات کو یاد کرتے رہو گے تو ہر حال میں خوف واُمید کی کیفیت رہے گی۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ اپنے فضل واحسان سے توفیق عطا فرمائے۔

یہی سیدھا راستہ ہے:

خوف واُمید کی یہ گھاٹی بہت دشوار گزار ہے کیونکہ اس کی گزر گاہ دو خوفناک اور

مُہلِک راستوں کے درمیان ہے ایک راستہ عذابِ الٰہی سے بالکل بے خوف ہونے کا ہے اور دوسرا رحمتِ الٰہی سے مایوسی کا جبکہ ان دونوں خوفناک راستوں کے درمیان خوف واُمید کی گزرگاہ ہے، اگر امید کا تم پر اتنا غلبہ ہوگیا کہ خوف ختم ہوگیا تو تم عذابِ الٰہی سے بے خوفی والے راستے میں جا پڑو گے اور خسارہ اُٹھانے والے ہی اللہ عَزَّوَجَلَّ کی تدبیر سے بے خوف ہوتے ہیں اور اگر تم پر خوف کا اتنا غلبہ ہوگیا کہ امیدِ رحمت ختم ہوگئی تو تم مایوسی کی راہ پر چل پڑو گے اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رحمت سے کافر ہی مایوس ہوتے ہیں اور اگر تم خوف وامید کے درمیان رہے اور دونوں کو ایک ساتھ مضبوطی سے تھام لیا تو یہی سیدھا راستہ ہے اور یہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے ان اولیا و نیک بندوں کا راستہ ہے جن کی تعریف کرتے ہوئے ربّ تعالٰی ارشاد فرماتا ہے:

اِنَّهُمْ كَانُوْا يُسٰرِعُوْنَ فِي الْخَيْرٰتِ وَيَدْعُوْنَنَا رَغَبًا وَّرَهَبًا ؕ وَكَانُوْا لَنَا خٰشِعِيْنَ ۞ (پ۱۷، الانبیآء: ۹۰)

ترجمۂ کنزالایمان: بے شک وہ بھلے کاموں میں جلدی کرتے تھے اور ہمیں پکارتے تھے امید اور خوف سے اور ہمارے حضور گڑگڑاتے ہیں۔

درمیانی راستہ اختیار کرو:

جب تم پر خوب ظاہر اور واضح ہوگیا کہ اس گھاٹی کے تین راستے ہیں: (۱)...امن و بے باکی (مکمل بے خوفی) کا راستہ (۲)...نااُمیدی اور مایوسی کا راستہ اور (۳)...ان دونوں راہوں کے درمیان خوف و اُمید کا راستہ۔ تو اگر تم ایک قدم بھی اِدھر اُدھر ہوئے تو ہلاکت کے کسی راستے پر جا پڑو گے اور ہلاک ہونے والوں کے ساتھ ہلاک ہو جاؤ گے۔ پھر معاملہ یہ ہے کہ دونوں ہلاکت خیز راستے زیادہ کشادہ، اپنی طرف زیادہ بلانے والے اور چلنے میں درمیانی راستے کے مقابلے میں بہت آسان ہیں، کیونکہ اگر تم جانبِ امن (بے خوفی) کی طرف نظر

دوڑاؤ گے تو تمہیں اللہ عَزَّوَجَلَّ کی وسیع رحمت، اس کے بے پایاں فضل و کرم اور اس کی بخشش وجُود کے وہ سمندر نظر آئیں گے کہ خوف وڈر کا شائبہ بھی دل میں باقی نہیں رہے گا اس طرح تم اللہ عَزَّوَجَلَّ کے فضل پر بھروسا کرکے بے خوف ہو جاؤ گے اور اگر تم جانبِ خوف کی طرف دیکھو گے تو تمہیں خدا تعالیٰ کی عظیم تدبیر، بے انتہا ہیبت، اُس کے معاملے کی گہرائی و پیچیدگی اور اپنے اولیا و اصفیا کی ایسی سخت گرفت نظر آئے گی کہ اُمیدِ رحمت باقی نہیں رہے گی یوں تم مایوسی اور نااُمیدی کا شکار ہو جاؤ گے۔

لٰہذا ایسی صورتِ حال میں تم پر لازم ہے کہ محض اللہ عَزَّوَجَلَّ کی وُسعتِ رحمت پر ہی اِنْحِصَار نہ کرو کہ بالکل بے خوف ہو جاؤ اور نہ محض اس کی عظیم ہیبت اور آخرت میں سخت باز پُرس پر نظر رکھو کہ مایوسی کا شکار ہو جاؤ بلکہ دونوں پہلوؤں کو پیشِ نظر رکھو۔ کچھ حصہ خوف کا لو اور کچھ اُمید کا پھر ان دونوں کی درمیانی راہ اختیار کرکے اس باریک راہ پر چلو تاکہ بھٹکنے سے محفوظ رہو، کیونکہ صرف اُمید کا راستہ بڑا آسان اور بہت کشادہ ہے لیکن اس کی منزل اور اِنتہا عذابِ خدا سے بالکل بے خوفی اور خسارہ ہے، اسی طرح صرف خوف کا راستہ بھی بڑا وسیع و عریض ہے لیکن اس کا انجام ضَلالَت و گمراہی ہے۔ ان دونوں کے درمیان خوف واُمید کا معتدل راستہ ہے یہ اگرچہ دشوار اور تنگ ہے مگر سلامتی والا ہے، یہ راستہ مغفرت واحسان، جنت ورضوان اور ملاقاتِ رحمٰن کی طرف لے جاتا ہے، کیا اس راہ پر چلنے والوں کے بارے میں تم نے اللہ عَزَّوَجَلَّ کا یہ فرمان نہیں سنا:

يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَّ طَمَعًا ؗ ترجمۂ کنزالایمان: اپنے رب کو پکارتے ہیں ڈرتے اور اُمید کرتے۔

(پ۲۱، السجدۃ:۱۶)

اس کے بعد اگلی آیت میں ارشاد ہوتا ہے:

فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّاۤ اُخْفِیَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْیُنٍۚ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ﴿۱۷﴾ (پ۲۱، السجدۃ:۱۷)

ترجمۂ کنز الایمان: تو کسی جی کو نہیں معلوم جو آنکھ کی ٹھنڈک ان کے لیے چھپا رکھی ہے صلہ اُن کے کاموں کا۔

ان آیات پر پوری طرح غور کرو پھر اس راہ پر چلنے کے لئے پوری طرح تیار اور بیدار ہو جاؤ کیونکہ خوف واُمید کا مقام حاصل کرنا آسان نہیں اور توفیق دینے والا اللہ عَزَّوَجَلَّ ہی ہے۔

خوف ورجا کے راستے پر چلنے کے تین اصول

جان لو کہ اس سُست وسرکش نفس کو اس وقت تک اس راہ پر نہیں چلایا جا سکتا جب تک اسے اس کی پسند سے نہ روکا جائے اور اس پر بھاری عبادتوں کا بوجھ نہ ڈالا جائے اور ایسا اسی وقت ممکن ہے جب غفلت وسستی کی چادر اُتار کر درج ذیل تین اصولوں کی حفاظت وپابندی کی جائے:

﴿1﴾... اللہ عَزَّوَجَلَّ کے ترغیب وترہیب والے فرامین کو یاد کرنا۔

﴿2﴾... پکڑ فرمانے اور معاف کرنے میں دستورِ الٰہی کو یاد کرنا۔

﴿3﴾... روزِ قیامت بندوں کے لئے اللہ عَزَّوَجَلَّ کے ثواب یا عذاب کو یاد کرنا۔

ان میں سے ہر اُصول کی تفصیل کے لئے کئی کئی دفتر درکار ہیں لیکن یہاں چند ایسے کلمات کا بیان ضروری ہے جو مقصود کی طرف تمہاری رہنمائی کر دیں۔

پہلا اصول

پہلا اصول فرامینِ باری تعالیٰ کے بیان میں ہے لہٰذا تم شوق دلانے والی اور ڈرانے والی آیات مبارکہ میں غور وفکر کرو۔

اُمید کے متعلق فرامینِ باری تعالیٰ:

یہاں اُمید و رجا کے متعلق آٹھ آیاتِ طیبہ بیان کی جاتی ہیں:

﴿1﴾...

لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا ؕ (پ۲۴، الزمر: ۵۳)

ترجمۂ کنزالایمان: اللہ کی رحمت سے نااُمید نہ ہو بے شک اللہ سب گناہ بخش دیتا ہے۔

﴿2﴾...

وَ مَنْ يَّغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اللّٰهُ ۟ۙ

(پ۴، اٰل عمران: ۱۳۵)

ترجمۂ کنزالایمان: اور گناہ کون بخشے سوا اللہ کے۔

﴿3﴾...

غَافِرِ الذَّنْۢبِ وَ قَابِلِ التَّوْبِ

(پ۲۴، المؤمن: ۳)

ترجمۂ کنزالایمان: گناہ بخشنے والا اور توبہ قبول کرنے والا۔

﴿4﴾...

وَ هُوَ الَّذِیْ یَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهٖ وَ یَعْفُوْا عَنِ السَّیِّاٰتِ

(پ۲۵، الشوریٰ: ۲۵)

ترجمۂ کنزالایمان: اور وہی ہے جو اپنے بندوں کی توبہ قبول فرماتا اور گناہوں سے درگزر فرماتا ہے۔

﴿5﴾...

كَتَبَ رَبُّكُمْ عَلٰى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ ۙ

(پ۷، الانعام: ۵۴)

ترجمۂ کنزالایمان: تمہارے رب نے اپنے ذمّۂ کرم پر رحمت لازم کرلی ہے۔

﴿6﴾...

وَ رَحْمَتِیْ وَسِعَتْ كُلَّ شَیْءٍؕ فَسَاَكْتُبُهَا لِلَّذِیْنَ یَتَّقُوْنَ

ترجمۂ کنزالایمان: اور میری رحمت ہر چیز کو گھیرے ہے تو عنقریب میں نعمتوں کو ان کے لئے لکھ دوں گا جو ڈرتے ہیں۔

(پ۹، الاعراف: ۱۵٦)

﴿7﴾...

اِنَّ اللّٰهَ بِالنَّاسِ لَرَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ ﴿۱۴۳﴾

ترجمۂ کنز الایمان: بے شک اللہ آدمیوں پر بہت مہربان مہر(رحم) والا ہے۔

(پ۲، البقرۃ: ۱۴۳)

﴿8﴾...

وَ كَانَ بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَحِیْمًا ﴿۴۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور وہ مسلمانوں پر مہربان ہے۔

(پ۲۲، احزاب: ۴۳)

خوف کے متعلق فرامینِ باری تعالیٰ:

اب خوف کے متعلق آیاتِ طیبہ ملاحظہ فرمائیے:

﴿1﴾...

اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰكُمْ عَبَثًا

ترجمۂ کنز الایمان: تو کیا یہ سمجھتے ہو کہ ہم نے تمہیں بیکار بنایا۔

(پ۱۸، المؤمنون: ۱۱۵)

﴿2﴾...

اَیَحْسَبُ الْاِنْسَانُ اَنْ یُّتْرَكَ سُدًىؕ ﴿۳٦﴾

ترجمۂ کنز الایمان: کیا آدمی اس گھمنڈ میں ہے کہ آزاد چھوڑ دیا جائے گا۔

(پ۲۹، القیامۃ: ۳٦)

﴿3﴾...

لَیْسَ بِاَمَانِیِّكُمْ وَ لَاۤ اَمَانِیِّ اَهْلِ

ترجمۂ کنزالایمان: کام نہ کچھ تمہارے خیالوں پر

الْكِتٰبِ ؕ مَنْ یَّعْمَلْ سُوْٓءًا یُّجْزَ بِهٖ ۙ وَ لَا یَجِدْ لَهٗ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِیًّا وَّ لَا نَصِیْرًا ﴿۱۲۳﴾ (پ۵، النسآء: ۱۲۳)	ہے اور نہ کتاب والوں کی ہوس پر جو بُرائی کرے گا اس کا بدلہ پائے گا اور اللہ کے سوا نہ کوئی اپنا حمایتی پائے گا نہ مدد گار۔

...﴿4﴾

وَ هُمْ یَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ یُحْسِنُوْنَ صُنْعًا ﴿۱۰۴﴾ (پ۱۶، الکھف: ۱۰۴)	ترجمۂ کنز الایمان: اور وہ اس خیال میں ہیں کہ ہم اچھا کام کر رہے ہیں۔

...﴿5﴾

وَ بَدَا لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مَا لَمْ یَكُوْنُوْا یَحْتَسِبُوْنَ ﴿۴۷﴾ (پ۲۴، الزمر: ۴۷)	ترجمۂ کنزالایمان: اور اُنھیں اللہ کی طرف سے وہ بات ظاہر ہوئی جو ان کے خیال میں نہ تھی۔

...﴿6﴾

وَ قَدِمْنَاۤ اِلٰى مَا عَمِلُوْا مِنْ عَمَلٍ فَجَعَلْنٰهُ هَبَآءً مَّنْثُوْرًا ﴿۲۳﴾ (پ۱۹، الفرقان: ۲۳)	ترجمۂ کنزالایمان: اور جو کچھ انھوں نے کام کئے تھے ہم نے قصد فرما کر اُنھیں باریک باریک غبار کے بکھرے ہوئے ذرّے کر دیا کہ روزن کی دھوپ میں نظر آتے ہیں۔

دعا ہے اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں اپنی رحمت کے صدقے سلامت رکھے۔

خوف واُمید کے متعلق فرامینِ باری تعالیٰ:

یہاں وہ آیاتِ طیبہ درج کی جاتی ہیں جن میں خوف اوراُمید دونوں کا بیان ہے:

اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے:

نَبِّئْ عِبَادِیْۤ اَنِّیْۤ اَنَا الْغَفُوْرُ	ترجمۂ کنزالایمان: خبر دو میرے بندوں کو کہ بے شک

الرَّحِیۡمُ ﴿۴۹﴾ (پ۱۴، الحجر: ۴۹) میں ہی ہوں بخشنے والا مہربان۔

اس سے اگلی آیت میں فرمایا:

وَ اَنَّ عَذَابِیۡ ہُوَ الۡعَذَابُ الۡاَلِیۡمُ ﴿۵۰﴾ (پ۱۴، الحجر: ۵۰) ترجمۂ کنزالایمان: اور میرا ہی عذاب دردناک عذاب ہے۔

امید کے فوراً بعد عذاب کا ذکر اس لئے فرمایا تاکہ تم پر صرف امید ہی غالب نہ آجائے۔

ایک دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا:

شَدِیۡدِ الۡعِقَابِ ۙ (پ۲۴، المؤمن: ۳) ترجمۂ کنزالایمان: سخت عذاب کرنے والا۔

اس کے ساتھ ہی ارشاد فرمایا:

ذِی الطَّوۡلِ ؕ (پ۲۴، المؤمن: ۳) ترجمۂ کنزالایمان: بڑے انعام والا۔

یعنی احسان اور فضل والا، یہ اس لئے فرمایا کہ کہیں تم مکمل طور پر خوف میں ہی نہ جکڑے جاؤ۔

نیز اللہ عَزَّوَجَلَّ کا یہ فرمانِ مبارک کتنا حیرت انگیز ہے:

وَ یُحَذِّرُکُمُ اللّٰہُ نَفۡسَہٗ ؕ (پ۳، آل عمران: ۳۰) ترجمۂ کنزالایمان: اور اللہ تمہیں اپنے عذاب سے ڈراتا ہے۔

اس کے ساتھ ہی ارشاد فرمایا:

وَ اللّٰہُ رَءُوۡفٌۢ بِالۡعِبَادِ ﴿۳۰﴾ (پ۳، آل عمران: ۳۰) ترجمۂ کنزالایمان: اور بندوں پر مہربان ہے۔

اس سے بھی بڑھ کر حیرت انگیز یہ فرمانِ مبارک ہے:

وَ خَشِیَ الرَّحۡمٰنَ بِالۡغَیۡبِ ۚ (پ۲۲، یٰسٓ: ۱۱) ترجمۂ کنزالایمان: اور رحمٰن سے بے دیکھے ڈرے۔

دیکھو اس آیتِ مبارکہ میں "ڈر" کو جبّار، منتقم اور متکبر جیسے صفاتی ناموں کے ساتھ

بیان کرنے کے بجائے ربّ تعالیٰ نے اپنے صفاتی نام ''رحمٰن (یعنی بہت رحم فرمانے والا)'' کے ساتھ بیان فرمایا تاکہ خوف کے ساتھ رحمت کا بھی ذکر ہو اور صرف خوف تمہارے دل کو فنا نہ کر دے، تو یہ امن دیتے ہوئے ڈرانا ہے اور سکون دیتے ہوئے ہلانا ہے جیسے تمہارا کسی سے کہنا: ''کیا تم اپنی مہربان ماں سے نہیں ڈرتے؟''، ''کیا تمہیں اپنے شفیق باپ سے خوف نہیں؟''، ''کیا تم رحم دل حاکم سے نہیں ڈرتے؟'' اس سے مراد یہ ہے کہ تم خوف و امن کا درمیانی راستہ اختیار کرو اور بالکل بے خوفی اور مایوسی کی طرف نہ جاؤ۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں اور تمہیں اس حکمت بھرے کلام میں غور و فکر کرنے اور اس پر عمل کرنے والا بنائے بے شک وہ جواد و کریم ہے اور نیکی کی قوت اور گناہ سے بچنے کی طاقت بلند و برتر اللہ عَزَّوَجَلَّ ہی کی طرف سے ہے۔

دوسرا اصول

80 ہزار سال کی عبادت ضائع:

دوسرا اصول پکڑ فرمانے اور معاف کرنے میں دستورِ الٰہی کے متعلق ہے۔ جانبِ خوف میں سب سے پہلے یہ غور کرو کہ شیطان نے 80 ہزار برس اللہ عَزَّوَجَلَّ کی عبادت کی اور زمین پر کوئی ایسی جگہ نہ چھوڑی جہاں اللہ عَزَّوَجَلَّ کو کوئی سجدہ نہ کیا ہو پھر اس نے ایک حکم کی نافرمانی کی تو اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اُسے اپنی بارگاہ سے دُھتکار دیا اور اس کی 80 ہزار سال کی عبادت اس کے منہ پر دے ماری، قیامت تک کے لئے اُس پر لعنت فرما دی اور اس کے لئے ہمیشہ ہمیشہ والا دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔

مروی ہے کہ حضور نبی رحمت، شفیعِ اُمّت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے حضرت سیِّدُنا جبریل امین عَلَیْہِ السَّلَام کو کعبہ شریف کے پردوں سے لپٹ کر دھاڑیں مارتے اور یہ دعا کرتے

دیکھا: الٰہی! میرا نام نہ بدلنا اور میرے جسم کو تبدیل نہ فرمانا۔[1]

200سال گریہ وزاری:

پھر دیکھو کہ حضرت سیِّدُنا آدم عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اللہ عَزَّوَجَلَّ کے صفی اور نبی ہیں جنہیں ربّ تعالیٰ نے اپنے دستِ قدرت سے بنایا، فرشتوں سے انہیں سجدہ کروایا اور انہیں فرشتوں کی گردنوں پر سوار کرکے اپنے جوارِ رحمت میں جگہ عطا فرمائی، انہوں نے ایک بار وہاں سے کھالیا جس کی اجازت نہ تھی تو اللہ عَزَّوَجَلَّ نے انہیں جنت سے زمین پر اُتار دیا، وہ اس پر 200سال تک گریہ وزاری کرتے رہے اور ان کی اولاد میں ہمیشہ کے لئے سختیاں و پریشانیاں رکھ دی گئیں۔

40سال آسمان کی طرف نگاہ نہ اٹھائی:

پھر شَیْخُ الْمُرْسَلِیْن حضرت سیِّدُنا نوح عَلَیْہِ السَّلَام کو دیکھو کہ انہوں نے اپنے دین کی خاطر کس قدر مشقتیں برداشت کیں مگر ان کی مبارک زبان سے ایک نہ کہنے والا کلمہ نکلا:

اِنَّ ابْنِیْ مِنْ اَهْلِیْ (پ۱۲، ھود: ۴۵) ترجمۂ کنزالایمان: میرا بیٹا بھی تو میرا گھر والا ہے۔

تو ربّ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

فَلَا تَسْـَٔلْنِ مَا لَیْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌؕ اِنِّیْۤ اَعِظُكَ اَنْ تَكُوْنَ مِنَ الْجٰهِلِیْنَ(۴۶) (پ۱۲، ھود: ۴۶) ترجمۂ کنزالایمان: تو مجھ سے وہ بات نہ مانگ جس کا تجھے علم نہیں میں تجھے نصیحت فرماتا ہوں کہ نادان نہ بن۔

حتّٰی کہ بعض روایات میں آیا ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ سے حیا کرتے ہوئے آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے 40سال تک اپنا سر آسمان کی جانب نہیں اُٹھایا۔

1... نزھۃ المجالس، باب الخوف، ۲/۹۶

خوفِ خدا کی شدت:

پھر حضرت سیِّدُنا ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام کو دیکھو کہ انہوں نے صرف ایک بار کہا تھا:

اِنِّیْ سَقِیْمٌ ﴿۸۹﴾ (پ۲۳، الصّٰفّٰت: ۸۹) ترجمۂ کنزالایمان: میں بیمار ہونے والا ہوں۔

پھر اس پر کس قدر خوف اور گریہ وزاری کا اظہار کیا اور فرمایا:

وَ الَّذِیْۤ اَطْمَعُ اَنْ یَّغْفِرَ لِیْ خَطِیْٓـَٔتِیْ یَوْمَ الدِّیْنِ ﴿۸۲﴾ؕ (پ۱۹، الشعرآء: ۸۲) ترجمۂ کنزالایمان: اور وہ جس کی مجھے آس لگی ہے کہ میری خطائیں قیامت کے دن بخشے گا۔

یہاں تک مروی ہے کہ آپ عَلَیْہِ السَّلَام خوفِ خدا کی شِدّت سے اتنا روئے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے حضرت سیِّدُنا جبریل عَلَیْہِ السَّلَام کو ان کی طرف بھیجا، انہوں نے حاضر ہو کر عرض کی: اے ابراہیم! کیا آپ نے کبھی دیکھا کہ دوست اپنے دوست کو آگ کا عذاب دے؟ حضرت سیِّدُنا ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام نے فرمایا: اے جبریل! جب مجھے اپنی لغزش یاد آتی ہے تو مجھے اُس کی دوستی بھول جاتی ہے۔

پھر حضرت سیِّدُنا موسٰی کَلِیْمُ اللہ عَلَیْہِ السَّلَام کو دیکھو کہ انہوں نے غصہ سے ایک قبطی کو گھونسا مار دیا تو کس قدر خوف کا اظہار اور استغفار کیا اور بارگاہِ الٰہی میں عرض کی:

رَبِّ اِنِّیْ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ فَاغْفِرْ لِیْ (پ۲۰، القصص: ۱۶) ترجمۂ کنزالایمان: اے میرے رب میں نے اپنی جان پر زیادتی کی تو مجھے بخش دے۔

دھتکارا ہوا کتا بنا دیا:

پھر انہی کے زمانے میں بلعم بن باعورا بھی تھا جس کا مرتبہ یہ تھا کہ نظر اُٹھاتا تو عرش کو دیکھ لیتا تھا، اِس آیتِ طیبہ میں وہ ہی مراد ہے:

وَ اتْلُ عَلَیْهِمْ نَبَاَ الَّذِیْۤ اٰتَیْنٰهُ ترجمۂ کنزالایمان: اور اے محبوب انھیں اس کا

اٰیٰتِنَا فَانْسَلَخَ مِنْهَا فَاَتْبَعَهُ الشَّیْطٰنُ فَكَانَ مِنَ الْغٰوِیْنَ ﴿۱۷۵﴾

(پ۹، الاعراف: ۱۷۵)

احوال سناؤ جسے ہم نے اپنی آیتیں دیں تو وہ ان سے صاف نکل گیا تو شیطان اس کے پیچھے لگا تو گمراہوں میں ہو گیا۔

یہاں یہ نہیں فرمایا کہ ''ہم نے اُسے ایک آیت دی۔'' بلکہ فرمایا: ''اپنی آیتیں دیں۔'' اور وہ بد بخت صرف ایک مرتبہ دنیا اور اہلِ دنیا کی طرف جھکا اور ایک بار اللہ عَزَّوَجَلَّ کے دوستوں میں سے ایک دوست یعنی حضرت سیّدُنا موسیٰ کَلِیْمُ اللہ عَلَیْہِ السَّلَام کی عزت وحرمت کو ترک کیا یوں کہ بنی اسرائیل کی ترغیب پر حضرت سیّدُنا موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کی ہلاکت کی دعا کا ارادہ کیا تو اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اسے دھتکارے ہوئے کتے کی طرح کر دیا۔ چنانچہ قرآنِ کریم میں ارشاد فرمایا:

فَمَثَلُهٗ كَمَثَلِ الْكَلْبِۚ اِنْ تَحْمِلْ عَلَیْهِ یَلْهَثْ اَوْ تَتْرُكْهُ یَلْهَثْؕ

(پ۹، الاعراف: ۱۷۶)

ترجمۂ کنز الایمان: تو اس کا حال کتے کی طرح ہے تو اس پر حملہ کرے تو زبان نکالے اور چھوڑ دے تو زبان نکالے۔

پس اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اسے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے گمراہی وہلاکت کے سمندر میں غرق کر دیا۔ بعض علما نے فرمایا کہ گمراہ ہونے سے پہلے بلعم بن باعورا کی مجلس میں اس کی گفتگو لکھنے والے طلبا کے لئے بارہ ہزار سیاہی کی دواتیں رکھی جاتی تھیں مگر پھر وہ ویسا ہو گیا جیسا ہونا تھا۔ ہم اللہ عَزَّوَجَلَّ کے غضب، اس کی ناراضی، اس کے دردناک عذاب اور ایسی ذلت وخواری سے پناہ مانگتے ہیں جسے ہم برداشت نہیں سکتے۔

غور کرو کہ دنیا کی محبت اور اس کی نحوست بالخصوص عُلَما کو کس طرح نقصان پہنچاتی ہے، لہٰذا ہوشیار ہو جاؤ کیونکہ اَلْاَمْرُ خَطِیْرٌ وَّ الْعُمْرُ قَصِیْرٌ وَّ فِی الْعَمَلِ تَقْصِیْرٌ وَّ النَّاقِدُ بَصِیْرٌ یعنی معاملہ

پُر خطر، عمر مختصر اور عمل میں کمی وکَسَر ہے جبکہ جانچنے والا بصیر ہے۔ پس اگر وہ اچھے اعمال پر ہمارا خاتمہ فرمائے اور ہماری لغزشوں کو معاف فرمادے تو اس کے لئے کوئی مشکل نہیں ہے۔

آنسوؤں سے گھاس اُگ گئی:

پھر زمین میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کے خلیفہ حضرت سیِّدُنا داوٗد عَلَیْہِ السَّلَام کے واقعہ پر غور کرو کہ انہوں نے صرف یہ ارادہ کیا تھا کہ ”اگر میرا وزیر دورانِ جنگ شہید ہو گیا تو میں اس کی بیوی سے نکاح کرلوں گا۔“ پھر وہ اس پر اتنا روئے کہ ان کے آنسوؤں سے زمین میں گھاس اُگ گئی اور آپ نے عرض کی: اِلٰھِیْ اَمَا تَرْحَمُ بُکَائِیْ وَتَضَرُّعِیْ؟ الٰہی! کیا تو میرے رونے اور گریہ وزاری پر رحم نہیں فرمائے گا؟ تو جواب ملا: یَادَاوٗدُ اَنَسِیْتَ ذَنْبَکَ وَذَکَرْتَ بُکَاءَکَ یعنی اے داوٗد! کیا آپ اپنی لغزش بھول گئے اور اپنی گریہ وزاری کو یاد رکھتے ہیں؟

مچھلی کے پیٹ میں 40 دن:

حضرت سیِّدُنا یونس عَلَیْہِ السَّلَام کے واقعہ میں غور کرو کہ آپ نے صرف ایک مرتبہ غصہ کیا (اور کفر اور اہلِ کفر سے بغض کے سبب حکمِ الٰہی کا انتظار کئے بغیر ہجرت کر گئے) تو اللہ عَزَّوَجَلَّ نے آپ کو 40 دن تک سمندر کی گہرائی میں مچھلی کے پیٹ میں رکھا جہاں آپ یہ ندا کرتے تھے:

لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ ۗ اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ ﴿۸۷﴾ (پ۱۷، الانبیآء: ۸۷)

ترجمۂ کنزالایمان: کوئی معبود نہیں سوا تیرے پاکی ہے تجھ کو بے شک مجھ سے بے جا ہوا۔

فرشتوں نے یہ ندا سنی تو عرض کی: اے ہمارے معبود اور ہمارے مالک! کسی نامعلوم جگہ سے جانی پہچانی آواز آرہی ہے۔ ربّ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: یہ میرا بندہ یونس ہے۔ فرشتوں نے اِس معاملے میں سفارش کی۔ اس سب کے باوجود اللہ عَزَّوَجَلَّ نے مچھلی کی طرف نسبت کرتے ہوئے آپ کا نام بدل کر ذُوالنُّون کر دیا پھر ارشاد فرمایا:

فَالۡتَقَمَهُ الۡحُوۡتُ وَهُوَ مُلِيۡمٌ ﴿۱۴۲﴾ فَلَوۡلَاۤ اَنَّهٗ كَانَ مِنَ الۡمُسَبِّحِيۡنَ ﴿۱۴۳﴾ لَلَبِثَ فِىۡ بَطۡنِهٖۤ اِلٰى يَوۡمِ يُبۡعَثُوۡنَ ﴿۱۴۴﴾ (پ۲۳، الصّٰفّٰت: ۱۴۲تا۱۴۴)

ترجمۂ کنزالایمان: پھر اسے مچھلی نے نگل لیا اور وہ اپنے آپ کو ملامت کرتا تھا تو اگر وہ تسبیح کرنے والا نہ ہوتا ضرور اس کے پیٹ میں رہتا جس دن تک لوگ اٹھائے جائیں گے۔

پھر **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے اپنے احسان اور نعمت کا ذکر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

لَوۡلَاۤ اَنۡ تَدٰرَكَهٗ نِعۡمَةٌ مِّنۡ رَّبِّهٖ لَنُبِذَ بِالۡعَرَآءِ وَهُوَ مَذۡمُوۡمٌ ﴿۴۹﴾ (پ۲۹، القلم: ۴۹)

ترجمۂ کنزالایمان: اگر اس کے رب کی نعمت اس کی خبر کو نہ پہنچ جاتی تو ضرور میدان پر پھینک دیا جاتا الزام دیا ہوا۔

شکر گزار بندہ نہ بنوں؟

اے کمزور بندے! **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی اس خفیہ تدبیر پر غور و فکر کر اور یونہی ذرا آگے دیکھو کہ تمام رسولوں کے سردار اور ساری مخلوق بلکہ تمام انبیائے کرام عَلَیۡہِمُ السَّلَام سے زیادہ پیارے اپنے محبوبِ اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے کیا ارشاد فرمایا ہے:

فَاسۡتَقِمۡ كَمَاۤ اُمِرۡتَ وَمَنۡ تَابَ مَعَكَ وَلَا تَطۡغَوۡا ؕ اِنَّهٗ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ بَصِيۡرٌ ﴿۱۱۲﴾ (پ۱۲، ھود: ۱۱۲)

ترجمۂ کنزالایمان: تو قائم رہو جیسا تمہیں حکم ہے اور جو تمہارے ساتھ رجوع لایا ہے اور اے لوگو سرکشی نہ کرو بے شک وہ تمہارے کام دیکھ رہا ہے۔

حتّٰی کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّم ارشاد فرمایا کرتے تھے: "شَيَّبَتۡنِىۡ هُوۡدٌ وَّاَخَوَاتُهَا یعنی مجھے سورۂ ہود اور اس جیسی دیگر سورتوں نے بوڑھا کر دیا ہے۔"[1] ایک قول کے مطابق اِس فرمانِ

---

[1] ...ترمذی، کتاب التفسیر، باب ومن سورۃ الواقعۃ، ۵/ ۱۹۳، حدیث: ۳۳۰۸
مصنف عبد الرزاق، کتاب فضائل القرآن، باب تعلیم القرآن وفضلہ، ۳/ ۲۲۵، حدیث: ۶۰۱۶

نبوی سے مراد مذکورہ آیت طیبہ اوراس جیسی دیگر آیات مقدسہ ہیں۔اس کے بعد سے حضور نبی مُکَرَّم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم رات میں اس قدر نماز پڑھتے کہ مبارک قدم سوج جاتے۔ حضراتِ صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان عرض کرتے:یا رسولَ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! آپ ایسا کرتے ہیں حالانکہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے آپ کے سبب سے آپ کے اگلوں اور پچھلوں کے گناہ معاف کر دیئے ہیں؟تو آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم ارشاد فرماتے:"کیا میں شکر گزار بندہ نہ بنوں؟"[1]

خوف کی تعلیم:

حضور نبیِّ کریم،رَءُوْفٌ رَّحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے(خوف کی تعلیم دینے کے لئے) اپنی شہادت اور ساتھ والی انگلی سے اشارہ کرتے ہوئے فرمایا:"لَوْ اَنِّیْ وَعِیْسٰی اُخِذْنَا بِمَا کَسَبَتْ ھَاتَانِ لَعُذِّبْنَا عَذَابًا لَّمْ یُعَذِّبْہُ اَحَدٌ مِّنَ الْعٰلَمِیْنَ یعنی اگر میری اور عیسٰی عَلَیْہِ السَّلَام کی پکڑ ان دو کے کئے پر کی جاتی تو ہمیں ایسا عذاب دیا جاتا جیسا تمام جہانوں میں کسی کو نہ دیا گیا ہو۔"[2]

یوں ہی پیارے آقا صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم رات کو نماز پڑھتے اور روتے ہوئے یہ دعا کرتے:"اَعُوْذُ بِعَفْوِكَ مِنْ عِقَابِكَ وَبِرِضَاكَ مِنْ سَخَطِكَ وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْكَ لَا اُحْصِیْ ثَنَاءً عَلَیْكَ اَنْتَ كَمَا اَثْنَیْتَ عَلٰی نَفْسِكَ یعنی میں تیرے عذاب سے تیرے عفو ودرگزر کی پناہ مانگتا ہوں اور تیرے غضب سے تیری رِضا کی پناہ چاہتا ہوں اور تیری پکڑ سے تیری رحمت کی پناہ مانگتا ہوں،میں تیری ایسی تعریف نہیں کر سکتا جیسی تو نے خود اپنی تعریف کی ہے۔"[3]

---

1 ...بخاری، کتاب التفسیر، باب لیغفر لک اللہ...الخ، ۳/ ۳۲۸، حدیث: ۴۸۳۶، ۴۸۳۷

2 ...ابن حبان، کتاب الرقاق، باب الخوف والتقوی، ۲/ ۲۷، حدیث: ۶۵۶

3 ...مسلم، کتاب الصلاۃ، باب مایقال فی الرکوع والسجود، ص ۲۵۲، حدیث: ۴۸۶

شعب الایمان، باب فی الصیام، ۳/ ۳۸۵، حدیث: ۳۸۳۷

پھر صحابۂ کرام عَلَیۡہِمُ الرِّضۡوَان کو دیکھو کہ جو اس اُمَّت کے سب سے بہتر زمانے کے لوگ ہیں، ایک مرتبہ دورانِ مزاح کوئی بات صادر ہوگئی تو اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ارشاد فرمایا:

اَلَمۡ یَاۡنِ لِلَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡۤا اَنۡ تَخۡشَعَ قُلُوۡبُہُمۡ لِذِکۡرِ اللّٰہِ وَ مَا نَزَلَ مِنَ الۡحَقِّ ۙ وَ لَا یَکُوۡنُوۡا کَالَّذِیۡنَ اُوۡتُوا الۡکِتٰبَ مِنۡ قَبۡلُ فَطَالَ عَلَیۡہِمُ الۡاَمَدُ فَقَسَتۡ قُلُوۡبُہُمۡ ؕ وَ کَثِیۡرٌ مِّنۡہُمۡ فٰسِقُوۡنَ ﴿۱۶﴾ (پ۲۷، الحدید: ۱۶)

ترجمۂ کنزالایمان: ایمان والوں کو ابھی وہ وقت نہ آیا کہ اُن کے دل جھک جائیں اللہ کی یاد اور اس حق کے لیے جو اترا اور ان جیسے نہ ہوں جن کو پہلے کتاب دی گئی پھر ان پر مدت دراز ہوئی تو ان کے دل سخت ہوگئے اور ان میں بہت فاسق ہیں۔

پھر اس پر بھی غور کرو کہ اُمتِ مرحومہ ہونے کے باوجود اِس اُمَّت کے لئے اللہ عَزَّوَجَلَّ نے حدود و سزائیں، بڑی تدبیریں اور آداب مقرر فرمائے ہیں۔

حضرت سیِّدُنا یُونُس بن عُبَید رَحۡمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیۡہ فرمایا کرتے: یہاں کسی کے پانچ درہم[1] چوری کرنے پر اپنا بہترین عضو (ہاتھ) کٹ جانے کے بعد آخرت میں اس کے عذاب سے بے فکر مت ہونا۔

ہم رحیم و کریم ربّ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ وہ ہمارے ساتھ محض اپنے کرم کا معاملہ فرمائے بے شک وہ سب سے بڑھ کر مہربان ہے۔ (اٰمین)

وسیع رحمت کا تذکرہ:

دوسرا اصول پکڑ فرمانے اور معاف کرنے میں دستورِ الٰہی کے متعلق ہے۔ اب اس

[1]...چوری یہ ہے کہ دوسرے کا مال چھپا کر ناحق لے لیا جائے اور اس کی سزا ہاتھ کاٹنا ہے مگر ہاتھ کاٹنے کے لئے چند شرطیں ہیں۔ دس درم چورائے یا اس قیمت کا سونا یا اور کوئی چیز چورائے اس سے کم میں ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔ (بہار شریعت، حصہ ۹، ۲/۴۱۳ ملتقطاً)

میں جانبِ امید کے لحاظ سے اس کی وسیع رحمت کا تذکرہ کرو، اس میں کوئی حرج نہیں۔ اس کی بے پایاں رحمت کا اندازہ اس بات سے لگاؤ کے وہ لمحہ بھر کے ایمان کے بدلے 70 سال کے کفر کو ختم فرمادیتا ہے۔ چنانچہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

قُلْ لِّلَّذِیْنَ كَفَرُوْۤا اِنْ یَّنْتَهُوْا یُغْفَرْ لَهُمْ مَّا قَدْ سَلَفَ ۚ (پ۹، الانفال:۳۸)

ترجمۂ کنزالایمان: تم کافروں سے فرماؤ اگر وہ باز رہے تو جو ہو گزرا وہ انہیں معاف فرمادیا جائے گا۔

ایمان لانے والے فرعونیوں پر عنایتیں:

تم فرعون کے جادوگروں کے معاملے میں غور نہیں کرتے کہ وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ سے جنگ کرنے آئے تھے اور انہوں نے اُس کے دشمن فرعون کی عزت کی قسم کھائی تھی مگر جب انہوں نے کہا کہ ہم سچے دل سے ایمان لائے تو اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ان کا ایمان قبول کر کے جو کچھ ہو چکا تھا معاف فرمادیا پھر انہیں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے جنت میں شہیدوں کا سردار بنادیا۔ یہ حال تو ان کا تھا جنہوں نے ساری زندگی فساد و گمراہی اور جادوگری و کفر میں بسر کی مگر ایک لمحہ کے لئے اللہ عَزَّوَجَلَّ کو پہچان کر اسے ایک مان لیا تو اس کی کیا شان ہو گی جس نے اپنی ساری زندگی اللہ عَزَّوَجَلَّ کو ایک مانتے ہوئے فنا کر دی اور دونوں جہاں میں کسی اور کو اس شان کے لائق نہ سمجھا۔

اصحابِ کہف پر فضل و عنایت:

پھر اصحابِ کہف کا واقعہ دیکھو کہ ایک لمبے عرصے تک وہ کفر کی تاریکی میں رہے مگر جب انہوں نے کہا کہ "ہمارا رب وہ ہے جو زمین اور آسمانوں کا رب ہے۔" اور بارگاہِ الٰہی کی طرف متوجہ ہوئے تو اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ان کا ایمان قبول فرما کر انہیں عزت و توقیر بخشی۔ چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَ نُقَلِّبُهُمْ ذَاتَ الْيَمِيْنِ وَ ذَاتَ الشِّمَالِ ۖ (پ۱۵، الکھف:۱۸)

ترجمۂ کنزالایمان: اور ہم ان کی داہنی بائیں کروٹیں بدلتے ہیں۔

بلکہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ان کی عزت کو بڑھانے کے لئے انہیں رُعب وہیبت کا لباس پہنا دیا حتّٰی کہ اپنے محبوبِ اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے اِس کا تذکرہ یوں فرمایا[1]:

لَوِ اطَّلَعْتَ عَلَيْهِمْ لَوَلَّيْتَ مِنْهُمْ فِرَارًا وَّ لَمُلِئْتَ مِنْهُمْ رُعْبًا ﴿۱۸﴾ (پ۱۵، الکھف:۱۸)

ترجمۂ کنزالایمان: اے سننے والے اگر تو انہیں جھانک کر دیکھے تو ان سے پیٹھ پھیر کر بھاگے اور ان سے ہیبت میں بھر جائے۔

نسبت کے طفیل کتے پر کرم:

صرف یہی نہیں بلکہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ان کے پیچھے آنے والے کتے کو بھی اتنی عزت دی کہ اس کا ذکر اپنی پیاری کتاب میں فرمایا، اسے دنیا میں ان کے ساتھ (غار میں) چُھپا دیا اور آخرت میں بطورِ اعزاز اسے بھی جنت میں داخل فرمائے گا۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے یہ فضل اس کتے پر فرمایا جس نے کوئی عبادت نہیں کی بلکہ چند قدم اللہ عَزَّوَجَلَّ کو پہچاننے اور ایک ماننے والے لوگوں کے ساتھ چلا تھا اور اُن لوگوں کا یہ چند دن کا عمل تھا تو اس بندۂ مومن پر فضل وعنایت کا کیا حال ہو گا جو 70 سال تک اللہ عَزَّوَجَلَّ کو ایک مان کر اس کی عبادت کرتا رہے، اس پختہ ارادے کے ساتھ کہ 70 ہزار سال بھی زندگی ملی تو ربّ تعالیٰ کی بندگی میں ہی بسر کروں گا۔

---

[1]... ظاہر یہ ہے کہ اس میں خطاب مسلمانوں سے ہے نہ کہ نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے کیونکہ حضور (صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم) نے تو رب (تعالیٰ) کو دیکھا اور نہ گھبرائے تو اصحابِ کہف تو پھر بندے ہیں، رب (تعالیٰ ارشاد) فرماتا ہے: مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَ مَا طَغٰی میرے حبیب نے مجھے دیکھ کر پلک بھی نہ جھپکایا اور وہ نہ بہکے، نیز بعض روایات میں ہے کہ حضور (صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم) نے معراج میں اصحاب کہف کو ملاحظہ فرمایا۔ (نور العرفان، پ۱۵، الکھف، تحت الآیہ: ۱۸)

آیا ہوا عذاب ٹل گیا:

یونہی دیکھو کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اپنے نبی حضرت سیِّدُنا یونُس عَلَیْہِ السَّلَام کو ان کی قوم کے معاملے میں (جبکہ آپ حکمِ الٰہی کا انتظار کئے بغیر ہجرت کر گئے حالانکہ بعد میں قوم نے توبہ کر لی تھی) کیسا عتاب فرمایا کہ "تمہیں کدو کا پیڑ خشک ہونے کا غم ہے جسے میں نے ایک ساعت میں اُگایا اور ایک ساعت میں خشک کر دیا مگر ایک لاکھ یا اس سے زیادہ لوگوں کا غم نہیں فرماتے۔" پھر دیکھو کہ کس طرح اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ان کی قوم کا عذر قبول فرمالیا اور ان سے اپنا بڑا عذاب پھیر دیا حالانکہ عذاب کا بادل انہیں گھیر چکا تھا۔

بے پایاں رحمتیں:

پھر ذرا اِس معاملے پر غور کرو جس میں اللہ عَزَّوَجَلَّ نے حضور سَیِّدُ الْمُرْسَلِیْن، رَحْمَۃٌ لِّلْعٰلَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو عتاب فرمایا، واقعہ یہ ہے کہ ایک دفعہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم باب بَنِی شَیْبَہ سے اندر تشریف لائے تو کچھ لوگوں کو ہنستے دیکھا، ارشاد فرمایا: "تم کیوں ہنس رہے ہو، میں تمہیں ہنستے ہوئے نہ دیکھوں۔" یہ فرما کر ابھی حجرِ اَسْوَد تک پہنچے تھے کہ فوراً اُن کی طرف واپس آئے اور ارشاد فرمایا: ابھی میرے پاس حضرت جبریلِ امین عَلَیْہِ السَّلَام آئے اور عرض کی: یا رسولَ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! اللہ عَزَّوَجَلَّ آپ سے فرماتا ہے: آپ میرے بندوں کو میری رحمت سے مایوس کیونکر کریں گے؟ آپ اُن سے فرما دیجئے کہ بے شک میں بخشنے والا مہربان ہوں۔"[1]

حضور نبیِّ رحمت، شفیعِ اُمَّت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "اَللّٰہُ اَرْحَمُ بِعَبْدِہٖ

1... معجم کبیر، ۱۳، ۱۴/۷۳، حدیث: ۲۴۸، بتغیر۔ معجم اوسط، ۲/ ۷۸، حدیث: ۲۵۸۳، بتغیر

اَلْمُؤْمِنِ مِنَ الْوَالِدَۃِ الشَّفِیْقَۃِ بِوَلَدِھَا یعنی اپنے بچے پر شفقت کرنے والی ماں سے بھی زیادہ اللہ عَزَّوَجَلَّ اپنے مومن بندے پر رحم فرمانے والا ہے۔"[1]

100 میں سے ایک رحمت:

ایک مشہور حدیث مبارک میں ہے: بے شک اللہ عَزَّوَجَلَّ کے پاس 100 رحمتیں ہیں جن میں سے ہر رحمت زمین وآسمانوں سے بڑی ہے۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اِن میں سے ایک رحمت انسانوں، جنوں اور جانوروں کے مابین تقسیم فرمادی تو ان کی باہمی محبتیں، شفقتیں اور مہربانیاں اسی ایک رحمت کے سبب ہیں جبکہ 99 رحمتیں آخرت کے لیے رکھی ہیں جن سے قیامت میں اپنے بندوں پر رحم فرمائے گا۔[2]

جب اس نے اپنی ایک رحمت سے دنیا میں تم پر کرم ومحبت سے بھرپور یہ ساری عطائیں کی ہیں کہ تمہیں اپنی معرفت عطا کی، اس اُمَّتِ مَرحومہ میں پیدا کیا، طریقہ اَہْلِ سنَّت وجماعت کی پہچان نصیب کی اور وہ تمام ظاہری وباطنی نعمتیں جو تمہارے پاس موجود ہیں اُن سے نوازا تو اس کے فضلِ عظیم سے اس بات کی بھی اُمید ہے کہ وہ اپنی نعمتوں کی تکمیل فرمائے گا کیونکہ احسان کو شروع کرنے والا اسے پورا بھی فرماتا ہے اور وہ تمہیں باقی 99 رحمتوں سے بھی وافر حصہ عطا فرمائے گا۔ ہم اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا کرتے ہیں کہ وہ ہمیں اپنے فَضْلِ عظیم سے محروم نہ کرے، بے شک وہ بڑامہربان بادشاہ اور بڑارحیم وجَوَاد ہے اور ہم اسی سے مدد طلب کرتے ہیں۔

---

1 ...بخاری، کتاب الادب، باب رحمۃ الولد... الخ، ۴/ ۱۰۰، حدیث: ۵۹۹۹

2 ...مسلم، کتاب التوبۃ، باب فی سعۃ رحمۃ اللہ... الخ، ص ۱۴۷۲، حدیث: ۲۷۵۲

تیسرا اصول

پانچ احوال کا بیان:

نفس کو خوف ورجا کے راستے پر چلانے کے لئے تیسرا اصول یہ ہے کہ ”روزِ قیامت بندوں کے لئے اللہ عَزَّوَجَلَّ کے ثواب یا عذاب کو یاد کیا جائے۔“لہٰذا ہم یہاں پانچ احوال موت، قبر، قیامت، جنت اور دوزخ کا تذکرہ کریں گے اور ان میں سے ہر ایک میں فرمانبرداروں، نافرمانوں، سستی کرنے والوں اور کوشش کرنے والوں کے لئے جو خطرات ہیں انہیں بھی ذکر کریں گے۔

موت کا حال

خاتمہ بالخیر:

موت کے بارے میں دو شخصوں کا حال بیان کرتا ہوں۔اُن میں سے ایک کا حال یہ تھا کہ حضرت سیِّدُنا ابن شبرمہ رَحمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: میں حضرت سیِّدُنا امام شعبی رَحمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کے ساتھ ایک مریض کی عیادت کے لئے گیا، ہم نے دیکھا کہ وہ حالتِ نزع میں ہے اور پاس بیٹھا ایک شخص اسے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہُ کی تلقین کر رہا ہے۔ سیِّدُنا امام شعبی رَحمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے اس شخص سے کہا: مریض کے ساتھ نرمی کرو۔ اتنے میں مریض بول اُٹھا اور کہنے لگا: یہ مجھے تلقین کرے یا نہ کرے میں کلمہ ضرور پڑھوں گا، پھر اس نے یہ آیتِ مبارکہ تلاوت کی:

وَ اَلْزَمَهُمْ كَلِمَةَ التَّقْوٰى وَ كَانُوْۤا اَحَقَّ بِهَا وَ اَهْلَهَاؕ (پ۲۶، الفتح:۲۶)

ترجمۂ کنز الایمان: اور پرہیز گاری کا کلمہ اُن پر لازم فرمایا اور وہ اس کے زیادہ سزاوار اور اس کے اہل تھے۔

حضرت سیِّدُنا امام شعبی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْوَلِی نے کہا: تمام تعریفیں اللہ عَزَّوَجَلَّ کے لئے ہیں

جس نے ہمارے ساتھی کو نجات بخشی۔

بُرا خاتمہ:

دوسرے شخص کی حکایت کچھ یوں ہے کہ حضرت سیِّدُنا فُضَیل بن عِیاض عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْوَہَّاب کے ایک شاگرد کی وفات کا وقت آیا تو آپ اس کے پاس گئے اور سر کے پاس بیٹھ کر سورہ یٰس شریف کی تلاوت کرنے لگے، شاگرد نے کہا: استاد صاحب! یہ نہ پڑھیں۔ پھر آپ نے اسے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہ کہنے کی تلقین کی تو (مَعَاذَ اللہ) اس نے کہا: میں یہ بھی نہیں کہوں گا، میں اس سے بیزار ہوں۔ یہ کہہ کر وہ مر گیا تو حضرت سیِّدُنا فُضَیل بن عِیاض رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ واپس اپنے مکان پر آئے اور 40 دن تک روتے رہے اور گھر سے باہر نہ نکلے پھر آپ نے خواب دیکھا کہ اس شاگرد کو گھسیٹ کر جہنم کی طرف لے جایا جا رہا ہے، آپ نے اس سے پوچھا: کس سبب سے اللہ عَزَّوَجَلَّ نے تجھ سے معرفت چھین لی حالانکہ تو میرے شاگردوں میں سب سے زیادہ علم والا تھا؟ اس نے کہا: تین عیبوں کے سبب، ان میں سے پہلا چغلی ہے کہ میں اپنی ساتھیوں کو کچھ بتاتا تھا اور آپ کو کچھ بتاتا تھا، دوسرا حسد ہے کہ میں ان سے حسد کرتا تھا اور تیسرا یہ ہے کہ مجھے ایک بیماری تھی، جب میں نے طبیب سے اس کے متعلق پوچھا تو اس نے کہا: سال میں ایک پیالہ شراب کا پی لیا کرو ورنہ یہ بیماری ختم نہیں ہو گی۔ اس لئے میں سال میں ایک بار شراب پیا کرتا تھا۔

ہم اللہ عَزَّوَجَلَّ کی ناراضی سے اس کی پناہ مانگتے ہیں بے شک ہم اس کی ناراضی کو برداشت نہیں کر سکتے۔

حالتِ نزع میں مسکرادیئے:

اب مزید دو قسم کے لوگوں کا حال بیان کرتا ہوں۔ چنانچہ حضرت سیِّدُنا عبداللہ بن

مبارک رَحمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیہ کے متعلق آتا ہے کہ آپ نے حالتِ نزع میں آسمان کی جانب دیکھا تو مسکرا دیئے اور یہ آیتِ مبارکہ پڑھی:

لِمِثْلِ هٰذَا فَلْيَعْمَلِ الْعٰمِلُوْنَ ﴿٦١﴾ ترجمۂ کنزالایمان: ایسی ہی بات کے لیے کامیوں کو کام کرنا چاہیے۔ (پ۲۳، الصّٰفّٰت:۶۱)

اسی طرح کا ایک واقعہ حضرت سیِّدُنا امام ابو بکر بن فورک رَحمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیہ بیان کرتے ہیں کہ زمانہ طالبِ علمی میں میرا ایک ساتھی تھا جو ابھی ابتدائی طالبِ علم تھا، بہت محنتی، متقی اور عبادت گزار تھا مگر باوجود محنت کے آگے نہیں بڑھ پاتا تھا تو ہمیں اس پر تعجب ہوتا تھا۔ ایک مرتبہ وہ بیمار ہوا تو خانقاہ میں صوفیا کے درمیان اپنی جگہ میں رہنے لگا اور شفاخانے میں نہیں گیا اور بیماری میں بھی سخت عبادت وریاضت میں مشغول رہا جس کے سبب اس کی حالت مزید خراب ہوگئی، میں اس کے پاس تھا کہ اچانک اس نے آسمان پر اپنی نظریں جمالیں اور کہا: ”اے ابنِ فُورک! ایسی ہی بات کے لئے عمل کرنے والوں کو عمل کرنا چاہیے۔“ اتنا کہہ کر اس کا انتقال ہوگیا۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ کی اُن پر رحمت ہو اور ان کے صدقے ہماری مغفرت ہو۔ اٰمین

معاملہ اور سخت ہو گیا:

دوسرا واقعہ یہ ہے کہ حضرت سیِّدُنا مالک بن دینار عَلَیہِ رَحمَۃُ اللہِ الْغَفَّار فرماتے ہیں: میرا ایک پڑوسی تھا میں اس کی موت کے وقت اس کے پاس گیا تو وہ مجھے دیکھ کر کہنے لگا: اے مالک! اس وقت مجھے اپنے سامنے آگ کے دو پہاڑ نظر آرہے ہیں اور کہا جا رہا ہے ان پر چڑھو۔ آپ فرماتے ہیں کہ میں نے اس کے گھر والوں سے اس کا حال اور عمل پوچھا تو انہوں نے کہا: اس شخص نے ماپنے کے دو پیمانے رکھے ہوئے ہیں، ایک سے غَلّہ خریدتا ہے

اور دوسرے سے بیچتا ہے۔ میں نے وہ دونوں پیمانے منگوائے اور ایک دوسرے پر مار کر توڑ دیئے، پھر میں نے اس سے دریافت کیا اب کیسا حال ہے؟ اس نے کہا: مجھ پر معاملہ اور زیادہ سخت ہوتا جا رہا ہے۔

قبر اور اس کے بعد کا حال

دیدارِ الٰہی کی سعادت:

قبر اور بعد کے حال کے متعلق بھی دو لوگوں کا حال ذکر کرتا ہوں۔ ایک تو یہ کہ ایک بزرگ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ بیان کرتے ہیں: میں نے حضرت سیّدنا سفیان ثَوری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْوَلِی کو ان کی وفات کے بعد خواب میں دیکھ کر پوچھا: ابوعبد اللہ! آپ کا کیا حال ہے؟ انہوں نے مجھ سے منہ پھیرتے ہوئے کہا: یہ کنیت کے ساتھ بلانے کا وقت نہیں ہے۔ میں نے پھر پوچھا: اے سفیان! آپ کا کیا حال ہے؟ تو انہوں نے جواب میں یہ اشعار پڑھے:

نَظَرْتُ اِلٰی رَبِّیْ عِیَانًا فَقَالَ لِیْ   هَنِیْئًا رِضَائِیْ عَنْكَ یَابْنَ سَعِیْد

لَقَدْ كُنْتَ قَوَّامًا اِذَا اللَّیْلُ قَدْ دَجَا   بِعَبْرَةِ مُّشْتَاقٍ وَّ قَلْبٍ عَمِیْد

فَدُوْنَكَ فَاخْتَرْ اَیَّ قَصْرٍ تُرِیْدُهٗ   وَ زُرْنِیْ فَاِنِّیْ عَنْكَ غَیْرُ بَعِیْد

ترجمہ: میں نے اپنے پروردگار کو بالکل سامنے دیکھا، اس نے مجھے فرمایا: اے ابن سعید! تجھے میری رضا مبارک ہو۔ تو تاریک راتوں میں نگاہِ شوق اور عشق بھرے دل کے ساتھ قیام کرتا تھا، اب محلّات تیرے سامنے ہیں تو جو چاہے لے لے اور میری زیارت سے لُطف اندوز ہو کہ میں تجھ سے دور نہیں۔

زمانے کا کھیل:

دوسرا واقعہ اس شخص کا ہے جسے کسی نے خواب میں دیکھا کہ اس کا رنگ بدلا ہوا ہے اور دونوں ہاتھ گردن میں بندھے ہیں، اس سے پوچھا گیا: اللہ عَزَّوَجَلَّ نے تیرے ساتھ کیا معاملہ

فرمایا؟اس نے جواب میں یہ شعر پڑھا:

تَوَلّٰی زَمَانٌ لَّعِبْنَا بِہٖ وَ ھٰذَا زَمَانٌ بِنَا یَلْعَبُ

ترجمہ: وہ زمانہ بیت گیا جس سے ہم کھیلتے تھے،اب یہ وہ زمانہ ہے جو ہم سے کھیل رہا ہے۔

شہید جنازہ پڑھنے آیا:

نیز اس بارے میں دو مزید آدمیوں کا حال بھی ذہن میں رکھنے کے قابل ہے،ایک تو یہ کہ ایک بزرگ فرماتے ہیں:میرا ایک لڑکا شہید ہو گیا مگر وہ مجھے کبھی خواب میں نظر نہ آیا،جس رات امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر بن عبد العزیز عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْعَزِیْز کا وصال ہوا اس رات وہ مجھے خواب میں نظر آیا تو میں نے پوچھا:بیٹا!کیا تم مردے نہیں ہو؟تو اس نے جواب دیا:نہیں بلکہ مجھے شہادت نصیب ہوئی ہے اور میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کے ہاں زندہ ہوں اور مجھے رزق دیا جاتا ہے۔میں نے کہا:آج کیسے آنا ہوا؟اس نے کہا:آج آسمان والوں میں یہ ندا کی گئی:"سنو!آج ہر نبی،صِدِّیق اور شہید حضرت عمر بن عبد العزیز کے جنازہ میں شرکت کرے۔"لہٰذا میں بھی ان کی نمازِ جنازہ میں شرکت کے لئے آیا تھا پھر نماز سے فارغ ہو کر آپ کو سلام کرنے چلا آیا۔

جہنم نے بوڑھا کر دیا:

دوسرا واقعہ یہ ہے کہ حضرت سیِّدُنا ہشام بن حسان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْمَنَّان فرماتے ہیں:میرا ایک چھوٹا بچہ فوت ہو گیا،میں نے اسے خواب میں دیکھا تو وہ بوڑھا تھا،میں نے پوچھا:بیٹا!یہ بڑھاپا کیسا؟اس نے کہا:جب فلاں شخص ہمارے پاس آیا تو جہنم نے اسے دیکھ کر ایک سانس لی جس سے ہم سب بوڑھے ہو گئے۔

ہم جہنم کے دردناک عذاب سے عظمت والے ربّ کی پناہ مانگتے ہیں۔(اٰمین)

قیامت کا حال

رحمٰن عَزَّوَجَلَّ کے مہمان:

جہاں تک قیامت کا تعلق ہے تو اس بارے میں اس فرمانِ باری تعالیٰ میں غور کرو:

یَوْمَ نَحْشُرُ الْمُتَّقِیْنَ اِلَى الرَّحْمٰنِ وَفْدًا ﴿۸۵﴾ وَّ نَسُوْقُ الْمُجْرِمِیْنَ اِلٰى جَهَنَّمَ وِرْدًا ﴿۸۶﴾ (پ۱۶،مریم: ۸۵، ۸۶)

ترجمۂ کنزالایمان: جس دن ہم پرہیزگاروں کو رحمٰن کی طرف لے جائیں گے مہمان بنا کر اور مجرموں کو جہنم کی طرف ہانکیں گے پیاسے۔

کوئی شخص قبر سے اُٹھے گا تو اُس کی قبر پر بُراق کھڑا ہو گا اور تاج اور حُلّے موجود ہوں گے پس وہ تاج اور اعلیٰ لباس زیب تن کرے گا اور بُراق پر سوار ہو کر نعمتوں سے بھرپور جنتوں کی طرف روانہ ہو گا اور اس کے اِعزاز وَاِکرام کی خاطر اس کو پیدل نہیں چلنے دیا جائے گا جبکہ کوئی شخص اپنی قبر سے نکلے گا تو عذاب کے فرشتے اور آگ کی بیڑیاں قبر پر موجود ہوں گے اور بدبخت کو دوزخ کی طرف پیدل بھی چلنے نہیں دیں گے بلکہ اسے منہ کے بل گھسیٹ کر دوزخ کی طرف لے جایا جائے گا۔ ہم اللہ عَزَّوَجَلَّ کی ناراضی و غضب سے اس کی پناہ مانگتے ہیں۔(امین)

بے حساب بخشے جائیں گے:

مروی ہے کہ غیبوں سے خبردار نبی صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: جب قیامت کا دن ہو گا کچھ لوگ اپنی قبروں سے نکلیں گے تو اُن کے لئے سبز پروں والی سواریاں ہوں گی۔ وہ ان پر سوار ہوں گے تو وہ انہیں اُڑا کر میدانِ محشر میں لے جائیں گی حتّٰی کہ جب وہ جنت کی دیواروں تک پہنچیں گے تو فرشتے انہیں دیکھ کر ایک دوسرے سے پوچھیں گے: یہ کون ہیں؟ جواب ملے گا: ہم نہیں جانتے، شاید یہ لوگ اُمتِ محمدیہ میں سے ہوں۔ پھر کچھ فرشتے ان کے پاس جا کر پوچھیں گے: تم کون ہو اور کس اُمَّت سے ہو؟ وہ جواب دیں گے: ہم

اُمت محمد یہ میں سے ہیں۔ فِرشتے پوچھیں گے: کیا تمہارا حساب ہو چکا؟ وہ کہیں گے: نہیں۔ پھر دریافت کریں گے: کیا تمہارے اَعمال کا وزن ہو چکا؟ وہ جواب دیں گے: نہیں۔ فِرشتے پوچھیں گے: کیا تم اپنے اَعمال نامے پڑھ چکے ؟ وہ کہیں گے: نہیں۔ پھر فِرشتے ان سے کہیں گے: واپس لوٹ جاؤ کہ یہ سارے کام پیچھے ہوں گے۔ اِس پر وہ لوگ کہیں گے: کیا تم نے ہمیں کچھ دیا تھا جس پر ہمارا حساب ہو گا۔ ایک روایت میں یوں ہے کہ وہ فرشتوں سے کہیں گے: دنیا میں ہم کسی شے کے مالک ہی نہیں تھے کہ عدل کرتے یا ظلم کرتے، ہم نے تو بس اپنے ربّ تعالیٰ کی عبادت کی ہے حتّٰی کہ اس نے ہمیں بُلایا تو ہم آگئے۔ اتنے میں ایک ندا آئے گی: میرے بندوں نے سچ کہا، نیکی کرنے والوں پر کوئی مواخذہ نہیں اور اللہ عَزَّوَجَلَّ بخشنے والا مہربان ہے۔[1]

کیا تم نے اللہ عَزَّوَجَلَّ کا یہ فرمان نہیں سنا:

اَفَمَنْ یُّلْقٰى فِی النَّارِ خَیْرٌ اَمْ مَّنْ یَّاْتِیْۤ اٰمِنًا یَّوْمَ الْقِیٰمَةِ ؕ (پ۲۴، حٰمٓ السجدۃ: ۴۰)

ترجمۂ کنزالایمان: تو کیا جو آگ میں ڈالا جائے گا وہ بھلا یا جو قیامت میں امان سے آئے گا۔

کس قدر عظیم ہو گا وہ شخص جو قیامت کی ہولناکیوں، زلزلوں اور سختیوں کو دیکھے گا مگر اس کے دل میں کسی قسم کا خوف ہو گا نہ دل پر کوئی بوجھ ہو گا۔ دعا ہے اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں اور تمہیں ان نیک بختوں میں شامل فرمائے اور یہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کو کچھ دشوار نہیں۔

جنت اور دوزخ کا حال

جنت اور دوزخ کے متعلق قرآن مجید فرقانِ حمید کی ان دو آیتوں میں غور کرو:

﴿1﴾...

وَ سَقٰىهُمْ رَبُّهُمْ شَرَابًا طَهُوْرًا ﴿۲۱﴾ اِنَّ

ترجمۂ کنزالایمان: اور انہیں ان کے رب نے

[1] ...بریقة محمودیة، الثامن والعشرون حب المال للحرام، ۴/۵۲

هٰذَا كَانَ لَكُمْ جَزَآءً وَّ كَانَ سَعْيُكُمْ مَّشْكُوْرًا ﴿۲۲﴾ (پ۲۹، الدھر: ۲۱، ۲۲)

ستھری شراب پلائی ان سے فرمایا جائے گا یہ تمہارا صلہ ہے اور تمہاری محنت ٹھکانے لگی۔

جبکہ دوزخیوں کے قول کی حکایت یوں بیان فرمائی:

﴿2﴾ ...

رَبَّنَاۤ اَخْرِجْنَا مِنْهَا فَاِنْ عُدْنَا فَاِنَّا ظٰلِمُوْنَ ﴿۱۰۷﴾ قَالَ اخْسَــٴُـوْا فِیْهَا وَ لَا تُكَلِّمُوْنِ ﴿۱۰۸﴾ (پ۱۸، المؤمنون: ۱۰۷، ۱۰۸)

ترجمۂ کنزالایمان: اے ہمارے رب ہم کو دوزخ سے نکال دے پھر اگر ہم ویسے ہی کریں تو ہم ظالم ہیں رب فرمائے گا دُتکارے (ذلیل ہوکر) پڑے رہو اس میں اور مجھ سے بات نہ کرو۔

روایتوں میں آتا ہے کہ اُس وقت وہ کتے بنادیئے جائیں گے جو جہنم میں بھونکتے پھریں گے۔

ہم دردناک عذاب سے مہربان ورحیم رب کی پناہ چاہتے ہیں۔

بڑی مصیبت کون سی ہے؟

حضرت سیِّدُنا یحییٰ بن معاذ رازی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْھَادِی فرماتے ہیں: ہم نہیں جانتے کہ جنت سے محرومی بڑی مصیبت ہے یا دوزخ میں ڈال دیا جانا کیونکہ جنت سے کسی صورت صبر نہیں اور دوزخ کو برداشت کرنے کی کسی میں ہمت نہیں، مگر بہر صورت نعمتوں کا فوت ہونا دوزخ کا عذاب برداشت کرنے سے آسان ہے۔

پھر سب سے بڑی مصیبت تو دوزخ میں ہمیشہ رہنا ہے کیونکہ اگر اس سے نکلنے کی کبھی کوئی صورت ہوتی تب تو معاملہ کچھ آسان ہوتا مگر وہ تو ایک نہ ختم ہونے والا سلسلہ ہے، بھلا کس دل میں اسے برداشت کرنے کی طاقت ہے اور کس جان میں اسے سہنے کی سکت

ہے؟اسی لئے حضرت سیِّدُنا عیسٰی رُوحُ اللہ عَلَیْہِ السَّلَام نے ارشاد فرمایا: جہنم میں ہمیشہ رہنے والوں کا تذکرہ ڈرنے والوں کے دل ٹکڑے ٹکڑے کر دیتا ہے۔

جہنم سے نکالا جانے والا آخری شخص:

حضرت سیِّدُنا امام حسن بصری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی کے پاس ذکر ہوا کہ جو شخص سب سے آخر میں جہنم سے نکالا جائے گا اس کا نام ہناد ہو گا، اسے ایک ہزار سال تک عذاب دیا گیا ہو گا، وہ یہ کہتا ہوا جہنم سے باہر آئے گا: یاحَنَّان، یامَنَّان! (یعنی اے مہربان اے احسان فرمانے والے)۔ یہ سن کر حضرت سیِّدُنا حسن بصری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی رو پڑے اور فرمایا: کاش! میں ہناد ہوتا۔ لوگوں نے اس بات پر تعجب کیا تو آپ نے فرمایا: تم پر افسوس! کیا وہ جہنم سے نکل نہیں جائے گا۔

کہیں معرفت چھن نہ جائے:

معاملہ کی اصل ایک بنیادی بات ہے جو کمر کو توڑ دیتی، چہروں کو زرد کر دیتی، دلوں کے ٹکڑے کرتی، جگر کو پگھلا دیتی اور آنکھوں سے آنسو جاری کرتی ہے اور وہ بنیادی بات معرفت چھن جانے کا خوف ہے پس یہی ڈرنے والوں کے ڈر کی انتہا ہے اور اِسی پر رونے والوں کی آنکھیں آنسو بہاتی ہیں۔

ایک بُزرگ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے فرمایا: غم تین ہیں: (۱)...عبادت قبول نہ ہونے کا غم (۲)...گناہ کی بخشش نہ ہونے کا غم اور (۳)...معرفت چھن جانے کا غم۔ جبکہ مخلصین فرماتے ہیں: تمام غموں کی اصل اور حقیقت ایک ہی غم ہے کہ ”کہیں معرفتِ الٰہی نہ چھین لی جائے“ باقی سارے غم تو اس کے مقابلے میں آسان ہیں کیونکہ وہ ختم ہو سکتے ہیں۔

سلبِ ایمان کا خوف:

حضرت سیِّدُنا یوسف بن اسباط رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں حضرت سیِّدُنا سفیان ثَوری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْوَلِی کے پاس گیا تو وہ ساری رات روتے رہے، میں نے پوچھا: آپ گناہوں کے خوف سے رو رہے ہیں؟ انہوں نے ایک تنکا اٹھا کر فرمایا: گناہ تو اللہ عَزَّوَجَلَّ کے سامنے اس سے بھی کم حیثیت رکھتے ہیں، میں تو اس خوف سے رو رہا ہوں کہ کہیں اللہ عَزَّوَجَلَّ مجھ سے اسلام سلب نہ فرمالے۔

ہم احسان فرمانے والے اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا کرتے ہیں کہ وہ ہمیں کسی مصیبت میں مبتلا نہ فرمائے، اپنے فضل و کرم سے ہم پر اپنی بڑی نعمت تمام فرمائے اور ہمیں ملتِ اسلام پر موت عطا فرمائے، بے شک وہ سب سے بڑھ کر رحم فرمانے والا ہے۔

بوقت موت اُمید غالب ہو:

اے آخرت کے طلبگار! گفتگو کا خلاصہ یہ ہے کہ تم امید اور خوف دونوں راستوں پر چلو، البتہ صحت و تندرستی کی حالت میں خوف کا غلبہ زیادہ بہتر ہے اور بیماری و کمزوری کی حالت میں اُمید کا غلبہ بہتر ہے خاص طور پر جب آخری وقت آ پہنچے تو اس وقت رحمتِ الٰہی سے اُمید غالب ہونی چاہیے جیسا کہ حدیثِ قدسی میں اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے: "میں ان لوگوں کے پاس ہوتا ہوں جن کے دل میرے خوف سے چور چور ہو چکے ہیں۔"[1]
پس دل کے ٹوٹا ہوا ہونے کی وجہ سے اس وقت اُمید کا غلبہ بہتر ہے کہ صحت و تندرستی کے وقت اس پر خوف غالب ہوتا ہے، اسی لئے بوقتِ موت ایسوں سے کہا جاتا ہے:

اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا (پ۲۴، حٰمٓ السجدۃ: ۳۰) ترجمۂ کنزالایمان: کہ نہ ڈرو اور نہ غم کرو۔

---

1 ...حلیۃ الاولیاء، وھب بن منبہ، ۴/ ۳۴، رقم: ۴۶۶۴

اُمید اور تمنا میں فرق:

یاد رکھو کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ سے حسنِ ظن کا مطلب ہے تم اللہ عَزَّوَجَلَّ کی نافرمانی سے بچو، اس کی پکڑ سے ڈرو اور اس کی عبادت میں خوب کوشش کرو ورنہ یہ رجا (یعنی اُمید) نہیں صرف تمنا (یعنی آرزو) کہلائے گی، اسے یوں سمجھو کہ ایک شخص بیج ڈالے، اس کی دیکھ بھال میں کوشش اور محنت کرے پھر فصل کاٹے اور کہے: ''مجھے امید ہے کہ سو بوری فصل ہو جائے گی۔'' تو یہ اُمید ہے اور دوسرا شخص وہ ہے جس نے زمین میں بیج ڈالا نہ دیکھ بھال کی بلکہ سویا رہا اور سارا سال غفلت میں گزار دیا پھر جب فصل کاٹنے کا وقت آئے کہے: ''اُمید ہے مجھے سو بوری غلّہ حاصل ہو جائے گا۔'' اب تم اس سے کہو گے: تُو یہ امید کیسے کر سکتا ہے یہ تو فقط آرزو ہے جس کی کوئی حقیقت نہیں۔ ٹھیک اِسی طرح جو بندہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی عبادت میں خوب کوشش کرے اور نافرمانی سے بچے پھر کہے: مجھے امید ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ میرے اس تھوڑے عمل کو قبول فرمائے گا، کمی کوتاہی کو پورا فرمائے گا، عظیم ثواب عطا کرے گا اور لغزشوں کو معاف فرمادے گا، مجھے اللہ عَزَّوَجَلَّ سے اچھا گمان ہے۔ یہ اس کی جانب سے حقیقی اُمید ہے اور اس کے برعکس اگر وہ غافل ہو، عبادات کو چھوڑ دے، گناہوں کا ارتکاب کرے، اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رضا و ناراضی اور اس کے وعدہ اور وعید کی پروانہ کرے پھر یہ کہنا شروع کر دے کہ ''میں اللہ عَزَّوَجَلَّ سے اُمید کرتا ہوں کہ وہ مجھے جہنم سے نجات اور جنت میں داخلہ عطا فرمائے گا۔'' تو یہ فقط اس کی آرزو ہے جس کے تحت کچھ حاصل نہیں ہوتا مگر وہ اسے حسن ظن اور اُمید کا نام دیتا ہے جو کہ خطا اور گمراہی ہے۔ چنانچہ

اُمید اور آرزو کا یہ فرق پیارے آقا، مدینے والے مصطفٰے صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اپنے اس فرمانِ عالی سے یوں واضح فرمایا ہے: ''اَلْکَیِّسُ مَنْ دَانَ نَفْسَهٗ وَعَمِلَ لِمَا بَعْدَ

اَلْمَوْتِ وَالْعَاجِزُ مَنْ اَتْبَعَ نَفْسَهٗ هَوَاهَا وَ تَمَنّٰى عَلَى اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ الْاَمَانِیَّ یعنی عقلمند وہ ہے جو اپنا محاسبہ کرے اور موت کے بعد کے لئے عمل کرے اور احمق وہ ہے جو نفسانی خواہشات کی پیروی کرے اور اللہ عَزَّوَجَلَّ سے بے جا آرزوئیں لگا بیٹھے۔[1]

حضرت سیِّدُنا حسن بصری عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: کچھ لوگوں کے خدا مغفرت کی آرزوئیں ہیں حتّٰی کہ جب وہ دنیا سے جاتے ہیں تو ان کے پاس ایک نیکی بھی نہیں ہوتی، بندہ کہتا ہے: میں اپنے ربّ تعالٰی سے اچھا گمان رکھتا ہوں۔ مگر وہ جھوٹا ہوتا ہے کہ اگر وہ اچھا گمان رکھتا تو اچھا عمل بھی کرتا، پھر آپ نے یہ آیتِ مبارکہ تلاوت کی:

وَ ذٰلِكُمْ ظَنُّكُمُ الَّذِیْ ظَنَنْتُمْ بِرَبِّكُمْ اَرْدٰىكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ مِّنَ الْخٰسِرِیْنَ ﴿۲۳﴾

(پ۲۴، حٰمٓ السجدۃ: ۲۳)

ترجمۂ کنزالایمان: اور یہ ہے تمہارا وہ گمان جو تم نے اپنے رب کے ساتھ کیا اور اس نے تمہیں ہلاک کر دیا تو اب رہ گئے ہارے ہوؤں میں۔

ایک بزرگ کا خوف واُمید:

ایک شخص کا بیان ہے کہ میں نے عبادت گزار حضرت ابو میسرہ رَحمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کو دیکھا کہ کثرتِ عبادت کی وجہ سے ان کی پسلیاں نکلی ہوئی ہیں تو اُن سے عرض کی: اللہ عَزَّوَجَلَّ آپ پر رحم کرے! بے شک اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رحمت بہت وسیع ہے۔ اس پر وہ جلال میں آگئے اور فرمایا: ”کیا تم نے مجھ میں کوئی ناامیدی والی بات دیکھی ہے؟ بے شک اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رحمت نیکوکاروں کے قریب ہے۔“ ان کی اس بات نے مجھے رُلا دیا۔

عبادت گزاروں کا حسنِ ظن:

جب حضراتِ انبیا ورُسُل عَلَیْہِمُ السَّلَام اور اولیا وابدال عبادت میں اس قدر مشقت

---

[1]... ابن ماجہ، کتاب الزھد، باب ذکر الموت... الخ، ۴/۴۹۶، حدیث: ۴۲۶۰۔ الجامع الصغیر، ص۴۰۲، حدیث: ۶۴۶۸

کرتے اور گناہوں سے بچتے اور اللہ عَزَّوَجَلَّ سے ڈرتے تھے تو پھر تم کیا کہو گے؟ کیا ان حضرات کو اللہ عَزَّوَجَلَّ سے حسن ظن نہیں تھا؟ نہیں! بلکہ انہیں اللہ عَزَّوَجَلَّ کی وسیع رحمت پر پختہ یقین اور اس کے جود و کرم سے حسن ظن تم سے زیادہ تھا مگر وہ جانتے تھے کہ عبادت میں محنت و کوشش کے بغیر یہ حسن ظن حقیقی اُمید نہیں بلکہ آرزو اور دھوکا ہے۔ اس نکتے سے نصیحت حاصل کرو، بزرگوں کے حالات پر غور کرو اور خوابِ غفلت سے بیدار ہو جاؤ۔ توفیق دینے والا اللہ عَزَّوَجَلَّ ہی ہے۔

خوف ورجا پر گفتگو کا خلاصہ:

خلاصہ یہ ہوا کہ جب تم ایک طرف اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رحمت کو دیکھو جو اس کے غضب پر غالب اور تمام اَشیا کو گھیرے ہوئے ہے اور یہ کہ تم اُس اُمتِ مرحومہ میں سے ہو جو باری تعالٰی کو بڑی پیاری ہے پھر تم اس کے فضلِ عظیم اور کمالِ جود و کرم کا تصوُّر کرو اور یہ کہ اُس نے تمہارے لئے جو کتاب اُتاری ہے اُس کا آغاز "بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ" سے فرمایا ہے اور اِس پر بھی نظر رکھو کہ اس کریم رب نے کسی سفارشی اور گزشتہ خدمت کے بغیر تمہیں بے شمار ظاہری و باطنی نعمتوں اور مہربانیوں سے نوازا ہے تو دوسری طرف اس کے کمالِ جَلال و عظمت، اس کی عظیم قدرت و ہیبت نیز اس کے شدید غضب و ناراضی کا بھی تصور کرو جس کے آگے آسمان اور زمین بھی نہیں ٹھہر سکتے، پھر معاملے کی نزاکت اور خطرے کے باوجود اپنی انتہائی غفلت، کثیر گناہوں اور سنگدلی کا بھی تصور کرو اور یہ کہ تمام عُیُوب اور پوشیدہ باتیں اللہ عَزَّوَجَلَّ کے علم و نگاہ میں ہیں۔ پھر تم اس کے پیارے وعدے اور اُس ثواب کو ذہن میں لاؤ جس کی حقیقت تک انسانی سوچوں کو رسائی نہیں، پھر اس کی شدید وعید اور اُس دردناک عذاب کو بھی خیال میں لاؤ جسے انسانی قلوب برداشت کرنے کی طاقت نہیں رکھتے۔

الغرض کبھی تم اس کے فضل و کرم کو دیکھو، کبھی اس کے عذاب کا تصور کرو، کبھی اس کی رحمت و مہربانی پر نظر ڈالو اور کبھی اپنی زیادتیوں اور جُرموں کو دیکھو تو یہ تمام باتیں تمہارے اندر خوف و رَجاء کی کیفیت پیدا کر دیں گی اور تم درمیانی راہ پر چل پڑو گے اور بے خوفی اور نااُمیدی کی ہلاکت خیزی سے بچ جاؤ گے، ان دونوں وادیوں میں سرگرداں ہونے والوں اور ہلاک و برباد ہونے والوں کے ساتھ سرگرداں اور ہلاک ہونے سے محفوظ رہو گے اور حدِ اعتدال والی شراب سے سرشار ہو گے پھر نہ تو صرف رَجاء (اُمید) کی ٹھنڈک سے ہلاک ہو گے اور نہ خوف کی آگ میں جلو گے۔ یہاں پہنچ کر تم اپنے مقصود سے ہمکنار ہو جاؤ گے اور دونوں باطنی بیماریوں سے بچ جاؤ گے، پھر تم اپنے نَفْس کو طاعت و بندگی پر آمادہ پاؤ گے اور وہ غفلت اور سُستی چھوڑ کر دن رات عبادت میں مصروف ہو جائے گا اور گناہوں اور ذلیل حرکتوں سے پوری طرح کنارہ کش ہو جائے گا۔ چنانچہ

حضرت سیِّدُنا نوف بکالی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: نوف جب جنت کو یاد کرتا ہے تو اُس کا شوق بڑھ جاتا ہے اور جب دوزخ کو یاد کرتا ہے تو اس کی نیند اُڑ جاتی ہے۔

پس جب تمہاری یہ حالت ہو جائے گی تو تم اللہ عَزَّوَجَلَّ کے برگزیدہ اور ان خاص عبادت گزاروں میں سے ہو جاؤ گے جن کا تعارف ربّ تعالٰی نے یوں کروایا ہے:

اِنَّهُمْ كَانُوْا يُسٰرِعُوْنَ فِي الْخَيْرٰتِ وَيَدْعُوْنَنَا رَغَبًا وَّرَهَبًا ؕ وَكَانُوْا لَنَا خٰشِعِيْنَ ۝۹۰ (پ۱۷، الانبیآء: ۹۰)

ترجمۂ کنزالایمان: بے شک وہ بھلے کاموں میں جلدی کرتے تھے اور ہمیں پکارتے تھے امید اور خوف سے اور ہمارے حضور گڑگڑاتے ہیں۔

اور اب تم نے اللہ عَزَّوَجَلَّ کے اِذن اور اس کے حُسنِ توفیق سے اس خطرناک گھاٹی کو عبور کرلیا، اب تمہیں دنیا میں بہت صفائی اور حلاوت نصیب ہوگئی اور تم نے آخرت کے

لئے ذخیرۂ عظیم اور اجرِ کثیر حاصل کر لیا۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ اپنی توفیق سے ہماری اور تمہاری مدد فرمائے، بے شک وہ سب زیادہ رحم کرنے والا اور سب سے بڑھ کر نوازنے والا ہے۔ نیکی کرنے کی طاقت اور گناہ سے بچنے کی قوت عظمت والے اللہ عَزَّوَجَلَّ ہی کی توفیق سے ہے۔

چھٹی گھاٹی: عبادت میں رُکاوٹ ڈالنے والی چیزوں کا بیان

اے میرے بھائی! اللہ عَزَّوَجَلَّ حُسنِ توفیق سے ہماری اور تمہاری مدد فرمائے۔ راستے کی پہچان اور اُس پر ثابت قدمی سے چلنے کے بعد اپنی کوشش (عبادت وبندگی) کو کھرا کرنا اور اُسے خراب وبرباد کرنے والی چیزوں سے بچانا تم پر لازم ہے اور اخلاص کو اپنانا، احسانِ الٰہی کو یاد رکھنا اور اخلاص کی ضد (ریاکاری) سے بچنا دو وجہ سے ضروری ہے۔ پہلی وجہ یہ کہ اخلاص میں فائدہ ہے اور وہ بارگاہِ الٰہی میں عمل کا مقبول ہونا اور اُس پر ثواب کا حاصل ہونا ہے۔ دوسری وجہ یہ کہ اخلاص نہ ہونے کی صورت میں اعمال مردود ہو جاتے ہیں اور مکمل یا بعض ثواب ضائع ہو جاتا ہے جیسا کہ مشہور حدیث مبارک ہے:

کون سا عمل قبول ہوتا ہے؟

حضور نبی رحمت، شفیعِ اُمت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ارشاد فرماتے ہیں کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ارشاد فرمایا: اَنَا اَغْنَی الْاَغْنِیَاءِ عَنِ الشِّرْكِ مَنْ عَمِلَ عَمَلًا فَاَشْرَكَ فِیْهِ غَیْرِیْ فَنَصِیْبِیْ لَهٗ فَاِنِّیْ لَا اَقْبَلُ اِلَّا مَا كَانَ لِیْ خَالِصًا یعنی میں تمام بے نیازوں سے بڑھ کر شرک سے بے نیاز

ہوں جس نے کسی عمل میں میرے غیر کو شریک کیا تو میرا حصہ بھی اس کے لئے ہے، میں صرف وہی عمل قبول فرماتا ہوں جو صرف میرے لئے ہو۔[1]

منقول ہے کہ قیامت کے روز جب بندہ اپنے عمل کا ثواب تلاش کرتا ہو گا تو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اُس سے ارشاد فرمائے گا: کیا تجھے مجلسوں اور محفلوں میں وُسعت نہیں دی گئی تھی؟ کیا تجھے دنیا میں سرداری نہیں ملی تھی؟ کیا تجھے خرید و فرخت میں ہر قسم کی فراخی عطا نہیں ہوئی تھی؟ کیا تجھے عزت سے نوازا نہیں گیا تھا؟

یہ اور اس طرح کی چیزیں خطرناک اور نقصان دہ ہیں۔

دو رسوائیاں اور دو مصیبتیں:

ریاکاری کے خطرات میں سے دو رسوائیاں اور دو مصیبتیں ہیں:

پہلی رسوائی: یہ رسوائی ہم سے پوشیدہ ہے جو فرشتوں کے سامنے ہوتی ہے کہ فرشتے بڑے جوش سے بندے کے اعمال لے کر اوپر جاتے ہیں مگر **اللہ** عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے: "ان اعمال کو سِجِّیْن میں پھینک دو کیونکہ اس نے یہ اعمال میرے لئے نہیں کئے۔" پس اس وقت بندہ اور عمل دونوں رُسوا ہوتے ہیں۔

دوسری رسوائی: یہ رسوائی علانیہ ہو گی جو قیامت میں ساری مخلوق کے سامنے ہو گی جیسا کہ حضور نبی اکرم، نُورِ مُجَسَّم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ریاکار کو قیامت کے دن چار ناموں سے پکارا جائے گا: اے کافر! اے دھوکے باز! اے فاجر! اے خسارہ اٹھانے والے! تیری کوشش رائیگاں گئی اور تیرا اجر برباد ہو گیا، آج تیرے لئے کچھ

---

1 ...مسلم، کتاب الزھد، باب من اشرک فی عملہ غیر اللہ، ص ۱۵۹۴، حدیث: ۲۹۸۵ بتغیر

دارقطنی، کتاب الطھارۃ، باب النیہ، ۱/ ۷۷، حدیث: ۱۳۳ بتغیر

نہیں ہے، آج ان کے پاس اجر تلاش کر جن کے لئے تو عمل کیا کرتا تھا۔[1]

ملاوٹ والا عمل نامقبول:

ایک روایت یہ بھی ہے کہ "قیامت کے دن ایک ندا کرنے والا ندا کرے گا جسے تمام مخلوق سنے گی کہ کہاں ہیں وہ جو لوگوں کی عبادت کرتے تھے! کھڑے ہو جاؤ اور ان سے اپنا اجر لو جن کے لئے تم نے عمل کیا تھا کیونکہ میں ملاوٹ والا عمل قبول نہیں کرتا۔"[2]

پہلی مصیبت: ریاکار کے لئے پہلی مصیبت جنت سے محرومی ہے، چنانچہ پیارے آقا، مدینے والے مصطفٰے صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: جنت بولی اور اُس نے کہا: "میں ہر بخیل اور ریاکار پر حرام ہوں۔"[3]

اس حدیثِ پاک کے دو معنٰی ہو سکتے ہیں: (۱)... ہو سکتا ہے یہاں سب سے بدترین بخیل مراد ہو اور وہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللہ کہنے میں بخل کرنا ہے۔ جبکہ ریاکار سے مراد سب سے بدترین ریاکار ہو اور وہ منافق ہے کہ ایمان و توحید میں دکھاوا کرتا ہے (حالانکہ دل میں کفر ہوتا ہے)۔ (۲)... حدیث کا یہ معنٰی بھی ہو سکتا ہے کہ جو شخص بخل اور ریاکاری سے باز نہ آئے اور اپنی پرواہ اور رِعایت نہ کرے تو ایسی صورت میں خطرہ ہے کہ بخل اور ریاکاری کی نحوست اسے گھیر لے اور وہ کفر کے گڑھے میں جا گرے۔ اَلْعِیَاذُ بِاللہِ مِنْہُ

قاری، سخی اور مجاہد کا انجام:

دوسری مصیبت: ریاکاری کی دوسری مصیبت دوزخ میں جانا ہے۔ چنانچہ حضرت

1... مسند الفردوس، ۲/۳۵۶، حدیث: ۶۹۰۱

2... جمع الجوامع، قسم الاقوال، حرف الھمزۃ، ۱/۳۳۶، حدیث: ۲۴۷۶

3... ابن عساکر، ۱۵۱/۵۲، رقم: ۶۱۳۳، محمد بن بشر

سیّدُنا ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے مروی ہے کہ حضور نبی پاک صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: قیامت کے دن سب سے پہلے قاریِ قرآن، راہِ خدا میں جہاد کرنے والے اور مالدار کو بلایا جائے گا، اللہ عَزَّوَجَلَّ قاری سے فرمائے گا: کیا میں نے اپنے رسول پر نازل کردہ کتاب تجھے نہیں سکھائی تھی؟ وہ عرض کرے گا: ہاں سکھائی تھی۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ پوچھے گا: پھر تو نے اپنے علم پر کتنا عمل کیا؟ وہ عرض کرے گا: اس میں رات اور دن کی مختلف گھڑیوں میں تلاوت کیا کرتا تھا۔ ربّ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا: تو جھوٹا ہے۔ فرشتے بھی کہیں گے: تو نے جھوٹ کہا۔ پھر ربّ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا: بلکہ تو چاہتا تھا کہ تجھے قاری کہا جائے اور وہ دنیا میں کہہ لیا گیا۔ پھر مالدار کو پیش کیا جائے گا تو اللہ عَزَّوَجَلَّ اس سے ارشاد فرمائے گا: کیا میں نے تجھے اتنی فراخی نہیں دی کہ تو کسی کا محتاج نہ رہا؟ وہ عرض کرے گا: ہاں! بالکل دی تھی۔ ربّ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا: میری تجھ پر عطا کے مقابل تو نے کیا عمل کیا؟ وہ عرض کرے گا: میں اس کے ذریعے صلہ رحمی اور صدقہ وخیرات کرتا تھا۔ ربّ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا: تو نے جھوٹ کہا۔ فرشتے بھی کہیں گے: تو جھوٹا ہے۔ پھر اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرمائے گا: تیری نیت یہ تھی کہ کہا جائے: فلاں بہت سخی ہے اور وہ کہہ لیا گیا۔ پھر اللہ عَزَّوَجَلَّ کی راہ میں قتل ہونے والے کو حاضر کیا جائے گا، اللہ عَزَّوَجَلَّ اس سے پوچھے گا: تو نے کیا عمل کیا؟ وہ عرض کرے گا: مجھے تیری راہ میں جہاد کا حکم ملا تو میں نے جہاد کیا یہاں تک کہ قتل ہو گیا۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرمائے گا: تو جھوٹا ہے۔ فرشتے بھی کہیں گے: تو جھوٹ کہتا ہے۔ پھر ربّ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا: بلکہ تو چاہتا تھا کہ لوگ کہیں: فلاں بہت بہادر ہے۔ اور وہ کہہ لیا گیا۔ پھر آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اپنا ہاتھ اپنے گھٹنے پر مارتے ہوئے فرمایا: اے ابو ہریرہ! مخلوق میں سب سے پہلے انہی کے ذریعے دوزخ کی آگ بھڑکائی جائے گی۔[1]

1 ...ترمذی، کتاب الزھد، باب ماجاء فی الریاء والسمعة، ۴/۱۶۹، حدیث: ۲۳۸۹

دوزخ چیخ اٹھے گا:

حضرت سیِّدُنا ابنِ عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسولِ اَکرم، شاہِ بنی آدم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو فرماتے سنا: دوزخ اور اہلِ دوزخ ریاکاروں کی وجہ سے چیخ اٹھیں گے۔ عرض کی گئی: یا رسولَ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! دوزخ کیونکر چیخے گا؟ ارشاد فرمایا: اس آگ کی تپش کی وجہ سے جس سے ریاکاروں کو عذاب دیا جائے گا۔[1]

بروزِ قیامت پیش آنے والی رسوائیوں میں عقلمندوں کے لئے عبرت کا سامان ہے اور اللہ عَزَّوَجَلَّ اپنے فضل سے ہدایت عطا فرمانے والا ہے۔

اِخلاص اور اس کی قسمیں:

اخلاص دو طرح کا ہوتا ہے: (۱)... عمل میں اخلاص اور (۲)... طلب ثواب میں اخلاص۔

عمل میں اِخلاص:

عمل میں اخلاص یہ ہے کہ عمل سے اللہ عَزَّوَجَلَّ کا قرب، اس کے حکم کی تعظیم اور اس کے فرمان کی بجا آوری کا ارادہ ہو۔ اس اخلاص کا باعث درست عقیدہ ہے اور اس کی ضد نفاق ہے اور اس سے مراد یہ ہے کہ منافق فاسد عقیدہ کے سبب اپنے عمل سے غَیْرُ اللہ کا قرب پانے کا ارادہ کرے۔

طلبِ ثواب میں اِخلاص:

طلب ثواب میں اخلاص کا مطلب ”اچھے عمل سے آخرت کے نفع کا ارادہ کرنا“ ہے۔ حضرت سیِّدُنا عیسٰی رُوْحُ اللہ عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے حواریوں نے ان سے پوچھا: خالص

1... روح البیان، سورۃ الانفال، تحت الآیۃ: ۴۶، ۳/۳۵۵

عمل کون سا ہے؟ آپ نے ارشاد فرمایا: وہ عمل جو تم اللہ عَزَّوَجَلَّ کے لئے کرو اور دل میں یہ خواہش نہ ہو کہ اس پر کوئی تمہاری تعریف کرے۔

آپ عَلَیۡهِ السَّلَام کا یہ فرمان ریاکاری ترک کرنے پر اُبھار رہا ہے اور خصوصیت کے ساتھ ریاکاری کا ذکر اس لئے کیا کہ اخلاص کو تباہ کرنے میں یہ سب سے طاقتور سبب ہے۔

اِخلاص کی تعریفات:

حضرت سیِّدُنا جنید بغدادی عَلَیۡهِ رَحۡمَةُ اللّٰهِ الۡهَادِی فرماتے ہیں: اَلۡاِخۡلَاصُ تَصۡفِیَةُ الۡاَعۡمَالِ مِنَ الۡمُکَدَّرَاتِ یعنی اعمال کو تمام خرابیوں سے پاک رکھنے کا نام اخلاص ہے۔

حضرت سیِّدُنا فُضَیل بن عِیاض عَلَیۡهِ رَحۡمَةُ اللّٰهِ الۡوَهَّاب نے فرمایا: اَلۡاِخۡلَاصُ دَوَامُ الۡمُرَاقَبَةِ وَنِسۡیَانُ الۡحُظُوۡظِ کُلِّهَا یعنی تمام خوشیوں اور نفسانی تقاضوں کو بُھلا کر ہمہ وقت باری تعالیٰ کی طرف متوجہ رہنے کو اخلاص کہتے ہیں۔

حکم کے مطابق ثابت قدمی:

حضور تاجدارِ رِسالت صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیۡهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم نے اخلاص کی جو وضاحت فرمائی ہے وہ بیان کردہ تمام باتوں کو شامل و جامع ہے۔ چنانچہ آپ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیۡهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم سے اخلاص کے متعلق سوال کیا گیا تو ارشاد فرمایا: تَقُوۡلُ رَبِّیَ اللّٰهُ ثُمَّ تَسۡتَقِیۡمُ کَمَا اُمِرۡتَ یعنی تو کہے میرا ربّ اللہ عَزَّوَجَلَّ ہے اور پھر اس پر اس طرح ثابت قدم رہے جیسا تجھے حکم دیا گیا ہے۔[1]

یعنی اپنے نفس و خواہش کی پیروی چھوڑ دے اور صرف اللہ عَزَّوَجَلَّ کی بندگی کر اور اس کی عبادت میں ایسا ثابت قدم رہ جیسا تجھے حکم دیا گیا ہے۔ یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے سوا ہر چیز سے اپنی نظر کو پھیر دے اور یہی حقیقی اخلاص ہے۔

1... اتحاف السادة المتقین، کتاب النیة والاخلاص والصدق، الباب الثانی، ۱۳/۱۰۶

ریاکاری اور اس کی قسمیں:

اخلاص کی ضد ریاکاری ہے اور ریاکاری کہتے ہیں: آخرت کے عمل کے عوض دنیا اور اس کے نفع کا ارادہ کرنا۔ پھر ریاکاری کی دو قسمیں ہیں: (۱)... خالص ریاکاری اور (۲)... ملاوٹ والی ریاکاری۔

خالص ریاکاری یہ ہے کہ صرف دنیا کا نفع مقصود ہو اور ملاوٹ والی ریاکاری یہ ہے کہ دنیا اور آخرت دونوں کا نفع مقصود ہو۔ یہ دونوں قسمیں ہی بُری و قبیح ہیں۔ بندے کو چاہیے کہ عمل صرف اللہ عَزَّوَجَلَّ کے لئے کرے۔

اگر کوئی شخص اس ارادے سے کوئی عبادت کرے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ اُس پر دنیا فراخ فرمادے تاکہ لوگوں کے سامنے دستِ سوال دراز کرنے سے بچے اور عبادت کے لئے تیار رہے تو ایسا ارادہ ریاکاری نہیں کیونکہ ایسے امور میں جب اس طرح کی نیت ہو تو وہ نیکی بن جاتے ہیں اور اعمال آخرت کے حکم میں داخل ہو جاتے ہیں، لیکن بہتر یہی ہے کہ قناعت اختیار کی جائے کیونکہ لوگوں کے سامنے دستِ سوال دراز کرنے سے بچنا کثرت مال اور جاہ و مرتبہ کی وجہ سے نہیں بلکہ قناعت اور اللہ عَزَّوَجَلَّ پر کامل بھروسے کی بنا پر ہوتا ہے۔

سورۂ واقعہ کی برکات:

کسی عارف سے پوچھا گیا: کوئی شخص تنگدستی کے ایام میں سورۂ واقعہ پڑھتا ہے اور ارادہ یہ ہوتا ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ مجھ سے تنگی کو دور فرما کر دنیا کی فراخی عطا فرمائے اور بزرگانِ دین کا اس پر عمل بھی رہا ہے تو بھلا آخرت کے عمل سے دنیا کے ساز و سامان کا ارادہ کرنا کیسے درست ہے؟ انہوں نے جواب دیا: ان حضرات کی نیت یہ ہوتی ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ انہیں قناعت عطا فرمائے یا پھر اتنی روزی دے کہ وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی عبادت اور علمِ دین

سیکھنے سکھانے میں لگے رہیں اور یہ سب کا سب نیک ارادہ ہے دنیا کا ارادہ نہیں۔

کئی روایتوں میں عسرت و تنگی کے وقت اس سورۂ مبارکہ کا تلاوت کرنا خود حضور نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اور صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان سے ثابت ہے بلکہ حضرت سیِّدُنا ابنِ مسعود رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے بوقتِ وصال جب اپنا تمام مال صدقہ کر دیا تو آپ کو عتاب کیا گیا کہ آپ نے اپنی اولاد کے لئے کچھ نہیں چھوڑا تو اس پر آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے فرمایا: میں ان کے لئے سورۂ واقعہ چھوڑے جا رہا ہوں۔

مشائخ وظیفے کیوں کرتے ہیں؟

سُنّت میں ہونے کے سبب کئی بزرگانِ دین نے سورۂ واقعہ وغیرہ کا وظیفہ اختیار کیا ورنہ بِحَمْدِہٖ تَعَالٰی انہیں دنیا کی تنگی اور فراخی کی کوئی پروا نہیں بلکہ وہ تو اَسبابِ دنیا کی تنگی اور عُسرت کو غنیمت جانتے ہیں اور اس میں ایک دوسرے پر فوقیت لے جانے کی کوشش کرتے ہیں اور مالی تنگدستی کو اللہ عَزَّوَجَلَّ کا احسانِ عظیم تصور کرتے ہیں اور اگر خود کو دنیاوی وُسعت و کشادگی میں دیکھتے ہیں تو ڈر جاتے ہیں کہ کہیں یہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے ڈھیل اور مصیبت نہ ہو حالانکہ اکثر لوگ دُنیوی مال و نعمت کو اللہ عَزَّوَجَلَّ کا فضل واحسان خیال کرتے ہیں اور بزرگانِ دین تنگیِ رزق کو بھلا خدا کا احسان کیوں نہ سمجھیں کہ اکثر اوقات وہ خود بھوک کی حالت میں رہتے ہیں، متقدمین صوفیا فرمایا کرتے تھے: اَلْجُوْعُ رَاْسُ مَالِنَا بھوک ہمارا اصل سرمایہ ہے۔ صوفیائے کرام کا یہ مذہب بالکل واضح ہے۔

حُجَّۃُ الْاِسلام حضرت سیِّدُنا امام محمد بن محمد غزالی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْوَالِی فرماتے ہیں: یہی میرا اور میرے مشائخ کا طریقہ ہے اور یہی ہمارے اسلافِ کرام کی سیرت ہے۔ رہا بعد والوں کا اس میں کوتاہی کرنا تو اس کا کوئی اعتبار نہیں۔ ہم نے بزرگانِ دین کے سورۂ واقعہ وغیرہ

پڑھنے کے مقاصد پر اس لئے تنبیہ کی تاکہ تم ان میں سے کسی کے بارے میں طعن و تشنیع اور عیب جوئی نہ کرو اور تم یہ مت کہو کہ ”صبر وریاضت، گوشہ نشینی اور زہد و تقوٰی اختیار کرنے والوں کو لائق نہیں کہ وہ اس طرح دنیا کی خاطر وظیفے کریں۔“کیونکہ ان کا سب سے بڑا مقصود قناعت ہوتی ہے، وہ حرص وشہوت کی پیروی اور رزق کی تنگی کے خوف سے ایسا نہیں کرتے۔ تم اکثر دیکھتے ہو کہ ایسا کرنے کے بعد دل میں قناعت پیدا ہوتی ہے اور بھوک کا کتا مر جاتا یا کمزور ہو جاتا ہے اور کھانے سے بے نیازی نصیب ہو جاتی ہے۔ جنہوں نے اس کا تجربہ کیا وہ بخوبی جانتے ہیں۔

ریاکاری سے بچانے والے اُصول

یہاں چند اصول بیان کئے جاتے ہیں تاکہ ان پر عمل کرکے تم ریاکاری سے بچ سکو۔

پہلا اصول:

اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے:

اَللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ وَّ مِنَ الْاَرْضِ مِثْلَهُنَّ ؕ یَتَنَزَّلُ الْاَمْرُ بَیْنَهُنَّ لِتَعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ۙ (پ۲۸، الطلاق:۱۲)

ترجمۂ کنزالایمان: اللہ ہے جس نے سات آسمان بنائے اور انہی کے برابر زمینیں حکم ان کے درمیان اُترتا ہے تاکہ تم جان لو کہ اللہ سب کچھ کر سکتا ہے۔

یہاں اللہ عَزَّوَجَلَّ گویا یہ ارشاد فرما رہا ہے: زمین، آسمان اور جو کچھ ان کے درمیان ہے میں نے بنایا ہے اور اس میں میری کاریگری کے بہترین اور عمدہ نمونے ہیں اور میں نے تیرے دیکھنے پر اکتفا کیا ہے تاکہ تو جان لے کہ میں قادر بھی ہوں اور عالِم بھی، جبکہ تیری حالت یہ ہے کہ کوتاہیوں اور عیبوں سے بھرپور صرف دو رکعت پڑھتا ہے مگر تو اس پر اکتفا

نہیں کرتا کہ میں تجھے دیکھ رہا ہوں، تیرے عمل کو جانتا ہوں، تیری تعریف کرتا ہوں اور تیرا عمل قبول کرتا ہوں بلکہ تو چاہتا ہے کہ لوگ تیرا عمل جانیں اور اس کی وجہ سے تیری تعریف کریں، کیا یہ وفاداری ہے؟ کیا یہ عقلمندی ہے؟ کیا کوئی عاقل اِسے اپنے لئے پسند کرتا ہے؟ افسوس ہے تجھ پر! کیا تو ناسمجھ ہے؟

دوسرا اصول:

جس شخص کے پاس کوئی قیمتی پتھر ہو جسے بیچ کر وہ ایک لاکھ دینار حاصل کر سکتا ہو مگر وہ اسے ایک پیسے کا بیچ دے تو کیا یہ بہت بڑی بے وقوفی اور بڑا نقصان نہیں؟ اور اس کا یہ فعل اس کی پست ہمتی اور کم علمی کی دلیل نہیں؟ اور یہ اس کی کمزور رائے اور بے عقلی کا ثبوت نہیں؟ ضرور اس کی کم عقلی کا ثبوت ہے۔ یونہی اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رضا وخوشنودی اور ثواب کے مقابلے میں بندے کا لوگوں کی جانب سے تعریف کا خواہش مند ہونا لاکھوں دراہم بلکہ دنیا ومافیہا کے مقابلے میں ایک پیسے کے گھٹیا ہونے سے بھی زیادہ گھٹیا ہے، بلکہ اس میں کھلا نقصان ہے کہ بندہ ایسی حقیر تعریفوں کے بدلے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ سے ملنے والی نایاب عزت وکرامت سے محروم ہو جائے۔

دنیا خود پیچھے آئے گی:

جب ریاکاری کا عمل نقصان دہ اور گھٹیا ہے تو تم صرف آخرت کا ارادہ کرو دنیا خود تمہارے پیچھے آئے گی بلکہ صرف رب عَزَّوَجَلَّ کا ارادہ کرو وہ تمہیں دنیا وآخرت دونوں عطا فرمادے گا کیونکہ دونوں اسی کے قبضے میں ہیں جیسا کہ اس کا فرمانِ عالی شان ہے:

مَنْ كَانَ يُرِيْدُ ثَوَابَ الدُّنْيَا ترجمۂ کنزالایمان: جو دنیا کا انعام چاہے تو اللہ ہی

فَعِنۡدَ اللّٰہِ ثَوَابُ الدُّنۡیَا وَ الۡاٰخِرَۃِ ؕ ترجمۂ کنز الایمان: تو اللہ ہی کے پاس دنیا و آخرت دونوں کا انعام ہے۔

(پ۵، النسآء: ۱۳۴)

اور حضور نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''اللہ عَزَّوَجَلَّ آخرت کے عمل پر دنیا تو عطا فرماتا ہے مگر دنیا کے عمل پر آخرت عطا نہیں فرماتا۔''[1]

پس جب تم اپنی نیت کو خالص کر لو گے اور تمہارا ارادہ صرف آخرت کا ہو گا تو تمہیں دنیا و آخرت دونوں مل جائیں گی اور اگر تم نے دنیا کا ارادہ کیا تو آخرت سے محروم ہو جاؤ گے۔ بعض اوقات تمہاری خواہش کے مطابق دنیا ہاتھ نہیں آتی اور اگر آ بھی جائے تو باقی نہیں رہتی، یوں تم دنیا و آخرت دونوں کے خسارے سے دوچار ہو جاؤ گے لہٰذا اے غافل! غور کر۔

تیسرا اصول:

جسے دکھانے اور اس کی خوشنودی کی خاطر تم عمل کرتے ہو اگر اسے معلوم ہو جائے کہ تم اسے دکھانے کے لئے عمل کر رہے ہو تو وہ تم پر غصہ ہو گا، تمہیں ذلیل کرے گا اور اپنی نظروں سے گرا دے گا لہٰذا عقلمند ایسے کے لئے کیونکر عمل کرے گا کہ اگر اُسے پتا چلے کہ یہ میری خوشنودی کا طلبگار ہے تو وہ اس پر غصہ ہو جائے اور اس کو کمتر جانے۔ لہٰذا اے کمزور انسان! اس ذات کے لئے عمل کر، اسے اپنی کوشش کا مرکز بنا اور عمل سے اس کی رضا کی طلب کر جو تجھ سے محبت کرے، تجھے عزت دے اور تجھے عطا کرے حتّٰی کہ تجھے راضی کر کے ہر ایک سے بے نیاز کر دے۔ لہٰذا اگر عقل ہے تو خبردار ہو جا۔

چوتھا اصول:

جس شخص کے پاس کوشش کا ایسا سرمایہ موجود ہو جس کے ذریعہ وہ دنیا میں سب سے

[1]... الزھد لابن مبارک، باب ھوان الدنیا علی اللہ، ص۱۹۳، حدیث: ۵۴۹، ''عمل'' بدلہ ''نیۃ''

بڑے بادشاہ کی رضاو خوشنودی حاصل کر سکتا ہو مگر وہ بادشاہ کو چھوڑ کر جھاڑو لگانے والے گھٹیا شخص کی خوشنودی کا طالب بنے تو یہ اس بات کی دلیل ہے کہ یہ شخص بے وقوف واحمق ہے اور درست فیصلہ کرنے سے عاری بدنصیب ہے۔ ایسے سے کہا جائے گا: جب عظیم بادشاہ کی خوشنودی حاصل کرنا تیرے لئے ممکن تھا تو اسے ترک کرکے ایک جھاڑو لگانے والے کی خوشنودی حاصل کرنے کی تجھے کیا ضرورت تھی؟ پھر بادشاہ کی ناراضی کی وجہ سے وہ جھاڑو لگانے والا بھی تجھ سے ناراض ہو گیا لہٰذا تو سب ہی سے محروم رہا پس یہی حال ریاکار کا ہوتا ہے اور حقیر، کمزور اور بے وَقْعت مخلوق کی خوشنودی حاصل کرنے کی ضرورت ہی کیا ہے حالانکہ بندہ ربّ عَزَّوَجَلَّ کی رضا حاصل کرنے پر بھی قادر ہے جو کہ تمام مخلوق کی رضا کے مقابلے میں کافی ہے۔

دل گرویدہ ہو جائیں گے:

بالفرض اگر تمہاری بصیرت اور ہمت کم ہو کہ لامحالہ مخلوق کی خوشنودی کے طلبگار ہو تو پھر بھی تمہیں اپنی نیت و کوشش صرف اللہ عَزَّوَجَلَّ کے لئے خالص کرنی چاہیے کیونکہ دل اور پیشانیاں اسی کے قبضے میں ہیں وہ دلوں کو تمہاری طرف پھیر دے گا، لوگوں کو تمہارا گرویدہ بنا دے گا اور ان کے سینوں کو تمہاری محبت سے بھر دے گا یوں تم لوگوں کے نزدیک اس مقام تک پہنچ جاؤ گے جہاں تک اپنی کوشش سے پہنچنا تمہارے لئے ممکن نہیں تھا اور اگر تم نے ایسا نہ کیا بلکہ اپنے عمل سے ربّ تعالیٰ کے بجائے مخلوق کی خوشنودی طلب کی تو ربّ تعالیٰ دلوں کو تم سے پھیر دے گا، لوگوں کو تم سے متنفر کر دے گا اور وہ تم سے ناراض ہو جائیں گے۔ یوں تمہیں اللہ عَزَّوَجَلَّ اور مخلوق دونوں کی ناراضی کا سامنا کرنا پڑے گا پس اب اس سے بڑھ کر خسارہ اور محرومی اور کیا ہو سکتی ہے۔

بُری اور اچھی نیت:

حضرت سیِّدُنا امام حسن بصری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص کہا کرتا تھا: خدا کی قسم! میں ایسی عبادت کروں گا جس سے میرا چرچا ہو۔ اس غرض سے وہ سب سے پہلے مسجد میں جاتا اور سب سے آخر میں نکلتا، نماز کے وقت میں لوگ اُسے نماز پڑھتے ہی دیکھتے، وہ ہمیشہ روزے سے رہتا اور ذکر کے حلقوں میں شرکت کرتا۔ سات مہینے تک اس کا یہی معمول رہا مگر وہ جب بھی کہیں سے گزرتا تو لوگ کہتے: ''اللہ عَزَّوَجَلَّ اس ریاکار کو اٹھالے۔'' ایک دن اس نے خود کو ملامت کرتے ہوئے کہا: ''میری تو سب عبادت اکارت گئی اب میں صرف اللہ عَزَّوَجَلَّ کے لئے عبادت کروں گا۔'' چنانچہ وہ اتنی ہی عبادت کرتا رہا اور اس میں کوئی اضافہ نہیں کیا صرف اپنی نیت بدل کر نیکی کی طرف موڑ دی، اس کے بعد جب وہ لوگوں کے پاس سے گزرتا تو لوگ کہتے: اللہ عَزَّوَجَلَّ اس پر رحم فرمائے! یہ نیک کام کرتا ہے۔ پھر حضرت سیِّدُنا حسن بصری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی نے یہ آیتِ مبارکہ تلاوت فرمائی:

اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَیَجْعَلُ لَهُمُ الرَّحْمٰنُ وُدًّا ﴿۹۶﴾ (پ۱۶، مریم: ۹۶)

ترجمۂ کنزالایمان: بے شک وہ جو ایمان لائے اور اچھے کام کئے عنقریب ان کے لیے رحمٰن محبت کر دے گا۔

فرمایا: آیت کا معنٰی یہ ہے کہ ربّ تعالٰی ان سے محبت فرمائے گا اور لوگوں کے دلوں میں بھی ان کی محبت ڈال دے گا۔

اے میرے بھائی! اس بات سے بچ کہ ریاکاری تیرے اعمال کا نفع اکارت کر دے کیونکہ یہ عمل کو سب سے زیادہ فاسد اور ضائع کرنے والی چیز ہے۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں اور تمہیں اپنی پسند اور رضا والے کام کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (اٰمین)

خود پسندی کا بیان

عبادت کو خراب کرنے والی دوسری برائی خود پسندی ہے۔ اس سے بچنا تمہارے لئے دو وجہ سے ضروری ہے۔

پہلی وجہ: خود پسندی تمہیں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی توفیق و تائید سے روک دے گی کیونکہ خود پسند شخص ایک خول میں قید ہوتا ہے اور جب بندے سے توفیق و تائید دور ہوجائے تو بہت جلد ہلاکت میں جاپڑتا ہے، یہی وجہ ہے کہ دو جہاں کے سرور، مدینے کے تاجور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "تین چیزیں ہلاک کرنے والی ہیں: بخل جس کی اطاعت کی جائے، خواہشِ نفس جس کی پیروی کی جائے اور انسان کا خود کو اچھا جاننا۔"[1]

دوسری وجہ: خود پسندی نیک اعمال کو برباد کر دیتی ہے اسی وجہ سے حضرت سیِّدُنا عیسٰی رُوْحُ اللہ عَلَیْہِ السَّلَام نے ارشاد فرمایا: اے حواریو! بہت سے چراغوں کو ہوا نے گُل کر دیا اور بہت سے عبادت گزاروں کو خود پسندی نے تباہ کر دیا۔

جب مقصود اور فائدہ عبادت ہے اور خود پسندی بندے کو اس سے محروم کر دیتی ہے حتّٰی کہ انسان کو کوئی بھلائی حاصل نہیں ہوتی اور اگر تھوڑی بہت حاصل ہو بھی تو اُسے خود پسندی خراب کر دیتی ہے یہاں تک کہ اُس کے ہاتھ میں کچھ نہیں رہتا تو ضروری ہے کہ انسان اس سے بچے اور محفوظ رہے اور توفیق و حفاظت **اللہ** عَزَّوَجَلَّ ہی عطا فرماتا ہے۔

خود پسندی کی تعریف:

اپنے نیک عمل کو بڑا سمجھنا خود پسندی ہے۔ اِسے یوں بھی تعبیر کیا جاتا ہے کہ بندے کا نیک عمل کے حصول کو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے بجائے کسی اور شے کی طرف منسوب کرنا۔ خود

1 ...شعب الایمان، باب فی الخوف من اللہ، ١/ ٤٧٥، حدیث: ٧٤٥۔ معجم اوسط، ٤/ ١٢٩، حدیث: ٥٤٥٢

پسندی کی ضد احسان کو یاد کرنا ہے اور وہ یہ ہے کہ بندہ اس بات کا اقرار واظہار کرے کہ اس عمل کی توفیق دینے والا اللہ عَزَّوَجَلَّ ہی ہے اور اسی نے عزت وشرف بخشا ہے۔

جب خود پسندی کی علامات ظاہر ہونے لگیں تو اللہ عَزَّوَجَلَّ کے احسانات کو یاد کرنا فرض ہے جبکہ تمام عام اوقات میں ایسا کرنا مستحب ہے۔ عمل میں خود پسندی کا اثر یہ ہوتا ہے کہ اگر خود پسندی میں مبتلا شخص موت سے قبل توبہ کرلے تو اس کا عمل بچ جاتا ہے اور توبہ نہ کرے تو عمل ضائع ہو جاتا ہے۔

خود پسندی اور تین طرح کے لوگ:

خود پسندی کے لحاظ سے اشخاص تین قسم کے ہوتے ہیں:

﴿1﴾... وہ جو ہر حال میں خود پسندی میں مبتلا رہتے ہیں یہ مُعتَزِلَہ اور قَدرِیَّہ فرقے والے ہیں۔ ان کا عقیدہ ہے کہ بندہ اپنے افعال کا خود خالق ہے، یہ لوگ افعال واعمال میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کا احسان تصور ہی نہیں کرتے بلکہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے لطف وکرم اور مدد وتوفیق کا انکار کرتے ہیں۔

﴿2﴾... وہ جو ہر حال میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کا احسان مانتے ہیں، یہ صاحبِ استقامت حضرات ہوتے ہیں۔ یہ کسی بھی عمل میں خود پسندی نہیں کرتے اور ایسا اس بصیرت کی وجہ سے ہے جس سے انہیں عزت دی گئی اور اُس تائید ومدد کی وجہ سے ہے جس کے ساتھ انہیں خاص کیا گیا۔

﴿3﴾... وہ عام اہلِ سنت وجماعت ہیں، یہ جب بیدار ہوتے ہیں تو اللہ عَزَّوَجَلَّ کا احسان مانتے ہیں اور جب غفلت میں ہوں تو خود پسندی میں مبتلا ہو جاتے ہیں، ایسا عارضی غفلت، فہم میں کوتاہی اور بصیرت میں کمی کی وجہ سے ہوتا ہے۔

عمل ضائع کرنے والی 10 چیزیں:

عمل میں عیب ڈالنے والے اور بھی بہت سے اُمور ہیں مگر ریاکاری اور خود پسندی کو

اصل ہونے کی وجہ سے خاص طور پر ذکر کیا کیونکہ اعمال کی بڑی آفات کا دروازہ یہی ہیں۔

ایک عارف بزرگ رَحمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے فرمایا: بندے کو عمل میں 10 چیزوں سے بچنا چاہیے: (۱)...نفاق (۲)...ریاکاری (۳)...لوگوں میں رہنا (۴)...احسان جتانا (۵)...تکلیف واذیت دینا (۶)...شرمندگی (۷)...خود پسندی (۸)...حسرت (۹)...سُستی اور (۱۰)...لوگوں کی ملامت کا خوف۔

ان میں سے ہر ایک کی ضد بھی ہے۔ چنانچہ نفاق کی ضد عمل کا اخلاص، ریاکاری کی ضد طلبِ اجر میں مخلص ہونا، لوگوں میں رہنے کی ضد تنہائی و گوشہ نشینی، احسان جتانے کی ضد عمل کو اللہ عَزَّوَجَلَّ کے سپرد کر دینا، اذیت کی ضد عمل کی حفاظت کرنا، ندامت کی ضد نفس کو مضبوط رکھنا، خود پسندی کی ضد اللہ عَزَّوَجَلَّ کے احسان کو یاد کرنا، حسرت کی ضد نیکی و بھلائی کو غنیمت جاننا، سستی و کاہلی کی ضد توفیقِ الٰہی کو بڑا سمجھنا اور ملامت کے خوف کی ضد اللہ عَزَّوَجَلَّ سے خوف وڈر رکھنا۔

نفاق عمل کو برباد کرتا ہے، ریاکاری عمل کو قبول نہیں ہونے دیتی، احسان جتلانا اور اذیت دینا صدقے کے ثواب کو برباد کر دیتے ہیں، یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ دونوں صدقے کے دُگنے اجر کو روک دیتے ہیں۔ تمام مشائخ کے نزدیک عمل پر شرمندگی عمل کو برباد کر دیتی ہے، خود پسندی سے اعمال کا زائد ثواب ضائع ہو جاتا ہے جبکہ حسرت، سستی اور لوگوں کی ملامت کا خوف عمل کے ثواب اور قدر و قیمت کو کم کر دیتے ہیں۔

خود پسندی سے بچنے کے اُصول

یہاں چند ایسے اصول بیان کرنا ضروری ہیں جو خود پسندی سے بچنے اور اس سے دور رہنے میں تمہارے مددگار ہوں گے۔

پہلا اصول:

بلاشبہ بندے کا فعل اسی وقت مفید اور قابلِ اعتبار ہوتا ہے جب اسے محض رضائے الٰہی کے حصول کی خاطر کیا جائے ورنہ اس کی مثال اس مزدور کی سی ہوگی جو سارا دن دو درہموں کی خاطر کام کرتا ہے اور اس چوکیدار کی طرح ہوگی جو صرف دو پیسوں کے لئے ساری رات جاگ کر گزار دیتا ہے۔یونہی کاریگر اور مختلف پیشوں سے وابستہ افراد دن رات کام کرتے ہیں اور ان کا صلہ گنتی کے چند روپے ہوتا ہے پس اگر تم اپنے عمل کو اللہ عَزَّوَجَلَّ کی طرف پھیر دو اور صرف ایک دن کا روزہ رکھو تو تمہارے اجر کے متعلق ارشاد ہوتا ہے:

اِنَّمَا یُوَفَّى الصّٰبِرُوْنَ اَجْرَهُمْ بِغَیْرِ حِسَابٍ ﴿۱۰﴾ (پ۲۳،الزمر:۱۰)

ترجمۂ کنزالایمان:صابروں ہی کو ان کا ثواب بھرپور دیا جائے گا بے گنتی۔

اور حدیثِ قدسی میں فرمایا:"میں نے اپنے روزہ دار بندوں کے لئے ایسا اجر تیار کر رکھا ہے جسے کسی آنکھ نے دیکھا نہ کسی کان نے سنا اور نہ کسی آدمی کے دل پر اس کا کھٹکا گزرا۔"[1]

دوسرا اصول:

دنیا میں کوئی ایسی شان والا بادشاہ ہو جس کی خدمت دنیا کے بادشاہ اور اُمَرا کرتے ہوں، جس کی بارگاہ میں بڑے بڑے سردار دَست بَستہ کھڑے ہوں، جس کی خدمت پر زمانے کے عقلمند و دانشور فخر محسوس کرتے ہوں جس کی تعریف عُقلا اور علما کرتے ہوں، جس کے آگے آگے سردار اور معزز لوگ دوڑتے ہوں وہ بادشاہ اگر کسی بازاری یا دیہاتی کو محض اپنے فضل و کرم سے اپنے دروازے پر حاضر ہونے کی اجازت بخش دے جس کے دروازے پر بادشاہوں، بڑے لوگوں، سرداروں اور عُلَما و فُضَلا کی بھیڑ لگی ہو۔ پھر بادشاہ

---

1 ...الکامل لابن عدی،۸/ ۴۹۹،رقم :۲۰۶۸،یوسف بن السفر

اسے ایک مُعَزز مقام پر جگہ دے اوراس کی خدمت کو رضاو خوشی کی نظر سے دیکھے حالانکہ اس میں کئی عُیُوب بھی ہوں تو کیا یہ نہیں کہا جائے گا کہ ”اس حقیر انسان پر بادشاہ نے عظیم عنایت اور بہت بڑا احسان کیا۔“ پھر اگر یہ حقیر اپنی ناکارہ خدمت کو لے کر بادشاہ پر احسان جتانے لگے، اپنی خدمت کو بڑا سمجھے اور خود پسندی کا مظاہرہ کرے تو کیا یہ نہیں کہا جائے گا کہ ”یہ انتہائی درجے کا بے وقوف اور پاگل آدمی ہے جسے کچھ سمجھ نہیں۔“ جب یہ بات ثابت ہو گئی تو سمجھنا چاہیے کہ ہمارا معبود تو ایسا بادشاہ ہے کہ زمین وآسمان اور ان میں موجود ہر شے اس کی پاکی بیان کرتی ہے جیسا کہ قرآنِ پاک میں ارشاد ہوتا ہے:

وَاِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ ترجمۂ کنزالایمان: اور کوئی چیز نہیں جو اسے سراہتی (تعریف کرتی) ہوئی اس کی پاکی نہ بولے۔ (پ۱۵، بنی اسرآئیل: ۴۴)

اور ہمارا بادشاہ وہ معبود ہے کہ زمین وآسمان کی ہر چیز چاہتے نہ چاہتے اسے سجدہ کرتی ہے اور اس کی بارگاہ کے خادموں میں حضرت جبریلِ امین، حضرت میکائیل، حضرت اسرافیل، حضرت عزرائیل عَلَیْہِمُ السَّلَام، عرش اُٹھانے والے فرشتے، رحمت کے فرشتے اور وہ تمام ملائکہ مُقرَّبِین ہیں جن کی تعداد اللہ رَبُّ الْعٰلَمِیْن کے سوا کوئی نہیں جانتا اوران کے مقامات بڑے بلند، ان کے نُفُوس پاک اور ان کی عبادات بہت بڑی اور زیادہ ہیں، پھر بھی یہ اسی بارگاہِ عالی کے خادِم ہیں۔ یونہی حضرت سیِّدُنا نوح عَلَیْہِ السَّلَام، حضرت سیِّدُنا ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام، حضرت سیِّدُنا موسٰی عَلَیْہِ السَّلَام، حضرت سیِّدُنا عیسٰی عَلَیْہِ السَّلَام اور تمام جہانوں کے سردار حضرت سیِّدُنا محمد مصطفٰے، احمد مجتبٰی صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم جو تمام کائنات کا خلاصہ ہیں اور دیگر تمام انبیاورُسُل عَلَیْہِمُ السَّلَام بھی اپنے اعلٰی مراتب، عظیم الشان مناقب، باوقار مقامات اور عالی شان عبادات کے باوجود اِسی بارگاہ میں جھکنے والے ہیں۔ اسی طرح حضرات

عُلَمائے کرام، اَئِمَّۂ عِظام، نیکوکار اور عبادات گزار بھی اپنے قابل فخر عظیم مراتب، پاکیزہ اجسام اور کثیر خالص عبادات کے باوجود اسی بارگاہ کے خُدّام ہیں۔

بندے کی حیثیت اور ربّ کی رحمت:

دربارِ الٰہی کے ادنیٰ خادم دنیا کے بادشاہ اور زبردست لوگ ہیں جو نہایت ذِلّت سے اس کے سامنے سجدہ ریز ہوتے ہیں، اس کے سامنے جھک کر اپنے چہرے خاک پر رکھتے ہیں، گریہ وزاری کے ساتھ اپنی حاجتیں اس کے سامنے پیش کرتے ہیں، سر سجدے میں رکھ کر اس کے معبود ہونے اور اپنے ناقص ہونے کا اعتراف کرتے ہیں حتّٰی کہ وہ کبھی ان پر رحمت کی ایک نظر فرمادیتا ہے، اپنے فضل سے ان کی کوئی حاجت پوری کردیتا ہے یا پھر اپنے بے پایاں کرم سے ان کی کوئی کوتاہی معاف فرمادیتا ہے۔ پس غور کرو کہ ایسی عظمت و جلال اور بادشاہی و کمال کے ہوتے ہوئے اُس نے تمہیں حقیر و عیب زدہ ہونے کے باوجود اپنے دروازے پر حاضری کی اجازت دے رکھی ہے حالانکہ تمہاری حیثیت یہ ہے کہ اگر تم اپنے شہر کے سردار سے داخلے کی اجازت مانگو تو وہ اکثر تمہیں اجازت نہیں دیتا، اگر اپنے محلے کے امیر سے بات کرنا چاہو تو اکثر وہ تم سے بات نہیں کرتا اور اگر تم اپنے بادشاہ کو سجدہ بھی کردو[1] تب بھی اکثر وہ تمہاری طرف توجہ نہیں کرتا۔ جبکہ اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ نے تمہیں اجازت دے رکھی ہے کہ تم اس کی عبادت کرو، اس کی ثنا کرو، اس سے بات کرو بلکہ کھل کر اپنی پریشانی اس پر پیش کرو، اپنی حاجتیں اس سے طلب کرو اور اپنے سخت معاملات میں اُس کی مدد چاہو۔ پھر یہ کہ وہ تمہاری عیب زدہ دو رکعتوں سے بھی راضی ہو جاتا ہے بلکہ ان پر اس قدر ثواب عطا فرماتا ہے کہ کوئی انسان سوچ بھی نہیں سکتا مگر پھر بھی تم اپنی ان دو رکعتوں

[1] ...بطورِ مثال ایسا کہا ہے ورنہ حکم یہ ہے کہ سجدۂ تعظیمی حرام اور سجدۂ عبادت کفر و شرک ہے۔ (علمیہ)

پر مغرور ہو، ان کو بہت کچھ سمجھتے ہو اور بڑا جانتے ہو اور اس معاملہ میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کے اِحسان پر نظر نہیں رکھتے تو تم کتنے بُرے خادم اور کیسے جاہل انسان ہو؟ اور اللہ عَزَّوَجَلَّ ہی سے مدد کی درخواست ہے اوراِس جاہل نَفْس کی شکایت اسی کی بارگاہ میں ہے اور اسی پر بھروسا ہے۔

عالی شان تحائف:

اب ایک اور طریقے سے سمجھو کہ اگر کوئی بہت بڑا بادشاہ تحائف نذر کرنے کی اجازت دے اور اس کی خدمت میں امیر وکبیر، سردار وحاکم، بڑے بڑے عقل مند اور دولت مند لوگ قیمتی ہیروں، نفیس ذخیروں اور عمدہ مال و دولت کے تحائف پیش کرنے لگیں پھر اگر کوئی سبزی فروش کوئی معمولی سبزی یا کوئی دیہاتی انگور کا گُچھا لے کر آئے جس کی قیمت ایک دانق یا رتی بھر ہو پھر وہ ان بڑے بڑے لوگوں اور دولت مندوں کے مجمع میں شامل ہو جائے جو بہترین تحائف لے کر آئے ہوں اور بادشاہ اس فقیر سے اس کا تحفہ قبول کرلے اوراسے پسندیدگی اور قبولیت کی نگاہ سے دیکھے اوراس کے لئے شاہی خلعت اور عزت واحترام کا حکم دے تو کیا یہ اس کا انتہائی فضل وکرم اوراحسان نہ ہوگا؟ اس کے بعد یہ فقیر اگر بادشاہ پر احسان جتانے لگے، اپنے تحفے کو بہت کچھ سمجھے اور بادشاہ کے احسان کو بھول جائے تو کیا اسے دیوانہ، بدحواس یا بے وقوف اور بدتمیز اور انتہائی نادان نہیں کہا جائے گا؟

اے دھوکے میں مبتلا نادان شخص! جب تم رات میں دو رکعتیں پڑھنے کھڑے ہو تو تصور کرو کہ اس رات میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کی عبادت کے لئے کتنے ہی خُدّام زمین کے مختلف گوشوں، جنگلوں، سمندروں، پہاڑوں اور شہروں میں کھڑے ہیں۔ ان میں کئی ایک اِستقامت والے، کئی صِدّیق، کئی خوفِ خدا والے، کئی دیدارِ الٰہی کے مُشتاق، کئی مجاہدہ کرنے والے، کئی عاجزی کرنے والے اور کئی زاہدین شامل ہیں۔ غور کرو کہ اس وقت بارگاہِ الٰہی میں خوف

وخشیت سے کانپتے بدنوں، پاک زبانوں، رونے والی آنکھوں، آباد دلوں، پاک سینوں اور صاف ستھرے اعضاء سے کس قدر خالص اور کھوٹ وملاوٹ سے پاک عبادت پیش ہو رہی ہوگی اور رہی تمہاری نماز تو اگرچہ تم نے اس کو اچھی طرح ادا کرنے میں اخلاص وپختگی کے ساتھ اپنی طاقت بھر کوشش کی ہوگی لیکن پھر بھی اس شہنشاہِ اعظم کی بارگاہ میں پیش ہونے کے قابل کہاں ہے اور اُن عبادات کے مقابلے میں اِس کی کیا حیثیت ہے جو وہاں پیش ہو رہی ہیں کیونکہ تم نے اسے غافل دل سے ادا کیا جس میں طرح طرح کے عُیوب شامل تھے، بدن گناہوں سے آلودہ وناپاک تھا اور زبان فُضول اور گناہ بھری باتوں سے لتھڑی ہوئی تھی پھر ایسی نماز اس کی عالی شان بارگاہ میں پیش ہونے کے قابل کہاں تھی اور اِس میں کہاں یہ صلاحیت تھی کہ اِسے ربُّ العِزَّت کی بارگاہ میں نذر کیا جائے؟

سب سے بڑی خود پسندی:

اے غافل ونادان! غور کرو کیا تم نے کبھی اپنی کوئی نماز آسمان کی طرف بھیجنے میں ایسی کوشش کی جیسی تو امیروں کے گھر کھانا بھیجنے میں کرتا ہے؟ حضرت سیِّدُنا ابو بکر وراق عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الرَّزَّاق فرماتے ہیں: ''میں جب بھی نماز سے فارغ ہوتا ہوں تو اِس نماز پر اُس عورت سے زیادہ شرمندہ ہوتا ہوں جو بدکاری سے فارغ ہوکر شرمندہ ہو۔'' پھر دیکھو کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے محض اپنے فضل وکرم سے ان دو رکعتوں کی قدر افزائی کی اور ان پر بہت بڑے ثواب کا وعدہ فرمایا حالانکہ تم اس کے بندے ہو، اس کا دیا ہوا کھاتے ہو اور تم نے یہ عمل بھی اسی کی توفیق اور مدد سے کیا ہے اس کے باوجود تم اِس عمل پر خود پسندی میں گرفتار ہو اور اپنے اوپر اللہ عَزَّوَجَلَّ کے احسان کو بھول رہے ہو۔ خدا کی قسم! یہ تو سب سے بڑی خود پسندی ہے، اس کا صُدور کسی بے عقل جاہل، ناسمجھ غافل اور بھلائی سے محروم

مردہ دل سے ہی ہو سکتا ہے۔ ہم اللہ عَزَّوَجَلَّ سے اس کے فضل و کرم کا واسطہ دے کر بہترین کفایت کا سوال کرتے ہیں۔

اے بندے !اس گھاٹی میں خوابِ غفلت سے بیدار ہو جاؤ ورنہ خسارہ اُٹھاؤ گے، یہ گھاٹی سخت دشوار گزار، نہایت کڑوی اور زیادہ نقصان دہ ہے جو تمہیں اس راہ میں پیش آنی ہے کیونکہ پچھلی تمام گھاٹیوں کے نتیجے کی یہاں ہی انتہا ہوتی ہے۔ اگر تم یہاں سے بچ گئے تو غنیمت اور فائدہ حاصل کرو گے ورنہ تمام محنت رائگاں جائے گی، امیدیں خاک میں مل جائیں گی اور عمر ضائع ہو جائے گی۔

چھٹی گھاٹی کے تین اہم اُمور

یہاں آکر اس گھاٹی میں تین امور جمع ہو گئے ہیں: (۱)... معاملہ انتہائی باریک ہے (۲)... نقصان سخت ہے اور (۳)... خطرہ بڑا ہے۔

﴿1﴾... معاملے کی باریکی یہ ہے کہ اعمال میں ریاکاری اور خود پسندی کی راہیں بہت باریک اور انتہائی پوشیدہ ہیں، ان پر دینی اُمور میں بصیرت رکھنے والا نہایت عقلمند، بیدار دل اور ہوشیار آدمی ہی باخبر ہو سکتا ہے، ان کو جاننا جاہل و نادان اور خوابِ غفلت میں پڑے شخص کے بس کی بات نہیں۔

عبادت میں چھپی کوتاہیاں:

منقول ہے کہ حضرت سیِّدُنا عطا سُلَمی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْغَنِی نے انتہائی مضبوطی اور خوبصورتی سے ایک کپڑا بُن کر تیار کیا، پھر اسے اُٹھا کر بازار لے گئے اور ایک کپڑا فروش کو دکھایا مگر اس نے قیمت بہت تھوڑی لگائی اور کہا: اس میں تو یہ یہ عیب ہیں۔ آپ نے کپڑا لیا اور بیٹھ کر بہت زیادہ روئے، دوکاندار کو اپنے کئے پر ندامت ہوئی، اُس نے معذرت کی اور آپ کی منہ

مانگی قیمت پر کپڑا لینے کے لئے تیار ہو گیا۔ آپ نے فرمایا: بات وہ نہیں جو تم سمجھ رہے ہو، یہ میرا پیشہ ہے اور میں نے اس کپڑے کو تیار کرتے ہوئے اس کی خوبصورتی اور مضبوطی میں اپنی تمام تر کوشش صرف کر دی حتّٰی کہ اس میں کوئی عیب نظر نہ آیا پھر جب میں نے اسے عیوب کو جاننے والے ماہر پر پیش کیا تو اس نے اِس میں وہ عیب بتائے جن سے میں غافل تھا تو پھر کل جب رَبُّ الْعٰلَمِیْن کے سامنے ہمارے اعمال پیش کیے جائیں گے تو ان میں کس قدر عیب اور کوتاہیاں ظاہر ہوں گی جن سے آج ہم بے خبر ہیں۔

ثواب جاتا رہا:

ایک بزرگ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: ایک رات میں سحر کے وقت سڑک کے کنارے واقع اپنے گھر کے ایک کمرے میں سورۂ طٰہٰ کی تلاوت کر رہا تھا، جب میں نے سورت ختم کی تو مجھے کچھ اونگھ آ گئی، میں نے دیکھا کہ ایک شخص آسمان سے اُترا، اس کے ہاتھ میں ایک کاغذ تھا جو اس نے میرے سامنے پھیلا دیا، میں نے دیکھا تو اس میں سورۂ طٰہٰ لکھی ہوئی تھی اور ہر کلمے کے نیچے 10 نیکیاں لکھی تھیں مگر ایک کلمہ مٹا ہوا تھا اور اس کے نیچے کچھ بھی نہیں لکھا تھا، میں نے کہا: خدا کی قسم! میں نے یہ کلمہ بھی تلاوت کیا تھا مگر مجھے نہ وہ کلمہ نظر آ رہا ہے نہ اس کا ثواب؟ اُس شخص نے کہا: تم نے سچ کہا یقیناً تم نے اس کی تلاوت کی تھی اور ہم نے اسے لکھا بھی تھا مگر ہم نے عرش کی جانب سے ایک پکارنے والے کی ندا سنی کہ ”اس کلمے کو مٹا دو اور اس کا ثواب ساقط کر دو“ چنانچہ ہم نے اسے مٹا دیا۔ یہ سن کر میں خواب میں ہی رونے لگا اور کہا: تم نے ایسا کیوں کیا؟ اس نے کہا: سڑک سے ایک شخص گزرا تو تم نے اسے سنانے کے لئے یہ کلمہ اونچی آواز سے پڑھا تھا پس اِس کا ثواب جاتا رہا۔

دو حج ضائع کر دیئے:

﴿2﴾... دوسرا اہم معاملہ نقصان کی سختی ہے کیونکہ ریاکاری اور خود پسندی ایسی آفت ہے جو ایک لمحہ کے لئے آتی ہے اور بعض اوقات 70 سال کی عبادت تباہ و برباد کر دیتی ہے۔ منقول ہے کہ ایک مرتبہ حضرت سیِّدُنا سفیان ثوری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْوَلِی اپنے ساتھیوں کے ساتھ ایک شخص کے مہمان بنے تو اس نے اپنے گھر والوں سے کہا: کھانا اس تھال میں نہ لانا جو میں پہلے حج کے موقع پر لایا تھا بلکہ اُس تھال میں لانا جو میں دوسرے حج کے موقع پر لایا تھا۔ حضرت سیِّدُنا سفیان ثوری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْوَلِی نے اس کی طرف دیکھا اور فرمایا: اس بیچارے نے یہ کہہ کر اپنے دونوں حج ضائع کر دیئے۔

اس کے نقصان کا سخت ہونا اس وجہ سے بھی ہے کہ تھوڑی سی عبادت جو ریاکاری اور خود پسندی کی آفت سے محفوظ ہو بارگاہِ الٰہی میں اس کی بے انتہا قدر و قیمت ہے اور بہت بڑی عبادت جس میں یہ آفات داخل ہو جائیں تو اس کی کوئی قدر و قیمت باقی نہیں رہتی سوائے اس کے کہ ربّ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے اس کا تدارُک فرمادے۔ جیسا کہ امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا علیُّ المرتضٰی کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم نے ارشاد فرمایا: "اللہ عَزَّوَجَلَّ کے لئے کیا گیا عمل کبھی کم نہیں ہوتا اور مقبول عمل کیونکر کم ہو سکتا ہے۔"

اس کی وجہ یہ ہے کہ عمل جب مقبول ہو جائے تو اس کا ثواب، اس کی فضیلت اور بزرگی اللہ عَزَّوَجَلَّ کے ہاں اتنی ہو جاتی ہے جس کی انتہا نہیں۔

حضرت سیِّدُنا امام نخعی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْوَلِی سے پوچھا گیا: فلاں فلاں عمل کا کتنا ثواب ہے؟ آپ نے فرمایا: اگر عمل قبول ہو جائے تو اس کا ثواب شمار نہیں کیا جا سکتا۔

70سال کی عبادت سے بہتر:

حضرت سیِّدُنا وہب بن منبہ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: تم سے پہلے ایک شخص تھا جس نے70 سال تک روزہ رکھ کر اللہ عَزَّوَجَلَّ کی عبادت کی، وہ ایک ہفتے کے بعد روزہ افطار کرتا تھا، اس نے ربّ تعالیٰ سے ایک حاجت کا سوال کیا تو وہ پوری نہیں ہوئی، اس پر وہ اپنے نفس کو ملامت کرنے لگا کہ "یہ تیری ہی وجہ سے ہے اگر تیرے پاس کوئی بھلائی ہوتی تو تیری حاجت پوری کر دی جاتی۔" اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ایک فرشتہ بھیجا جس نے یہ پیغام دیا: "اے ابنِ آدم! تیری یہ گھڑی جس میں تو نے اپنے نفس پر عتاب کیا تیری پچھلی ساری عبادت سے بہتر ہے۔"

عقلمند کو اس کلام پر غور کرنا چاہیے کہ کیا یہ نقصان نہیں کہ ایک شخص70 سال عبادت کرتا ہے اور دوسرا لمحہ بھر غور و فکر کرتا ہے تو اس کا لمحہ بھر غور و فکر70 سال کی عبادت سے افضل ہو جاتا ہے، کیا یہ بڑا نقصان نہیں کہ تم70 سال کی عبادت سے بہتر عمل یعنی لمحہ بھر غور و فکر کرنے پر قادر ہو مگر پھر بھی اسے بلاوجہ چھوڑ دو۔ خدا کی قسم! یہ واقعی بڑا نقصان ہے اور اس سے بے خبر رہنا اس سے بھی بڑا خسارہ ہے۔ جس خصلت کی اتنی بڑی قیمت ہو اور ساتھ میں خطرات بھی موجود ہوں تو پھر ضروری ہے کہ اس خصلت کو ختم کرنے والی ہر چیز سے بچا جائے۔ ایسی باریکیوں پر عقلمندوں ہی کی نگاہ پڑتی ہے، وہ پہلے اِن اَسرار کو پہچاننے کا اہتمام کرتے ہیں اور بعد میں اُس کی رِعایت و حفاظت کا خیال رکھتے ہیں، اُن کی نگاہ اعمال کی ظاہری کثرت پر نہیں ہوتی، وہ کہتے ہیں کہ "حیثیت تو خلاصہ و نچوڑ کی ہے کثرت کی نہیں۔" اور یہ بھی کہتے ہیں: ایک ہیرا ہزار کوڑیوں سے بہتر ہے۔

اس کے برعکس اس معاملے میں کم علم لوگوں کی نگاہ قاصر ہے، وہ ان معانی اور دلوں میں چھپے عُیُوب سے بے خبر ہیں اور رکوع و سجود میں مشغول ہو کر اور خود کو کھانے پینے

وغیرہ سے روک کر اپنی جانوں کو تھکا دیتے ہیں، انہیں تعداد اور کثرت نے دھوکے میں ڈال رکھا ہے اور وہ اعمال کے مغز و نچوڑ پر نظر نہیں رکھتے، ایسے اخروٹوں کی کثرت کا کیا فائدہ جن میں گودا نہ ہو؟ اور ایسے مکانوں کو بلند کرنے میں کیا نفع جن کی بنیادیں مضبوط نہ ہوں۔ ان حقائق کو اصحابِ کشف عُلَما ہی جان سکتے ہیں اور اللہ عَزَّوَجَلَّ ہی توفیق عطا فرمانے والا ہے۔

سالِم و سُتھرا عمل چاہیے:

﴿3﴾... اس گھاٹی کا تیسرا اہم معاملہ خطرے کا بڑا ہونا ہے، اس کے کئی پہلو ہیں جن میں سے ایک یہ ہے کہ تمہارا معبود ایسا بادشاہ ہے جس کی بادشاہت و عظمت کی کوئی انتہا نہیں اور اس کی تم پر لاتعداد و بے شمار نعمتیں ہیں اور دوسری طرف تمہارا بدن ہے جو کثیر عیبوں اور بہت سی آفات سے بھرا پڑا ہے جبکہ معاملہ خطرناک ہے کہ اگر نفس کی جلدی کی وجہ سے تم سے لغزش واقع ہو تو تمہیں عیب دار بدن اور برائی کی طرف مائل اور برائی کا حکم دینے والے نفس سے ایسا عمل صادر کرنا پڑے گا جو صحیح سالم اور ستھرا ہو، ربُّ العٰلَمِین کے جلال و عظمت کے لائق اور اس کی کثیر نعمتوں اور احسانات کا شکرانہ بن سکے اور اس کی بارگاہ میں پسند و قبولیت کے مقام میں واقع ہو۔ ورنہ تم ایسے عظیم نفع سے محروم ہو جاؤ گے جس سے محرومی کی سکت کسی نفس کو نہیں بلکہ بعض اوقات اس معاملے میں تمہیں ایسی مصیبت پہنچتی ہے جسے تم برداشت نہیں کر سکتے۔ خدا کی قسم! یہ ایک بڑی پریشانی اور عظیم کیفیت ہے۔

حق ادا نہیں ہو سکتا:

جہاں تک بادشاہِ حقیقی کے عظمت و جلال کی بات ہے تو ملائکہ مُقَرَّبِین دن رات اس کی عبادت پر کمربستہ ہیں، بعض جب سے پیدا ہوئے ہیں تب سے حالتِ قیام میں، بعض رکوع میں، بعض سجدے میں اور بعض تسبیح و تہلیل میں مشغول ہیں، نہ قیام کرنے والے کا

قیام پورا ہوتا ہے نہ رکوع کرنے والے کا رکوع، نہ سجدے کرنے والے کا سجدہ اور نہ تسبیح و تہلیل کرنے والوں کی تسبیح و تہلیل پوری ہوتی ہے اور یہ روزِ حشر تک اسی حالت میں رہیں گے اور صور پھونکے جانے کے وقت جب اس عبادت سے فارغ ہوں گے تو سب کے سب کہیں گے: سُبْحٰنَكَ مَاعَبَدْنَاكَ حَقَّ عِبَادَتِكَ یعنی تو پاک ہے، ہم تیری عبادت کا حق ادا نہیں کر سکے۔

حق یہ کہ حق ادا نہ ہوا:

اب ذرا تمام رسولوں کے سردار، تمام جہانوں میں سب سے بہتر، ساری مخلوق سے زیادہ علم والے اور سب سے افضل ہستی حضرت محمد مصطفٰے، احمد مجتبٰی صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو دیکھو کہ بارگاہ الٰہی میں عرض کر رہے ہیں: ”لَا اُحْصِیْ ثَنَاءً عَلَیْكَ اَنْتَ كَمَا اَثْنَیْتَ عَلٰی نَفْسِكَ یعنی میں تیری ایسی تعریف نہیں کر سکتا جیسی تو نے خود اپنی تعریف کی ہے۔“[1] مطلب یہ کہ میں تیری شایانِ شان تعریف کرنے سے قاصر ہوں تو پھر ویسی عبادت کیسے کر سکتا ہوں جو تیری شایانِ شان ہو۔ یونہی آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ایک موقع پر یہ ارشاد فرمایا: ”کوئی بھی اپنے عمل سے جنت میں داخل نہیں ہو گا۔“ صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان نے عرض کی: یارسولَ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! آپ بھی نہیں؟ ارشاد فرمایا: میں بھی نہیں مگر یہ کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ مجھے اپنی رحمت سے ڈھانپ لے گا۔[2]

دوسری طرف اس بادشاہِ حقیقی کے انعامات و احسانات پر نظر ڈالو، وہ ارشاد فرماتا ہے:

وَ اِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا ؕ (پ۱۴، النحل: ۱۸)

ترجمۂ کنزالایمان: اور اگر اللہ کی نعمتیں گنو تو انہیں شمار نہ کر سکو گے۔

1... مسلم، کتاب الصلاۃ، باب ما یقال فی الرکوع والسجود، ص ۲۵۲، حدیث: ۴۸۶

2... بخاری، کتاب الرقاق، باب القصد والمداومۃ علی العمل، ۴/ ۲۳۸، حدیث: ۶۴۶۷

اعمال کے تین رجسٹر:

حدیثِ مبارک میں ہے کہ ”لوگوں کے اعمال کے تین رجسٹر ہوں گے، نیکیوں کا رجسٹر، گناہوں کا رجسٹر اور نعمتوں کا رجسٹر پھر نیکیوں کا نعمتوں سے مقابلہ کیا جائے گا تو ہر نیکی کے مقابل ایک نعمت لائی جائے گی حتّٰی کہ نیکیاں ختم ہو جائیں گی اور بُرائیاں اور گناہ بچ جائیں گے تو ان کے بارے میں اللہ عَزَّوَجَلَّ جو چاہے فرمائے۔“[1]

نفس کے عیوب و آفات کا بیان تو پہلے ہی ہو چکا اور معاملے کی خطرناکی یہ ہے کہ آدمی نفس کے عیبوں اور آفتوں سے بے خبر ہو کر 70 سال تک عبادت میں محنت کرتا اور تکلیف اُٹھاتا ہے تو کبھی ایسا ہوتا ہے کہ عبادت میں سے کوئی ایک عمل بھی قبول نہیں ہوتا اور کبھی کئی سال کی تھکاوٹ و محنت ایک لمحہ میں برباد ہو جاتے ہیں اور سب سے خطرناک معاملہ یہ ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ بندے کو دیکھ رہا ہوتا ہے اور بندہ اُس کی عبادت لوگوں کو دکھانے کے لئے کر رہا ہوتا ہے، یوں وہ اپنا ظاہر اللہ عَزَّوَجَلَّ کے لئے اور باطن و دل لوگوں کے لئے بنا دیتا ہے تو اللہ عَزَّوَجَلَّ ایسا دھتکارتا ہے کہ لوٹنے کی کوئی صورت نہیں ہوتی۔ ہم اللہ عَزَّوَجَلَّ کی پناہ طلب کرتے ہیں۔

بال بال بچ گئے:

منقول ہے کہ حضرت سیِّدُنا حسن بصری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْوَلِی کی وفات کے بعد کسی نے انہیں خواب میں دیکھ کر حال پوچھا تو انہوں نے فرمایا: اللہ عَزَّوَجَلَّ نے مجھے اپنی بارگاہ میں کھڑا کیا اور ارشاد فرمایا: اے حسن! کیا تجھے یاد ہے ایک دن تو مسجد میں نماز پڑھ رہا تھا کہ لوگوں کی نگاہیں تیری طرف اُٹھیں تو تُو نے ان کے لئے اپنی نماز کو اور اچھا کر لیا، اگر

[1]...مسند بزار، مسند ابی حمزۃ انس بن مالک، ۱۳/۹۹، حدیث: ۶۴۶۲ بتغیر

تیری نماز کی ابتدا اخلاص میرے لئے نہ ہوتی تو آج میں تجھے اپنی بارگاہ سے دھتکار دیتا اور ایک ہی بار میں تجھے اپنے قرب سے دور کر دیتا۔

سلف صالحین کے انداز:

اس معاملے کی باریکی اور سختی میں جب اہلِ بصیرت نے غور وفکر کیا تو اپنے معاملے میں ڈر گئے حتّٰی کہ ان میں کچھ ایسے بھی ہیں جو اپنے اس عمل کی طرف توجہ ہی نہیں کرتے تھے جو لوگوں پر ظاہر ہو جائے۔ چنانچہ

﴿1﴾... حضرت سیِّدَتُنا رابعہ بصریہ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْھَا فرماتی ہیں: میرا جو بھی عمل ظاہر ہو جائے میں اسے کسی گنتی میں نہیں لاتی۔

﴿2﴾... ایک بزرگ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: اپنی نیکیاں ایسے چھپاؤ جیسے اپنے گناہوں کو چھپاتے ہو۔

﴿3﴾... حضرت سیِّدَتُنا رابعہ بصریہ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْھَا سے پوچھا گیا: آپ کو کس چیز پر سب سے زیادہ اُمید ہے؟ فرمایا: اپنے عمل کو بڑا سمجھنے سے مایوس ہونے پر۔

﴿4﴾... ایک مرتبہ حضرت سیِّدُنا محمد بن واسع اور حضرت سیِّدُنا مالک بن دینار رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْھِمَا اکٹھے ہوئے تو حضرت سیِّدُنا مالک بن دینار عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْغَفَّار نے کہا: یا تو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی عبادت ہو گی یا پھر جہنم۔ تو حضرت سیِّدُنا محمد بن واسع رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے فرمایا: یا تو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی رحمت ہو گی یا جہنم۔ حضرت سیِّدُنا مالک بن دینار عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْغَفَّار نے فرمایا: مجھے آپ جیسے اُستاذ کی شدید ضرورت ہے۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ حضرت سیِّدُنا محمد بن واسع رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے اعمال کی طرف نگاہ نہیں کی اگرچہ وہ موجود تھے بلکہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی رحمت کی طرف نظر کی۔

﴿5﴾... حضرت سیِّدُنا ابو یزید بسطامی قُدِّسَ سِرُّہُ السَّامِی فرماتے ہیں: میں نے 30 سال تک عبادت کی تو میں نے دیکھا کہ کوئی مجھے کہہ رہا ہے: اے ابو یزید! ربّ تعالیٰ کے خزانے تو عبادت سے بھرے ہوئے ہیں اگر تو اس کی بارگاہ تک پہنچنا چاہتا ہے تو مسکینی اور انکساری اختیار کر۔

﴿6﴾... حضرت سیِّدُنا استاد ابو الفضل رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرمایا کرتے تھے: میں جانتا ہوں کہ میری کوئی بھی عبادت مقبول نہیں کیونکہ عبادت میں مجھ سے کوتاہی ہو جاتی ہے اور نہ ہی عبادت کے سارے حقوق پورے ہو پاتے ہیں۔ آپ سے کہا گیا: جب قبول نہیں ہوتی تو پھر آپ عبادت کیوں کرتے ہیں؟ ارشاد فرمایا: اس اُمید پر کہ کسی دن اللہ عَزَّوَجَلَّ مجھے درست کر دے تو نفس نیکی کا عادی بن چکا ہو اور پھر مجھے نفس کو عبادت کی طرف موڑنا نہ پڑے۔

اِس راہ میں یہ اُن لوگوں کا حال ہے جو مجاہدات کرتے اور مشکلات کو اختیار کرتے ہیں۔

ہوش اُڑانے والی روایت:

حضرت سیِّدُنا ابن مبارک حضرت سیِّدُنا خالد بن معدان رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمَا سے روایت کرتے ہیں کہ ایک دن انہوں نے حضرت سیِّدُنا معاذ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے عرض کی: مجھے کوئی ایسی حدیث سنائیے جو آپ نے خود پیارے آقا، مدینے والے مصطفٰے صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے سنی ہو۔ حضرت سیِّدُنا معاذ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے روتے ہوئے کہا: ہائے حضور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی محبت اور ملاقات!۔ پھر فرمانے لگے کہ ایک مرتبہ میں بارگاہِ رسالت میں حاضر تھا کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سواری پر سوار ہوئے اور مجھے بھی اپنے پیچھے سوار کر لیا پھر ہم چلے تو آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اپنی نگاہ آسمان کی جانب اُٹھائی اور کہا: تمام تعریفیں اللہ عَزَّوَجَلَّ کے لئے جو اپنی مخلوق میں جو چاہتا ہے فیصلہ فرماتا ہے۔ اے معاذ! میں نے عرض کی: لَبَّیْكَ یَا سَیِّدَ الْمُرْسَلِیْن یعنی اے تمام رسولوں کے سردار! میں حاضر ہوں۔

آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: میں تجھ سے ایسی بات بیان کرنے لگا ہوں کہ اگر تو اُسے یاد رکھے تو تجھے نفع دے گی اور اگر تو نے اُسے ضائع کر دیا تو اللہ عَزَّوَجَلَّ کے ہاں تیری حُجَّت ختم ہو جائے گی۔

اے مُعاذ! اللہ عَزَّوَجَلَّ نے زمین اور آسمان کی پیدائش سے پہلے سات فرشتوں کو پیدا فرمایا اور ہر آسمان کے دروازے پر اس دروازے کی قدر و منزلت کے مطابق ایک ایک فرشتے کو دربان مقرر فرمایا، پس کِرَامًا کَاتِبِیْن بندے کے اَعمال لے کر آسمان کی طرف چڑھتے ہیں تو اُن میں سورج کی سی روشنی اور چمک ہوتی ہے یہاں تک کہ وہ پہلے آسمان تک پہنچ جاتے ہیں اور کِرَامًا کَاتِبِیْن اُس کے عمل کو بہت زیادہ اور خالص سمجھتے ہیں پھر جب وہ دروازے پر پہنچتے ہیں تو دربان فرشتہ اُن سے کہتا ہے: اس عمل کو عمل کرنے والے کے منہ پر دے مارو۔ میں غیبت پر مقرر فرشتہ ہوں، اللہ عَزَّوَجَلَّ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں ایسے آدمی کا عمل اوپر نہ جانے دوں جو لوگوں کی غیبت کرتا ہے، وہ مجھے چھوڑ کر دوسروں کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے۔

پھر دوسرے دن فرشتے ایسے اعمال لے کر اوپر جاتے ہیں جن میں نور ہوتا ہے فرشتے اسے بہت زیادہ اور پاکیزہ سمجھتے ہیں یہاں تک کہ جب وہ دوسرے آسمان تک پہنچتے ہیں تو دربان فرشتہ کہتا ہے: ٹھہر جاؤ اور اس عمل کو عمل کرنے والے کے منہ پر دے مارو کیونکہ اس عمل سے اس کی نیت دنیا کمانے کی تھی، مجھے میرے ربّ عَزَّوَجَلَّ نے حکم دیا ہے کہ میں کسی ایسے آدمی کا عمل اوپر نہ جانے دوں جو مجھے چھوڑ کر غیر کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔ پھر فرشتے شام تک اُس پر لعنت کرتے رہتے ہیں۔

کِرَامًا کَاتِبِیْن بندے کے اعمال لے کر اوپر جاتے ہیں اور اُن سے بڑا خوش ہوتے

ہیں، اُن میں صدقہ، روزہ اور بہت سی نیکیاں ہوتی ہیں، فرشتے ان کو بہت زیادہ اور پاکیزہ خیال کرتے ہیں، پھر جب وہ تیسرے آسمان تک پہنچتے ہیں تو دربان فرشتہ کہتا ہے: ٹھہر جاؤ اور اس عمل کو عمل کرنے والے کے منہ پر دے مارو، میں تکبُّر والوں پر مقرر فرشتہ ہوں، میرے ربّ عَزَّوَجَلَّ نے مجھے حکم دے رکھا ہے کہ میں کسی ایسے آدمی کا عمل اُوپر نہ جانے دوں جو مجھے چھوڑ کر غیر کی طرف متوجہ ہو یہ آدمی مجلسوں میں لوگوں پر بڑائی مارتا ہو۔

یوں ہی فرشتے بندے کے اعمال لے کر اُوپر جاتے ہیں، وہ اعمال ستاروں کی طرح چمک رہے ہوتے ہیں اور اُن میں تسبیح کی آواز ہوتی ہے، اُن میں نماز، روزہ اور حج و عمرہ ہوتا ہے، جب فرشتے ان اعمال کو لے کر چوتھے آسمان پر جاتے ہیں تو وہاں مقرر فرِشتہ اُن سے کہتا ہے: ٹھہر جاؤ اور اس عمل کو عمل کرنے والے کے منہ پر دے مارو، میں خود پسندی والوں کا فرشتہ ہوں، میرے ربّ عَزَّوَجَلَّ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں ایسے آدمی کا عمل اوپر نہ جانے دوں جو مجھے چھوڑ کر غیر کی طرف متوجہ ہوتا ہے، اس آدمی نے جب بھی کوئی عمل کیا اُس میں خود پسندی کا شکار ہو گیا۔

اسی طرح فرشتے کسی بندے کا عمل لے کر اوپر جاتے ہیں وہ عمل اس طرح آراستہ ہوتے ہیں جیسے دلہن سُسرال جانے کے وقت سجتی ہے، ان اعمال میں جہاد و حج جیسے اعمال ہوتے ہیں۔ اُن کی چمک سورج جیسی ہوتی ہے۔ جب فرشتے انہیں لے کر پانچویں آسمان تک پہنچتے ہیں تو دربان فرشتہ کہتا ہے: میں حسد کرنے والوں کا فرشتہ ہوں، یہ آدمی لوگوں پر اُن چیزوں میں حسد کرتا تھا جو اُن کو اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اپنے فضل سے دی ہیں، یہ آدمی خدا تعالیٰ کی پسند پر ناراض تھا۔ میرے ربّ عَزَّوَجَلَّ نے مجھے حکم دے رکھا ہے کہ میں ایسے شخص کا عمل اُوپر نہ جانے دوں جو اسے چھوڑ کر دوسروں کی طرف متوجہ ہے۔

اور فرشتے کسی بندے کا عمل لے کر اوپر جاتے ہیں، اُن میں کامل وضو، بہت سی نمازیں، روزے، حج اور عمرہ ہوتا ہے وہ چھٹے آسمان تک پہنچ جاتے ہیں، تو دروازے پر مقرر نگہبان فرشتہ کہتا ہے: میں رحمت کا فرشتہ ہوں، اِن اعمال کو عمل کرنے والے کے منہ پر دے مارو کیونکہ یہ آدمی کبھی کسی انسان پر رَحم نہیں کرتا تھا اور کسی بندے کو مصیبت پہنچتی تھی تو خوش ہوتا تھا۔ میرے ربّ عَزَّوَجَلَّ نے مجھے حکم دے رکھا ہے کہ میں اُس کے اعمال اوپر نہ جانے دوں جو مجھے چھوڑ کر غیروں کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔

یوں ہی فرشتے ایک بندے کا عمل لے کر اوپر چڑھتے ہیں جس میں بہت سا صَدَقہ، نماز، روزہ، جہاد اور پرہیز گاری ہوتی ہے، اُن کی آواز گرج کے جیسی اور چمک بجلی کی چمک جیسی ہوتی ہے، پھر جب وہ ساتویں آسمان پر پہنچتے ہیں تو اس آسمان پر مقرر فرشتہ کہتا ہے: میں تذکرہ وشہرت پر مقرر فرشتہ ہوں، اِس عمل والے نے اپنے عمل سے مجلسوں میں تذکرہ، دوستوں میں بلندی اور بڑے لوگوں کے نزدیک جاہ پسندی کی نیت کی تھی، میرے ربّ عَزَّوَجَلَّ نے مجھے حکم دے رکھا ہے کہ میں اس کے عمل کو اُوپر نہ جانے دوں کہ یہ مجھے چھوڑ کر دوسروں کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور ہر وہ عمل جو اللہ عَزَّوَجَلَّ کے لئے خالص نہ ہو وہ ریاکاری ہے اور رِیاکار کا عمل اللہ عَزَّوَجَلَّ قبول نہیں فرماتا۔

اِسی طرح کِرَاماً کَاتِبِیْن بندے کے اَعمال یعنی نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، عمرہ، اچھا اخلاق، خاموشی اور ذکرِ الٰہی لے کر اوپر جاتے ہیں اور ساتوں آسمانوں کے فرشتے اُن کے ساتھ ہوتے ہیں۔ یہاں تک کہ تمام رکاوٹوں کو عبور کرتے ہوئے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ تک پہنچ کر اس کے سامنے کھڑے ہو جاتے ہیں اور بندے کے عمل کے نیک اور خالص ہونے کی گواہی دیتے ہیں۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے: تم میرے بندے کے عمل کے محافظ ہو جبکہ میں اُس

کے دل کی نگرانی کرنے والا ہوں۔ اس نے اپنے اس عمل سے میرا ارادہ کیا نہ اِسے میرے لئے خالص کیا اور اس عمل سے اس کی جو نیت تھی میں اسے خوب جانتا ہوں، اس پر میری لعنت ہے، اس نے بندوں کو بھی دھوکا دیا اور تم کو بھی مگر یہ مجھے دھوکا نہیں دے سکتا کیونکہ میں غیبوں کا جاننے والا ہوں، دلوں کے خیالات سے واقف ہوں، کوئی چھپی چیز مجھ سے پوشیدہ نہیں اور کوئی بھی دور چیز مجھ سے دور نہیں، میرا علم حال کے متعلق بھی اُسی طرح ہے جیسے مستقبل کے متعلق ہے اور گزری ہوئی چیزوں کے ساتھ میرا علم اُسی طرح ہے جیسا کہ باقی و موجودہ چیزوں کے ساتھ اور پہلے لوگوں کو بھی میرا علم ویسے ہی محیط ہے جیسا بعد والوں کو محیط ہے، میں ہر پوشیدہ در پوشیدہ کو خوب جانتا ہوں۔ پھر بھلا میرا بندہ مجھے دھوکا کیسے دے سکتا ہے؟ وہ تو صرف بے خبروں کو دھوکا دیتا ہے جبکہ میں غیبوں کا جاننے والا ہوں، اس بندے پر میری لعنت ہے۔ اب ساتوں فرشتے اور ساتھ جانے والے تین ہزار ملائکہ کہتے ہیں: اے ہمارے ربّ! اس پر تیری لعنت اور ہماری بھی لعنت۔ پھر آسمان والے کہتے ہیں: اِس پر **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی لعنت اور لعنت کرنے والوں کی لعنت۔

اس کے بعد حضرت سیِّدُنا مُعاذ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ بہت زیادہ روئے اور بارگاہِ رسالت میں عرض کی: یارسولَ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! اس سے خلاصی اور نجات کی کیا صورت ہے؟ ارشاد فرمایا: اے مُعاذ! یقین کے ساتھ اپنے نبی کی پیروی کرو۔ میں نے کہا: آپ تو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے رسول ہیں اور میں مُعاذ بن جَبَل، مجھے نجات اور خلاصی کس طرح نصیب ہو گی؟ ارشاد فرمایا: اے مُعاذ! اگر تیرے عمل میں کوئی کوتاہی ہو تو لوگوں کی آبروریزی کرنے سے اپنی زبان کو روک لینا بالخصوص قرآنِ کریم ہمیشہ پڑھنے اور اُس پر عمل کرنے والے اپنے حافظ بھائیوں سے اور تجھے اپنے نفس کے عیبوں کا علم لوگوں کی آبروریزی سے ضرور

روکے گا، اپنے مسلمان بھائیوں کی مذمت کرکے خود کو صاف ستھرا مت بنانا، اپنے بھائیوں کو گرا کر خود کو بلند مت کرنا، اپنے عمل میں ریاکاری نہ کرنا کہ لوگوں میں پہچانے جاؤ، دنیا میں ایسے مشغول نہ ہونا کہ آخرت کا معاملہ بھول جاؤ، اگر تمہارے پاس دو شخص ہوں تو ایک سے سرگوشی مت کرنا، لوگوں میں بڑائی حاصل کرنے کی کوشش نہ کرنا کہ دنیا اور آخرت کی بھلائیاں تم سے منہ موڑلیں گی، اپنی مجلس میں فحش گوئی نہ کرنا ورنہ لوگ تمہاری بداخلاقی کی وجہ سے تم سے گُریز کرنے لگیں گے اور اپنی زبان سے لوگوں کی عزت کا پردہ چاک مت کرنا ورنہ تمہیں جہنم کے کتے پھاڑ ڈالیں گے جس کا بیان اس فرمانِ الٰہی میں ہے: وَالنّٰشِطٰتِ نَشْطًا ﴿۲﴾ (پ۳۰، اَلنّٰزِعٰت: ۲) (امام غزالی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْوَالِی اس کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ) ”جہنم میں کتے ہڈیوں سے گوشت نوچ ڈالیں گے۔“

حضرت سیِّدُنا مُعاذ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کی: یارسولَ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! ان باتوں کی کون طاقت رکھ سکتا ہے؟ ارشاد فرمایا: اے مُعاذ! میں نے جو باتیں تم سے بیان کی ہیں یہ اُس کے لئے آسان ہیں جس کے لئے اللہ عَزَّوَجَلَّ آسان فرمادے اور تمہیں اِن میں سے یہ بات کافی ہے کہ ”تم لوگوں کے لئے وہ پسند کرو جو اپنے لئے پسند کرتے ہو اور اُن کے لئے وہ ناپسند کرو جو اپنے لئے ناپسند کرتے ہو تو یوں تم سلامتی اور نجات پاجاؤ گے[1]۔“[2]

---

❶... سیِّدُنا امام جلالُ الدین سُیُوطی شافعی، حافظ ابنِ جوزی، حافظ منذری صاحِبُ الترغیب والترہیب اور امام ذہبی عَلَیْہِمُ الرَّحْمَہ نے اس حدیث کو موضوع قرار دیا ہے اور موضوع حدیث بغیر وضع کے عوام و خواص دونوں میں بیان نہیں کرنی چاہیے۔

(اللالئ المصنوعۃ، ۲/ ۲۸۴۔ الموضوعات، ۳/ ۱۲۱۔ الترغیب والترھیب، ۱/ ۵۱۔ تلخیص کتاب الموضاعات، ص: ۳۱۰)

❷... الترغیب والترھیب، المقدمۃ، الترھیب من الریاء... الخ، ۱/ ۴۸، ۵۱، حدیث: ۵۹

حضرت سیِّدُنا خالد بن مَعْدَان عَلَیْہِ رَحمَۃُ الْمَنَّان فرماتے ہیں: حضرت سیِّدُنا مُعاذ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ قرآنِ پاک کی تلاوت اتنی کثرت سے نہیں کرتے تھے جتنی کثرت سے یہ حدیث شریف بیان کیا کرتے تھے۔

نجات رحمت پر منحصر ہے:

بیان کردہ حدیث پاک کا مضمون بہت عظیم ہے، خطرہ بڑا ہے اور انجام درناک ہے جس سے ہوش اُڑ جاتے اور دل حیرت میں ڈوب جاتے ہیں، سینوں میں اِسے اٹھانے کی وُسعَت نہیں اور نُفُوس اس کی دہشت سے گھبرا رہے ہیں پس رونے اور عاجزی کرنے والوں کے ساتھ تم بھی دن رات اپنے اُس مولیٰ عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں گریہ وزاری اور تضرع وعاجزی کرتے رہو جو تمام جہانوں کا معبود ہے کیونکہ اس معاملے سے نجات رحمتِ الٰہی سے ہی ممکن ہے اور اس سمندر سے سلامتی اُسی کی نظر وعنایت سے مل سکتی ہے لہٰذا غافلوں والی نیند سے بیدار ہو جاؤ، اس معاملے کی حقیقت سمجھو اور اس خوفناک گھاٹی میں اپنے نفس سے جہاد کرو۔ اُمید ہے اس طرح تم ہلاک ہونے والوں کے ساتھ ہلاک ہونے سے بچ جاؤ گے اور ہر حال میں اللہ عَزَّوَجَلَّ سے مدد کی التجا ہے کیونکہ وہی سب سے بہتر مدد گار ہے اور وہی بلند وبالا، سب سے بڑھ کر مہربان ہے اور نیکی کرنے کی قوت اور گناہ سے بچنے کی طاقت بلند وبرتر اللہ عَزَّوَجَلَّ ہی کی توفیق سے ہے۔

نفس کو اِخلاص بھری نصیحتیں:

اس گھاٹی کا خلاصہ یہ ہے کہ جب تم اچھی طرح غور وفکر کرو گے تو اطاعتِ الٰہی کی قدر اور لوگوں کے عاجز وکمزور اور ناسمجھ ہونے کو دیکھ لو گے تو پھر تم اپنے دل سے مخلوق کی

طرف متوجہ نہیں ہو گے لہٰذا بندوں کی تعریف وتوصیف اور تعظیم سے بے نیاز ہو جاؤ کیونکہ اس میں کوئی فائدہ نہیں لہٰذا اپنی عبادت سے اُن کی طرف سے کسی شے کا ارادہ مت کرو اور جب تم دنیا کی ذلت وحقارت اور جلدی مٹ جانے کو دیکھو گے تو اپنی عبادت سے رب عَزَّوَجَلَّ کے بجائے بندوں سے تعریف وتوصیف کا قصد نہیں کرو گے اور تم اپنے نفس سے کہو: اے نفس! تمام جہانوں کے رب کی تعریف، اس کا شکر اور اس کا اعزاز بہتر ہے یا عاجز و جاہل مخلوق کی تعریف جو نہ تیرے عمل کی حقیقت کو جانتے ہیں نہ اس میں اُٹھائی جانے والی تکالیف کو پہچانتے ہیں اور وہ تیرے عمل اور اس کی مَشَقَّت کے معاملے میں تیرے حق کو نہیں سمجھتے بلکہ وہ تو بسا اوقات تجھ پر ایسے کو فضیلت دے دیتے ہیں جو تجھ سے ہزار درجہ کم ہوتا ہے اور وہ ایسے ہیں کہ اگر تجھے ان کی شدید حاجت ہوتی ہے تو وہ تجھے بُھلا دیتے ہیں اور اگر وہ ایسا نہیں کرتے تب بھی ان کے ہاتھ میں ہے ہی کیا اور ان کی قدرت کہاں تک ہے؟ پھر یہ کہ وہ بھی اللہ عَزَّوَجَلَّ ہی کے قبضے میں ہیں وہ جب چاہے جہاں چاہے انہیں پھیر دے، لہٰذا اے میرے نفس! سمجھ جا اور مخلوق کی خاطر اپنی قیمتی عبادت کو ضائع مت کر اور اس ذات کی تعریف وعطا سے محروم نہ ہونا جس کی تعریف سارا فخر اور اس کی عطا ہر ذخیرہ ہے۔ کسی کہنے والے نے سچ کہا:

سَهْرُ الْعُيُوْنِ لِغَيْرِ وَجْهِكَ بَاطِلٌ   وَّبُكَاءُهُنَّ لِغَيْرِ وَصْلِكَ ضَائِعٌ

ترجمہ: تیری رضا کے بغیر آنکھوں کی شب بیداری باطل اور تیری ملاقات کے علاوہ ان کا رونا بیکار ہے۔

اور یوں کہو کہ اے نفس! ہمیشہ کی جنت بہتر ہے یا دنیا کا حرام، ناکارہ اور فانی سامان؟ ابھی تو تجھے قدرت ہے کہ تو اپنی عبادت کے ذریعے اس ہمیشہ کی نعمت (جنت) کو حاصل کر

سکتا ہے لہٰذا کم ہمت، کمزور ارادے اور گھٹیا افعال والا مت بننا، کیا تو دیکھتا نہیں جب کبوتر بلندی پر اُڑنے والا ہو تو اس کی قدر وقیمت بڑھ جاتی ہے لہٰذا تو بھی اپنی ساری ہمت بلند پروازی میں لگادے اور اپنے دل کو اللہ تعالیٰ کے لئے خالی کر لے کہ وہی ایک ایسا ہے جس کے قبضے میں سارا معاملہ ہے اور تو بے حیثیت شے کے پیچھے اپنی عبادت ضائع مت کر۔

عبادت میں نعمت واحسان:

اے بندے! یوں ہی جب تم اچھی طرح غور کرو گے تو اس عبادت میں اپنے اوپر اللہ عَزَّوَجَلَّ کی نعمتیں اور اس کے عظیم احسانات دیکھو گے کہ اسی نے تمہیں توفیق دی، عبادت کا سامان دیا اور رُکاوٹوں کو تم سے دور کیا حتّٰی کہ تم عبادت کے لئے فارغ ہو گئے، پھر اس نے توفیق وتائید سے عبادت کو تم پر آسان کر دیا اور اِس کے اچھے ہونے کو تمہارے دل میں ڈالا یہاں تک کہ تم نے اس پر عمل کیا۔ پھر یہ بھی دیکھو کہ اُس ربّ تعالیٰ نے اپنی عظمت وجلالت، تم سے اور تمہاری عبادت سے بے نیازی اور تم پر اپنی کثیر نعمتوں کے باوجود تمہارے لئے اس تھوڑے عمل پر بڑی تعریف اور بڑا ثواب تیار کر رکھا ہے جس کے تم مستحق نہیں۔ پھر اس پر وہ تمہیں شرفِ قبولیت عطا فرماتا ہے اور اس کی بدولت تمہاری تعریف کرتا اور تم سے محبت فرماتا ہے۔ پھر یہ دیکھو کہ سب کچھ اسی کے عظیم فضل کی وجہ سے ہے کسی اور وجہ سے نہیں، ورنہ تمہارا کیا حق بنتا ہے اور تمہارے اس عیب دار حقیر عمل کی قدر وقیمت ہی کیا ہے؟

احسان کو یاد رکھو:

الغرض اپنے نفس سے کہو: اے نفس! اپنے رحیم وکریم اور پاک رب کے اس احسان کو یاد کر جو اس نے عبادت کو بجالانے میں تجھ پر کیا اور اپنے عمل کو خود پسندی کی نگاہ سے

دیکھنے سے شرم کر بلکہ ہر حال میں تجھ پر اللہ عَزَّوَجَلَّ کا فضل واحسان ہے لہٰذا اس عبادت کے حصول پر تیرا کام اللہ عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں ایسی عاجزی وانکساری ہو کہ وہ تیری عبادت قبول فرمالے، کیا تو نے اس کے خلیل حضرت سیِّدُنا ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام کی وہ بات نہیں سنی جو انہوں نے اپنے ربّ کے گھر کی تعمیر کے بعد کہی تھی اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کے اس فضل پر کیسے عاجزی وانکساری کرتے ہوئے اس کے قبول ہونے کی دعا کی تھی:

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا ؕ اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ ﴿۱۲۷﴾ (پ۱، البقرۃ: ۱۲۷)

ترجمۂ کنزالایمان: اے رب ہمارے ہم سے قبول فرما بے شک تو ہی ہے سنتا جانتا۔

اور جب اپنی دعا سے فارغ ہوئے تو عرض کی:

رَبَّنَا وَ تَقَبَّلْ دُعَآءِ ﴿۴۰﴾ (پ۱۳، ابراھیم: ۴۰)

ترجمۂ کنزالایمان: اے ہمارے رب اور میری دعا سن لے۔

اے نفس! پھر اگر اُس نے تیری اِس کھوٹی پونجی کو قبول فرما کر تجھ پر احسان کیا تو اُس نے اپنی نعمت کو مکمل کر دیا اور احسانِ عظیم فرمایا۔ یہ سعادت و دولت، عزت ورِفعت، خِلعت و نعمت اور ذخیرہ و کرامت کتنی ہی اچھی ہے اور اگر تیری حالت اس کے برعکس ہو تو تیرے نقصان و خسارہ اور حرمان نصیبی پر افسوس۔

فوائد و ثمرات:

پس اے بندے! بیان کردہ طریقے میں مشغول ہو جاؤ، اگر تم اس پر ہمیشگی واستقامت رکھو گے، عبادت سے فراغت کے وقت دل میں اس کی تکرار کرو گے اور اللہ عَزَّوَجَلَّ سے مدد مانگو گے تو یہ طریقہ تمہیں مخلوق اور نفس کی طرف متوجہ ہونے سے پھیر دے گا، تمہیں ریاکاری اور خود پسندی سے دور کر دے گا، خالص اپنے لئے عبادات کرنے کی طرف لے

آئے گا اور تمام حالات میں تم پر اللہ عَزَّوَجَلَّ کے احسان کو یاد کرنے میں لگائے رکھے گا۔یوں تمہیں انتہائی اُمید افزا و پاکیزہ عبادات حاصل ہوں گی جن میں کوئی عیب نہ ہو اور ایسی نیکیاں میسر آئیں گی جن میں کوئی کدورت نہ ہو، ایسی مقبول عبادتیں نصیب ہوں گی جن میں کوئی خرابی نہ ہو اور بالفرض اگر ایسی عبادت زندگی میں ایک ہی دفعہ حاصل ہو اور پھر کبھی میسر نہ آئے تو حقیقت میں یہ بھی بہت ہے۔مجھے قسم ہے! اگرچہ ایسی عبادات کی تعداد کم ہو مگر ان کے معنٰی بہت زیادہ، قدر و قیمت بہت بڑی، نفع بہت زیادہ اور انجام بہت اچھا ہے۔ایسی توفیق بہت کم ملتی ہے اور اس چیز کے ساتھ بندے پر اللہ عَزَّوَجَلَّ کا فضل بہت بڑا ہے۔اب بتاؤ کہ اس تحفے سے بڑا تحفہ کون سا ہو سکتا ہے جسے تمام جہانوں کا ربّ عَزَّوَجَلَّ قبول فرمالے، اس سے اچھی کوشش کون سی ہو سکتی ہے جسے ربُّ الْعٰلَمِیْن جَلَّ جَلَالُہٗ قبول کر کے اُس پر بندے کی تعریف فرمائے اور اس سے زیادہ عزت والی پونجی کون سی ہو گی جسے سارے جہانوں کا ربّ عَزَّوَجَلَّ چن لے اور اس سے راضی ہو جائے۔

اے کمزور انسان! اس بات سے ڈرو کہ کہیں خسارہ پانے والے نہ ہو جاؤ اور اگر معاملہ بیان کردہ طریقے پر چل پڑا تو تم اللہ عَزَّوَجَلَّ کے مخلص، اس کے احسان کو یاد رکھنے اور اس پر راضی رہنے والے بندے بن جاؤ گے، اس خوفناک گھاٹی کو اپنے پیچھے چھوڑ کر اس کی آفتوں سے سلامتی میں آجاؤ گے، اس کی بھلائیوں اور فوائد سے دامن بھر کر اس کی سعادتوں اور کرامتوں پر ہمیشہ کے لئے فائز ہو جاؤ گے اور اللہ عَزَّوَجَلَّ ہی اپنے فضل و احسان سے توفیق دینے اور بچانے والا ہے اور نیکی کرنے کی طاقت اور گناہ سے بچنے کی قوت بلند و برتر اللہ عَزَّوَجَلَّ ہی کی طرف سے ہے۔

ساتویں گھاٹی: حمد و شکر کا بیان

شکر لازم ہونے کی دو وجہیں:

اللہ عَزَّوَجَلَّ تمہیں اور ہمیں توفیق دے ما قبل گھاٹی کو عبور کرنے اور آفات سے سلامت عبادات کر کے مقصد میں کامیابی کے بعد تم پر لازم ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی اس عظیم نعمت اور کریم احسان پر اس کی حمد و شکر بجالاؤ اور ایسا کرنا تم پر دو وجہ سے لازم ہے: (۱)... نعمت پر ہمیشگی کے لئے اور (۲)... اس میں اضافہ و ترقی کے لئے۔

نعمت کا دوام:

شکر سے نعمت پر ہمیشگی ملتی ہے کیونکہ شکر نعمتوں کی قید ہے جس سے ان کو دوام و ہمیشگی ملتی ہے اور اسے ترک کر دینے سے نعمتیں زائل ہو جاتی ہیں۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے:

اِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ ؕ (پ۱۳، الرعد: ۱۱)

ترجمۂ کنزالایمان: بے شک اللہ کسی قوم سے اپنی نعمت نہیں بدلتا جب تک وہ خود اپنی حالت نہ بدل دیں۔

ایک دوسری جگہ ارشاد فرمایا:

فَكَفَرَتْ بِاَنْعُمِ اللّٰهِ فَاَذَاقَهَا اللّٰهُ لِبَاسَ الْجُوْعِ وَ الْخَوْفِ بِمَا كَانُوْا يَصْنَعُوْنَ ﴿۱۱۲﴾ (پ۱۴، النحل: ۱۱۲)

ترجمۂ کنزالایمان: تو وہ اللہ کی نعمتوں کی ناشکری کرنے لگی تو اللہ نے اسے یہ سزا چکھائی کہ اسے بھوک اور ڈر کا پہناوا پہنایا بدلہ ان کے کئے کا۔

یوں ہی ارشاد فرمایا:

مَا يَفْعَلُ اللّٰهُ بِعَذَابِكُمْ اِنْ شَكَرْتُمْ وَ اٰمَنْتُمْ ؕ (پ۵، النساء: ۱۴۷)

ترجمۂ کنزالایمان: اور اللہ تمہیں عذاب دے کر کیا کرے گا اگر تم حق مانو اور ایمان لاؤ۔

حضور نبی رحمت، شفیع امت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ نصیحت بنیاد ہے: اِنَّ لِلنِّعَمِ اَوَابِدَ کَاَوَابِدِ الْوَحْشِ فَقَیِّدُوْھَا بِالشُّکْرِ یعنی نعمتیں بھی جنگلی جانوروں کی طرح ہوتی ہیں تو تم انہیں شکر (کی رسی) سے باندھ لو۔[1]

نعمت میں اضافہ:

جہاں تک نعمت میں اضافہ و ترقی کی بات ہے تو جب شکر کے ساتھ نعمت کو قید کر لیا جائے گا تو اس کا پھل زیادہ ہو جائے گا جیسا کہ درج ذیل آیاتِ مبارکہ میں فرمایا ہے:

﴿1﴾...

لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِیْدَنَّكُمْ (پ۱۳، ابراھیم: ۷)

ترجمۂ کنزالایمان: اگر احسان مانو گے تو میں تمہیں اور دوں گا۔

﴿2﴾...

وَالَّذِیْنَ اهْتَدَوْا زَادَهُمْ هُدًى (پ۲۶، محمد: ۱۷)

ترجمۂ کنزالایمان: اور جنہوں نے راہ پائی اللہ نے ان کی ہدایت اور زیادہ فرمائی۔

﴿3﴾...

وَالَّذِیْنَ جَاهَدُوْا فِیْنَا لَنَهْدِیَنَّهُمْ سُبُلَنَا ؕ (پ۲۱، العنکبوت: ۶۹)

ترجمۂ کنزالایمان: اور جنھوں نے ہماری راہ میں کوشش کی ضرور ہم انھیں اپنے راستے دکھادیں گے۔

پھر یہ کہ سمجھ دار مالک جب دیکھتا ہے کہ غلام اس کی نعمت کا حق ادا کر رہا ہے تو وہ اس پر اور بھی انعام کرتا ہے اور اسے اس کا اہل سمجھتا ہے ورنہ اُس سے یہ نعمت منقطع و ختم کر دیتا ہے۔

---

[1]...موسوعۃ ابن ابی الدنیا، الشکر للہ، ۱/ ۴۷۳، حدیث: ۷ ۲ بتغیر عن عمر بن عبد العزیز

نعمتوں کی اقسام:

پھر نعمتوں کی بھی دو قسمیں ہیں:﴿1﴾... دنیاوی نعمتیں اور﴿2﴾... دینی نعمتیں۔

دنیاوی نعمتیں بھی دو طرح کی ہیں:(۱)... نفع کی نعمت(کچھ ملنا) اور (۲)... دفع کی نعمت (کچھ دور ہونا)۔

نفع کی نعمت یہ ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ تمہیں فائدے اور نفع بخش چیزیں عطا فرمائے، اس کی پھر دو قسمیں ہیں:(۱)... سلامتی وعافیت کے لحاظ سے خلقت وپیدائش کا کامل و درست ہونا اور (۲)... کھانے، پینے، لباس اور نکاح وغیرہ خواہشات ولذّات کا حاصل ہونا۔

دفع کی نعمت یہ ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ فاسد اور تکلیف دہ چیزوں کو تم سے دور کر دے۔اس کی بھی دو قسمیں ہیں:(۱)... جسمانی معذوریوں، تمام آفات اور بیماریوں سے تمہیں محفوظ رکھنا اور (۲)... رُکاوٹوں سے پہنچنے والے ضرر وتکلیف کو تم سے دور کرنا اور انسانوں، جِنوں، درندوں یا شیر وغیرہ میں جو تمہیں نقصان دینے کا ارادہ کرے اسے تم سے دور رکھنا۔

دینی نعمتوں کی بھی دو قسمیں ہیں:(۱)... توفیق کی نعمت کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے تمہیں پہلے اسلام پھر سنت اور پھر عبادت کی توفیق بخشی اور (۲)... عصمت(یعنی حفاظت) کی نعمت کہ پہلے تمہیں کفر وشرک سے بچایا اور پھر بدعت وگمراہی سے اور پھر تمام گناہوں سے محفوظ رکھا۔

ان نعمتوں کی تفصیل کو وہی عالِم ومالک جَلَّ جَلَالُہٗ شمار کر سکتا ہے جس نے تمہیں یہ نعمتیں دی ہیں جیسا کہ ارشاد فرماتا ہے:

وَ اِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَاؕ (پ۱۳، ابراھیم: ۳۴)

ترجمۂ کنزالایمان: اور اگر اللہ کی نعمتیں گنو تو شمار نہ کر سکو گے۔

ان تمام نعمتوں کی عطا کے احسان کے بعد ان کا تمہارے پاس باقی رہنا اور بڑھتے رہنا

اللہ عَزَّوَجَلَّ کا ایسا احسان ہے جہاں تمہارا وہم وگمان بھی نہیں پہنچ سکتا اور یہ تمام کی تمام ایک ہی شے سے تعلق رکھتی ہیں اور وہ ہے حمد وشکر اور جب کوئی خصلت ایسی قدر وقیمت والی ہو اور اس میں یہ تمام فوائد ہوں تو غفلت کو پس پشت ڈال کر فوراً اسے اپنالینا چاہیے۔ یہ ایک قیمتی ہیرا اور نادر نکتہ ہے اور اللہ عَزَّوَجَلَّ اپنے فضل ورحمت اور احسان سے توفیق عطا فرمائے۔

حمد وشکر میں فرق:

عُلَمائے کرام رَحِمَهُمُ اللهُ السَّلَام نے حمد وشکر کے مابین فرق بیان کیا ہے۔ بعض فرماتے ہیں: حمد تسبیح وتہلیل کی اقسام سے ہے تو یہ ظاہری کوششوں سے ہوگی جبکہ شکر صبر وتفویض (سپردِ الٰہی) کی اقسام سے ہے تو یہ باطنی کوششوں سے ہوگا۔ بعض علما فرماتے ہیں: تعریف کرنا حمد ہے اور سارے اعضاء کے ساتھ علانیہ وپوشیدہ خالقِ کل کی اطاعت کرنا شکر ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ شکر کہتے ہیں: احسان کرنے والے کی ایسی تعظیم کرنا کہ وہ تعظیم اس کی مخالفت ونافرمانی سے روک دے۔ یہ اُسی وقت ہوگا جب محسن کے احسان کو یاد رکھا جائے اور شکر کی ادائیگی میں شکر کرنے والے کی حالت اچھی ہوتی ہے جبکہ ناشکری کرنے میں ناشکرے کی حالت بُری ہوتی ہے۔

کتنا شکر فرض ہے؟

نعمت کا کم از کم حق یہ ہے کہ اس کے ساتھ نافرمانی کی طرف نہ بڑھا جائے، کتنا بُرا ہے وہ شخص جو انعام کرنے والے کی نعمت کو اسی کی نافرمانی کے لئے ہتھیار بنالیتا ہے۔ جب معاملہ ایسا ہے تو اپنی حقیقت میں بندے پر اتنا شکر فرض ہے کہ ”اللہ عَزَّوَجَلَّ کی نعمتوں کو یاد کرنے کے لحاظ سے اُس کی ایسی تعظیم ہو جو بندے اور نافرمانی کے مابین حائل ہو جائے۔“ جب اس نے ایسا کرلیا تو وہ شکر کی اصل کو پہنچ گیا۔ پھر ان نعمتوں کے مقابلے میں عبادت

واطاعت کی خوب کوشش ہے کیونکہ یہ بھی نعمت کے حقوق میں سے ہے۔ الغرض نافرمانی سے بچنا بے حد ضروری ہے اور توفیق دینے والا اللہ عَزَّوَجَلَّ ہی ہے۔

شکر کی جگہ و مقام:

شکر کی جگہ دینی و دنیاوی نعمتیں ہیں جبکہ دنیاوی زندگی میں جان و مال یا اہل وعیال میں مصیبتیں اور تکلیفیں آنے کے متعلق بعض علما فرماتے ہیں: چونکہ یہ پریشانیاں ہیں تو ان پر شکر نہیں بلکہ صبر ضروری ہے کیونکہ شکر تو نعمت پر ہوتا ہے کسی اور شے پر نہیں۔ جبکہ بعض علما فرماتے ہیں: ہر سختی و تکلیف کے پہلو میں کئی نعمتیں ہوتی ہیں لہٰذا ان نعمتوں کو پیشِ نظر رکھ کر بندے پر شکر کرنا لازم ہے نہ کہ خاص اُس تکلیف پر۔

ہر مصیبت میں چار نعمتیں:

ایسی نعمتوں کے بارے میں حضرت سیِّدُنا ابنِ عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا نے فرمایا: میں جب بھی کسی مصیبت میں گرفتار ہوا تو اس میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کی چار نعمتیں دیکھیں: ایک یہ کہ وہ میرے دین میں نہیں آئی، دوسری یہ کہ اس سے بڑی نہیں آئی تیسری یہ کہ میں قضائے الٰہی پر راضی رہا اور چوتھی یہ کہ اس پر مجھے ثواب کی امید ہے۔

اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ مصیبت و سختی دور ہو جانے والی ہے ہمیشہ رہنے والی نہیں اور یہ بھی ایک نعمت ہے جو اللہ عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے ہے کسی اور کی طرف سے نہیں۔

تکالیف پر شکر ضروری ہے:

بعض علمائے کرام فرماتے ہیں: دنیاوی تکلیفوں پر بندے کو شکر ادا کرنا ضروری ہے کیونکہ یہ تکالیف حقیقت میں نعمتیں ہوتی ہیں، اس کی دلیل یہ ہے کہ ان تکالیف کے بدلے بندے کو آخرت میں کثیر ثواب، عظیم منافع اور عزت والے انعامات دیئے جائیں گے جن

کے مقابلے میں ان تکالیف کی کوئی حیثیت نہیں اور اس سے بڑھ کر بھلا کون سی نعمت ہو سکتی ہے؟اس کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی تمہیں بدمزہ اور کڑوی دوا پلائے تاکہ خطرناک بیماری دور ہو جائے یا کسی بہت بڑی بیماری یا خوفناک خطرے کی وجہ سے کوئی تمہیں پچھنا یا بھری سینگی[1] لگائے تو اِس کا نتیجہ جان کی صحت، بدن کی سلامتی اور زندگی کی بہار ہوگا تو اُس کا تمہیں کڑوی دوا پلا کر تکلیف دینا یا پچھنے و سینگی کا زخم لگانا حقیقت میں ایک بہت بڑا احسان اور عظیم نعمت ہوگی اگرچہ اس کی ظاہری صورت ناپسندیدہ ہے، طبیعت اس سے نفرت کرتی اور نفس وحشت محسوس کرتی ہے مگر پھر بھی تم اُس آدمی کا شکریہ ادا کرتے ہو بلکہ تم سے جتنا ہو سکتا ہے اُس سے حسنِ سلوک کرتے ہو پس یہی حکم اِن مصیبتوں اور سختیوں کا بھی ہے۔

کیا تم نہیں دیکھتے کہ آقائے دو عالَم، شہنشاہِ اُمَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم مصائب پر بھی ایسے ہی حمد و شکر بجالاتے تھے جیسے خوش کرنے والی چیزوں پر کیا کرتے تھے۔ چنانچہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے یوں حمد کی: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰى مَا سَاءَ وَسَرَّ یعنی ہر خوش وناخوش کرنے والی بات پر اللہ عَزَّوَجَلَّ کی حمد ہے۔[2]

نعمت کا خیر ہونا کیا ہے؟

اور کیا تم ربّ تعالٰی کا یہ فرمانِ عالی شان نہیں دیکھتے:

فَعَسٰۤى اَنْ تَكْرَهُوْا شَیْــٴًـا وَّ یَجْعَلَ اللّٰهُ فِیْهِ خَیْرًا كَثِیْرًا (پ۴، النسآء: ۱۹)

ترجمۂ کنزالایمان: تو قریب ہے کہ کوئی چیز تمہیں ناپسند ہو اور اللہ اس میں بہت بھلائی رکھے۔

1... یہ درد کے علاج کا ایک مخصوص طریقہ ہے جس میں سوراخ کیا ہوا سینگ درد کی جگہ رکھ کر منہ کے ذریعے جسم کی گرمی کھینچتے ہیں۔ (فیضان سنت، فیضان رمضان، ص ۱۰۵۳)

2... تخریج نہیں ملی۔ (علمیہ)

جس چیز کو اللہ عَزَّوَجَلَّ بھلائی اور خیر فرما دے وہ تیرے وہم وگمان میں آنے والی بھلائی سے زیادہ ہے، اس قول کی تاکید یہ بات بھی کرتی ہے کہ نعمت کا خیر ہونا یہ نہیں کہ اُس سے لذت حاصل ہوتی ہے اور طبیعت کے تقاضے پر نفس اس کی خواہش کرتا ہے بلکہ نعمت وہ ہے جو درجہ کی بلندی کو زیادہ کرے اور اسی لئے نعمت کو" زیادہ ہونے"کے معنیٰ میں استعمال کیا جاتا ہے، لہٰذا جب تکلیف بندے کی عزت وشرف میں بلندی کا سبب بنے تو حقیقت میں وہ نعمت ہی ہوتی ہے اگرچہ بظاہر اسے سختی وتکلیف شمار کیا جائے۔

صابر افضل یا شاکر؟

اس بارے میں بہت اختلاف ہے کہ شکر کرنے والا افضل ہے یا صبر کرنے والا؟ اور تحقیق یہ ہے کہ حقیقت میں صبر کرنے والا ہی شکر کرنے والا ہوتا ہے اور شکر کرنے والا ہی صبر کرنے والا ہوتا ہے کیونکہ شکر گزار آزمائش و سختی کے گھر میں ہے جہاں سختی کے سوا کوئی چارہ نہیں اور اُسے بہر صورت اس پر صبر کرنا ہوگا اور پریشانی وبے صبری سے بچنا ہوگا کیونکہ شکر کہتے ہیں: نعمت دینے والے کی ایسی تعظیم کرنا جو اس کی نافرمانی سے روک دے جبکہ بے صبری نافرمانی ہے۔

یوں ہی صبر کرنے والا بھی نعمت سے خالی نہیں ہوتا جیسا کہ گزر چکا کہ سختی بھی حقیقت میں نعمت ہے لہٰذا اگر وہ صبر کرے تو یہ بھی در حقیقت شکر ہوگا کیونکہ اُس نے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی تعظیم کی خاطر خود کو جزع وفزع (پریشانی وبے صبری) سے روکا ہے اور شکر بھی اسی چیز کا نام ہے کہ بطورِ تعظیمِ الٰہی خود کو ناشکری وبے صبری سے روکے پس اُس نے خود کو نافرمانی سے روکا اور اپنے نفس کو شکر پر اُبھارا اور عبادت پر صبر کیا تو یوں وہ حقیقت میں صبر کرنے والا ہو گیا اور صابر نے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی تعظیم کی حتّٰی کہ اِس تعظیم نے اُسے

پہنچنے والی مصیبت پر بے صبری سے روک دیا اور صبر پر اُبھارا تو یوں وہ در حقیقت شکر کرنے والا ہو گیا۔ ایک وجہ یہ بھی ہے کہ نفس کی چاہت کے باوجود اُسے ناشکری سے روکنا ایک سختی ہے جس پر شکر گزار صبر کرتا ہے اور صبر و عصمت کی توفیق بھی ایک نعمت ہے جس پر صبر کرنے والا شکر ادا کرتا ہے لہٰذا نتیجہ یہ نکلا کہ صبر و شکر ایک دوسرے سے جُدا نہیں کیونکہ ان دونوں پر اُبھارنے والی بصیرت ایک ہی ہے اور وہ ہے استقامت کی بصیرت، اسی لئے ہم نے کہا کہ صبر و شکر ایک دوسرے سے جُدا نہیں۔

شکر واجب ہونے کی وجہ:

اے بندے! اس گھاٹی کو عبور کرنے میں اپنی پوری کوشش لگا دے جس کا بوجھ آسان، فائدہ بڑا اور نچوڑ و ماحاصل پسندیدہ ہے۔ اب یہاں دو بنیادی باتوں پر غور کرو۔

پہلی بات: نعمت اسی کو دی جاتی ہے جو اس کی قدر و قیمت جانتا ہو اور وہ قدر جاننے والا شکر گزار ہی ہے، ہماری اس بات کی دلیل ربّ عَزَّوَجَلَّ کا وہ فرمان ہے جس میں کفار کی بات بیان کرکے ان کا رد کیا گیا ہے۔ چنانچہ، ارشادِ ربانی ہے:

اَهٰۤؤُلَآءِ مَنَّ اللّٰهُ عَلَیْهِمْ مِّنْۢ بَیْنِنَاؕ اَلَیْسَ اللّٰهُ بِاَعْلَمَ بِالشّٰكِرِیْنَ(۵۳)

ترجمۂ کنزالایمان: کہیں (کافر بولیں) کیا یہ ہیں جن پر اللہ نے احسان کیا ہم میں سے کیا اللہ خوب نہیں جانتا حق ماننے والوں کو۔

(پ۷، الانعام: ۵۳)

ان جاہلوں کا خیال تھا کہ عظیم نعمت اور قیمتی احسان اسی پر ہوتا ہے جس کے پاس مال زیادہ ہو اور وہ حسب و نسب میں اعلیٰ ہو۔ کفار نے کہا: ان غلام و آزاد فقیروں کو کیا ہو گیا، یہ سمجھتے ہیں ہم جیسے معزز لوگوں کو چھوڑ کر یہ عظیم نعمت انہیں عطا کی گئی ہے۔ پھر تکبر کرتے اور مذاق اُڑاتے ہوئے کہنے لگے: ”کیا یہ ہیں جن پر اللہ نے احسان کیا ہم میں

سے۔" تو اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اس روشن نکتے کے ساتھ انہیں جواب دیا:

اَلَیۡسَ اللّٰہُ بِاَعۡلَمَ بِالشّٰکِرِیۡنَ ﴿۵۳﴾ ترجمۂ کنزالایمان: کیا اللہ خوب نہیں جانتا حق ماننے والوں کو۔ (پ۷، الانعام: ۵۳)

نعمت کی قدر و قیمت:

آیت کی وضاحت یہ ہے کہ کریم بادشاہ نعمت اسی کو دیتا ہے جو نعمت کی قدر و قیمت جانتا ہو اور قدر و قیمت وہی جانتا ہے جو دل و جان سے اس نعمت کی طرف بڑھے، غیر کے مقابلے میں اسی کو ترجیح دے اور اس کے حصول کی راہ میں آنے والی مشکلات کی پروانہ کرے اور ساتھ ہی ساتھ نعمت دینے والے کی چوکھٹ کو بطور شکر تھامے رکھے۔ ہمارے (یعنی اللہ عَزَّوَجَلَّ کے) ازلی علم میں تھا کہ یہی کمزور لوگ اس نعمت (یعنی ایمان) کی قدر و قیمت جانتے ہیں اور شکر ادا کرنے والے ہیں لہٰذا اے کافرو! یہی لوگ تم سے زیادہ اس کے حقدار تھے، تمہارے جاہ و حشمت، مال و دولت اور دنیاوی حسب و نسب کا کوئی اعتبار نہیں، تم تو دین، حق اور معرفتِ الٰہی کے بجائے حسب و نسب ہی کو تمام تر نعمت سمجھتے ہو اور اسی کے ساتھ ایک دوسرے پر فخر و بڑائی کا مظاہرہ کرتے ہو، کیا تم یہ نہیں دیکھتے کہ تم اس دین، علم اور حق کو قبول کرنے کے قریب بھی ہوتے ہو تو اسے تمہارے پاس لانے والے پر ہی احسان جتاتے ہو اور اس نعمت سے تم اس لئے بھی محروم رہے کہ تم اسے حقیر سمجھتے ہو اور اس سے کوئی شغف نہیں رکھتے جبکہ وہ کمزور لوگ اس دین پر اپنی جانیں قربان کرتے ہیں، اس کی خاطر پوری ہمت لگا دیتے ہیں اور اس راہ میں ان کا کچھ بھی ضائع ہو جائے یہ اس کی پروا کرتے ہیں نہ اپنے دشمنوں کو کسی خاطر میں لاتے ہیں تاکہ تمہیں معلوم ہو جائے کہ یہی لوگ اس نعمت کی قدر و قیمت جانتے ہیں اور ان کے دلوں میں اس کی عظمت ایسی راسخ ہو گئی ہے کہ اس کے لئے ہر شے قربان کرنا

ان پر آسان ہو گیا، ہر سختی برداشت کرنا لذت و سُرور بن گیا ہے اور انہوں نے اپنی تمام زندگی اس نعمت کی شکر گزاری میں بسر کرنے کا تہیہ کر رکھا۔ پس اسی لئے یہ لوگ ہمارے علمِ ازلی میں اس عظیم نعمت اور قیمتی احسان کے اہل قرار پائے اور ہم نے تمہارے بجائے انہیں اس نعمت کے ساتھ خاص کر لیا۔

دینی نعمت کے قدر دان:

یونہی تم دیکھو کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے جن لوگوں کو کسی دینی نعمت علم یا عمل کے ساتھ خاص کیا حقیقت میں وہی لوگ اس نعمت کی قدر و قیمت کو زیادہ جاننے والے، اس کی زیادہ تعظیم کرنے والے، اس کے حصول میں کوشش کرنے والے اور اسے بڑا سمجھتے ہوئے اس کا شکریہ ادا کرنے والے ہوں گے جبکہ بعض کو اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اس سے محروم رکھا اور انہیں تقدیر کے مطابق نعمت سے ان کی لاپرواہی اور بے تعظیمی کی وجہ سے محروم رکھا ہے پھر اگر علم و عبادت کی تعظیم عوام اور بازاری لوگوں کے دلوں میں بھی ویسی ہی ہوتی جیسی علما اور عبادت گزاروں کے دلوں میں ہے تو وہ کبھی بازاروں کو ترجیح نہ دیتے بلکہ بازاروں کو چھوڑنا ان پر آسان ہو جاتا۔ کیا تم دیکھتے نہیں کہ جب کوئی فقیہ (عالم) کسی ایسے مسئلے کو واضح کر لیتا ہے جو پہلے اس پر مشتبہ تھا تو اس کا دل کیسے خوشی سے جھوم اٹھتا ہے اور سُرور کتنا بڑھ جاتا ہے اور اس کے دل میں اس کی قدر و منزلت اتنی بڑھ جاتی ہے کہ اگر اسے لاکھوں دینار بھی دیئے جاتے تو وہ اتنا خوش نہ ہوتا۔ بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ فقیہ کو کوئی دینی مسئلہ اٹک جاتا ہے تو وہ سال بھر بلکہ 10 سال تک بلکہ 20 سال تک اس میں غور و فکر کرتا رہتا ہے مگر پھر بھی اکتاتا نہیں حتّٰی کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ اسے اس کی سمجھ عطا فرما دیتا ہے تو وہ اسے اللہ عَزَّوَجَلَّ کا بہت بڑا احسان اور عظیم نعمت سمجھتا ہے اور اس پر خود کو دولت مندوں

سے بڑھ کر دولت مند اور عزت داروں سے بڑھ کر عزت دار سمجھتا ہے بلکہ کبھی کبھی تو کسی بازاری یا کسی سُست طالب علم کو اپنے جیسا علم و محبت میں شوق ورغبت رکھنے والا سمجھ کر اس کے سامنے یہ مسئلہ بیان کر دیتا ہے مگر وہ بازاری یا سُست طالب علم اسے اہمیت نہیں دیتا۔

یہی حال اللہ عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں رجوع کرنے والے کا ہوتا ہے، وہ رِیاضت اور نفس کو شہوتوں اور لذتوں سے محفوظ رکھنے کے لئے کس قدر محنت و کوشش کرتا ہے، اس اُمید پر کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ پوری طہارت اور آداب کے ساتھ دو رکعت کی توفیق عطا فرمادے اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں کس قدر گریہ وزاری کرتا ہے کہ شاید اللہ عَزَّوَجَلَّ قلبی صفائی اور حلاوت کے ساتھ گھڑی بھر مناجات نصیب کر دے پھر اگر وہ مہینے، سال بلکہ اپنی ساری زندگی میں ایک مرتبہ بھی اسے پانے میں کامیاب ہو جائے تو اس کو بہت بڑا احسان اور عظیم ترین نعمت سمجھتا ہے اور کس قدر خوش ہوتا اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کا شکر ادا کرتا ہے اور اُن مشقتوں کی کوئی پروا نہیں کرتا جو اُس نے راتوں کو جاگ کر اُٹھائیں اور لذتوں کو چھوڑ دیا۔

بے قدرے لوگ:

پھر تم ایسے لوگوں کو بھی دیکھو گے جو خود کو عبادتوں کا شوقین خیال کرتے ہیں اور چاہتے ہیں ہمیں خالص عبادت نصیب ہو جائے لیکن اگر ایسی عبادت کے لئے انہیں رات کے کھانے کا ایک لقمہ چھوڑنا پڑے یا کوئی فضول بات ترک کرنی پڑے یا پھر ایک ساعت کی نیند قربان کرنی پڑے تو ان کا نفس اس پر آمادہ نہیں ہوتا اور نہ ہی ان کے دل اس پر خوش ہوتے ہیں اور اگر اتفاق سے اُن کو خالص عبادت حاصل ہو بھی جائے تو وہ اُسے کوئی بڑا معاملہ نہیں سمجھتے اور نہ اُس کا کوئی بڑا شکر ادا کرتے ہیں بلکہ اُن کی خوشی اُس وقت ہوتی ہے اور اُن کی زبان سے حمد کا کلمہ اُس وقت نکلتا ہے جب اُنہیں کوئی درہم یا روٹی کا کوئی ٹکڑا

مل جائے یا پسندیدہ سالن نصیب ہو جائے یا پھر بدن کی سلامتی کے لئے نیند آجائے تو اُس وقت کہتے ہیں: اَلْحَمْدُ لِلّٰہ عَزَّوَجَلَّ یہ اللہ کا احسان ہے۔ پھر بھلا ان جیسے غافل عاجز لوگ محنت و کوشش اور مجاہدہ کرنے والے نیک بخت لوگوں کے برابر کیسے ہو سکتے ہیں؟ اسی لئے یہ بے چارے محروم ہیں اور جنہیں توفیقِ الٰہی نصیب ہے وہ کامیاب و کامران ہیں پس اسی طرح ہدایت کے معاملے کو بھی اَحْکَمُ الْحَاکِمِیْن جَلَّ جَلَالُہٗ نے تقسیم فرما دیا ہے اور یہ تفصیل ہے ربّ عَزَّوَجَلَّ کے اس مبارک فرمان کی:

اَلَیْسَ اللّٰہُ بِاَعْلَمَ بِالشّٰکِرِیْنَ ﴿۵۳﴾ (پ۷، الانعام: ۵۳)

ترجمۂ کنزالایمان: کیا اللہ خوب نہیں جانتا حق ماننے والوں کو۔

دوسری بات: جو نعمت کی قدر نہیں جانتا اس سے نعمت چھین لی جاتی ہے اور قدر نہ جاننے والا ناشکرا ہوتا ہے جو نعمت کا منکر ہوتا ہے اور اس کا شکر بجا نہیں لاتا، اس کی دلیل ربّ عَزَّوَجَلَّ کا یہ فرمان ہے:

وَاتْلُ عَلَیْهِمْ نَبَاَ الَّذِیْۤ اٰتَیْنٰهُ اٰیٰتِنَا فَانْسَلَخَ مِنْهَا فَاَتْبَعَهُ الشَّیْطٰنُ فَكَانَ مِنَ الْغٰوِیْنَ ﴿۱۷۵﴾ وَلَوْ شِئْنَا لَرَفَعْنٰهُ بِهَا وَلٰكِنَّهٗۤ اَخْلَدَ اِلَى الْاَرْضِ وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ ۚ فَمَثَلُهٗ كَمَثَلِ الْكَلْبِ ۚ اِنْ تَحْمِلْ عَلَیْهِ یَلْهَثْ اَوْ تَتْرُكْهُ یَلْهَثْ ؕ ذٰلِكَ مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِیْنَ كَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا ۚ (پ۹، الاعراف: ۱۷۵، ۱۷۶)

ترجمۂ کنزالایمان: اور اے محبوب انھیں اس کا احوال سناؤ جسے ہم نے اپنی آیتیں دیں تو وہ ان سے صاف نکل گیا تو شیطان اس کے پیچھے لگا تو گمراہوں میں ہو گیا اور ہم چاہتے تو آیتوں کے سبب اُسے اٹھا لیتے مگر وہ تو زمین پکڑ گیا اور اپنی خواہش کا تابع ہوا تو اس کا حال کتے کی طرح ہے تو اس پر حملہ کرے تو زبان نکالے اور چھوڑ دے تو زبان نکالے یہ حال ہے ان کا جنھوں نے ہماری آیتیں جھٹلائیں۔

یہ آیت بلعم بن باعورا اور اُن لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی جو نعمتوں کی ناشکری کرنے میں اُس کی مثل ہیں۔ بلعم بنی اسرائیل کے بڑے بزرگوں میں سے تھا، اسم اعظم جانتا تھا اور لوحِ محفوظ کا لکھا دیکھ لیتا تھا، بنی اسرائیل نے اس سے کہا کہ ”حضرت سیِّدُنا موسیٰ کَلِیْمُ اللّٰہ عَلَیْہِ السَّلَام کے خلاف (ہلاکت کی) دعا کرو تاکہ حضرت سیِّدُنا موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کے جو احکام سناتے ہیں اُن سے ہماری جان چھوٹ جائے (مَعَاذَاللّٰہ)۔“ چنانچہ وہ تحائف اور مال ودولت دے کر بلعم کو مسلسل اکساتے رہے بالآخر وہ بدبخت حضرت سیِّدُنا موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کے خلاف بددعا کرنے کے لئے راضی ہوگیا پس جیسے ہی اس نے اپنی زبان سے الفاظ نکالنے کا ارادہ کیا اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ نے اس کے دل سے ایمان نکال لیا اور اُس سے اپنے سارے انعامات چھین لئے۔

دنیا کو سب کچھ سمجھنے والا:

مذکورہ آیتِ مبارکہ کی وضاحت یہ ہے کہ ہم نے اس بندے پر دین کے معاملے میں بڑی اور عظیم نعمتیں فرمائیں، اپنی بارگاہ میں بڑا اور بلند رُتبہ عطا کیا تو وہ ہمارے نزدیک جاہ وجلال اور بلند قدر ومنزلت والا ہوگیا لیکن ہماری نعمتوں سے غافل ہوکر ان کی ناقدری کر بیٹھا اور کمتر وکمینی دنیا اور گھٹیا نفسانی خواہش کی طرف مائل ہوگیا، اس نے یہ بھی نہ جانا کہ دنیا اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کے نزدیک سب سے چھوٹی دینی نعمت جتنی بلکہ مچھر کے پر برابر بھی اہمیت نہیں رکھتی، نعمتوں کی ناشکری میں وہ اس کتے کی طرح ہوگیا جو عزت وذلت اور بزرگی وحقارت کی پہچان ہی نہیں رکھتا، اُس کے نزدیک تمام تر عزت وبزرگی روٹی کے ایک ٹکڑے میں ہوتی ہے جسے وہ کھالے یا دستر خوان کی ایک ہڈی میں جسے اُس کی طرف پھینک دیا جائے، چاہے تو اُسے اپنے ساتھ تخت پر بٹھائے یا اپنے سامنے گندگی اور مٹی میں

کھڑا کر دے بہر صورت اس کی تمام تر لالچ اور نعمت و عزت صرف کھانے پینے میں ہی ہوتی ہے۔بس! یہ بُرا بندہ بھی ایسا ہے کہ ہماری نعمتوں، عطاؤں اور عزتوں کی ناقدری وناشکری کی تو اس کی بصیرت کند ہوگئی، ہمیں چھوڑ کر غیر کی طرف متوجہ ہونے کے سبب مقام قرب میں اس کا ادب بُرا ہو گیا، ہماری نعمتوں کو بھول کر حقیر و خسیس دنیا کی طرف متوجہ ہو گیا تو پھر ہم نے اس پر اپنی تدبیر کی نگاہ ڈالی اور اسے انصاف کے میدان میں کھڑا کر دیا۔ پھر ہم نے اس کے متعلق اپنی قدرت و طاقت سے فیصلہ فرمایا تو اس سے اپنی تمام عزتیں و خلعتیں چھین لیں اور اس کے دل سے اپنی معرفت نکال دی پس وہ ہماری دی گئی تمام نعمتوں سے خالی ہو گیا اور ایک ہانکا ہوا کتا یا دھتکارا ہوا شیطان ہو گیا۔

ہم بار بار اللہ عَزَّوَجَلَّ کی ناراضی اور اس کے دردناک عذاب سے پناہ چاہتے ہیں بے شک وہ ہم پر مہربان اور رحم فرمانے والا ہے۔

نعمت والو! سمجھ جاؤ:

یہاں ایک بادشاہ کی مثال سے بھی سمجھ سکتے ہو جو اپنے کسی غلام کو عزت دے، اُسے اپنے خاص کپڑے پہنائے، اپنا قرب بخشے اور اسے اپنے تمام خادموں اور دربانوں کا سردار بنا دے پھر اُسے اپنے دروازے پر رہنے کا حکم دے اور دوسری طرف یہ فرمان جاری کرے کہ اِس کے لئے فلاں جگہ محل تعمیر کئے جائیں، بلند تخت بچھائے جائیں، طرح طرح کے کھانے چنے جائیں، اس کے لئے کنیزیں سجائی جائیں اور خوبرو نوجوان سربستہ کھڑے رہیں یہاں تک کہ جب وہ بادشاہ کی خدمت سے واپس لوٹے تو اُسے اُن محلات میں باعزت مخدوم بادشاہ کی حیثیت سے ٹھہرایا جائے۔اب بادشاہ کی خدمت اور اپنے بادشاہ بننے کے درمیان دن کی ایک گھڑی یا اس سے بھی کم وقت رہتا ہو اور اسی دوران یہ

غلام دروازے پر جانوروں کی دیکھ بھال کرنے والے کسی نوکر کو روٹی کا ٹکڑا کھاتے یا کسی کتے کو ہڈی چباتے ہوئے دیکھے تو بادشاہ کی خدمت کو چھوڑ کر اُن کو دیکھنے میں مشغول ہو جائے اور شاہی خلعت و عزت کی طرف سے توجہ ہٹا کر روٹی کھانے والے نوکر کی طرف دوڑے اور اپنا ہاتھ پھیلا کر اس سے روٹی کا ٹکڑا مانگنے لگے یا ہڈی کے لئے کتے سے مزاحمت کرنے لگے اور اُن پر رشک کرتے ہوئے ان کی اس حالت کو بڑا سمجھنے لگے تو کیا بادشاہ جب اس آدمی کو اِس حالت میں دیکھے گا تو یہ نہ کہے گا کہ اس بے وقوف اور کمینے شخص نے ہماری عزت کا حق نہ پہچانا اور ہم نے اسے جو خِلعَت عطا کی، اپنی بارگاہ میں قرب دیا، اس پر اپنی خاص نظرِ عنایت کی اور اس کے لئے دولت کے ذخیرے اور کئی قسم کی نعمتیں مہیا کیں اِس نے ان کی قدر و قیمت کو سمجھا ہی نہیں، یہ تو بڑا جاہل اور بد تمیز انسان ہے، اِس سے تمام انعام و اکرام چھین لو اور ہمارے دروازے سے دُور کر دو۔

پس یہی حال اس عالم کا ہے جو دنیا کی طرف مائل ہو جائے اور اس عابد کا جو اپنی خواہشات کی پیروی کرنے لگے حالانکہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اسے عبادت، نعمتوں کی پہچان، شریعت اور احکام کی معرفت سے نوازا مگر اس نے ان کی قدر و قیمت نہیں پہچانی اور اس چیز کی طرف مائل ہوتا ہے جو اللہ عَزَّوَجَلَّ کے نزدیک انتہائی حقیر و کمتر ہے، یہ اس کی رغبت اور حرص رکھتا ہے اور اِس کے دل میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے عطا کردہ علم و حکمت اور عبادت و حقائق جیسی عظیم نعمتوں کے مقابلے میں اس دنیا کی محبت بڑی اور زیادہ ہو گئی ہے۔

بد ترین انسان:

نیز اُس بندے کا بھی یہی معاملہ ہے جسے اللہ عَزَّوَجَلَّ نے کئی قسم کی توفیق عطا فرمائی، اُسے کئی طرح کی خدمت و عبادت سے زینت بخشی اور اکثر اوقات اس پر نظرِ رحمت فرمائی

یہاں تک کہ فرشتوں کے سامنے اس پر فخر فرمایا، اسے اپنی بارگاہ میں سرداری ووجاہت عطا کی، اسے مقامِ شفاعت عطا فرمایا اور اسے عزت وشرف کی وہ منزل عطا فرمائی کہ اگر وہ دعا کرے تو ربّ تعالیٰ قبول فرمالے اور لَبَّیْك فرمائے، وہ مانگے تو ربّ تعالیٰ اسے عطا فرماکر غنی کر دے اور اگر ایک جہان کی شفاعت کرے تو ربّ تعالیٰ سب کے حق میں اس کی شفاعت قبول فرماکر اسے راضی کر دے، وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ پر کسی چیز کی قسم کھائے تو وہ اسے پوری کر دے، اس کے دل میں کسی چیز کا خیال آئے تو زبان پر سوال آنے سے پہلے ہی ربّ عَزَّوَجَلَّ اسے عطا فرمادے پس جس کی یہ حالت ہو پھر وہ اِس نعمت دینے والے کی قدر پہچانے نہ ہی اس نعمت کے مرتبہ کو دیکھے بلکہ انہیں چھوڑ کر بے حیا وبے کار نفس کی خواہش کی طرف پھر جائے یا فانی وگھٹیا دنیا کی چمک کو مرکزِ نگاہ بنالے اوران عزتوں، نعمتوں، تحفوں اور احسانوں کو نہ دیکھے اور نہ ہی آخرت کے عظیم ثواب اور دائمی نعمتوں کی طرف نظر کرے تو اس سے زیادہ حقیر اور بدترین انسان بھلا اور کون ہو سکتا ہے؟ اگر جانے تو اس کا خطرہ کس قدر بڑا؟ اور اگر سمجھے تو اس کا فعل کس قدر بے حیائی والا ہے؟ ہم اللہ عَزَّوَجَلَّ سے سوال کرتے ہیں کہ وہ اپنے عظیم فضل اور وسیع رحمت سے ہماری اصلاح فرمائے بے شک وہ سب سے بڑھ کر رحم فرمانے والا ہے۔

نعمتوں کی تحقیر سے بچو:

اے بندے! خود پر اللہ عَزَّوَجَلَّ کی نعمتوں کی قدر ومنزلت پہچاننے کے لئے تمہیں پوری کوشش کرنا ضروری ہے پس اگر وہ تمہیں کوئی دینی نعمت عطا فرمائے تو دنیا اور اس کے سامان کی طرف توجہ کرنے سے بچو کیونکہ اگر تم اس طرف متوجہ ہوئے تو یہ اپنے رب تعالیٰ کی جانب سے ملنے والی دینی نعمت کے ساتھ ایک قسم کی تحقیر ہوگی، کیا تم نے نہیں سنا کہ رب عَزَّوَجَلَّ

نے سَیِّدُ الْمُرْسَلِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے کیا فرمایا ہے؟ وہ ارشاد فرماتا ہے:

وَ لَقَدْ اٰتَیْنٰكَ سَبْعًا مِّنَ الْمَثَانِیْ وَ الْقُرْاٰنَ الْعَظِیْمَ ﴿۸۷﴾ لَا تَمُدَّنَّ عَیْنَیْكَ اِلٰى مَا مَتَّعْنَا بِهٖۤ اَزْوَاجًا مِّنْهُمْ وَ لَا تَحْزَنْ عَلَیْهِمْ وَ اخْفِضْ جَنَاحَكَ لِلْمُؤْمِنِیْنَ ﴿۸۸﴾

(پ۱۴، الحجر: ۸۷، ۸۸)

ترجمۂ کنز الایمان: اور بے شک ہم نے تم کو سات آیتیں دیں جو دہرائی جاتی ہیں اور عظمت والا قرآن اپنی آنکھ اٹھا کر اس چیز کو نہ دیکھو جو ہم نے ان کے کچھ جوڑوں کو برتنے کو دی اور ان کا کچھ غم نہ کھاؤ اور مسلمانوں کو اپنے رحمت کے پَروں میں لے لو۔

نیکوں سے دنیا کی دوری:

یہ آیتِ مبارکہ اس بات کی دلیل ہے کہ جسے قرآن پاک عطا کیا جائے اسے دنیا کی طرف راغب ہونا تو درکنار دنیا کی طرف توجہ بھی نہیں کرنی چاہیے بلکہ اس پر لازم ہے کہ وہ نعمتِ قرآن پر شکر ادا کرے کیونکہ یہ ایک بزرگی ہے اور ہدایت تو تمام بزرگیوں سے بڑی عزت و بزرگی ہے جبکہ دنیا کا سازوسامان تو ایک مصیبت ہے جس میں اللہ عَزَّوَجَلَّ ہر کافر، فرعون، مُلحِد و زِندیق اور جاہل و فاسق کو مبتلا کرتا ہے جو کہ اُس کی ذلیل ترین مخلوق ہیں اور وہ اِس گھٹیا دنیا کو ہر نبی، صِدّیق اور عالِم و عابد سے دور رکھتا ہے جو کہ اُس کی بہترین مخلوق ہیں اور بعض اوقات تو انہیں روٹی کا ٹکڑا اور کپڑے کا چیتھڑا بھی نصیب نہیں ہوتا اور اللہ عَزَّوَجَلَّ انہیں احسان جتاتا ہے کہ اس نے انہیں دنیا کی گندگی سے آلودہ نہیں فرمایا۔ چنانچہ

اللہ عَزَّوَجَلَّ نے حضرت سیِّدُنا موسیٰ اور حضرت سیِّدُنا ہارون عَلَیْہِمَا السَّلَام سے فرمایا: اگر میں چاہوں تو تمہیں ایسی زینت دوں جسے دیکھ کر فرعون جان لے کہ ایسی زینت اس کی طاقت سے باہر ہے اور میں ضرور ایسا کر سکتا ہوں مگر میں تم دونوں سے دنیا دور کر کے تمہیں

اس سے بے پرواکر دوں گا اور میں اپنے دوستوں کے ساتھ ایسا ہی کرتا ہوں، میں انہیں دنیاوی نعمتوں سے ایسے ہی دور رکھتا ہوں جیسے مہربان چرواہا اپنے اونٹوں کو خارش زدہ اونٹوں سے دور رکھتا ہے، میں انہیں دنیا کے عیش و آرام سے اس لئے دور نہیں رکھتا کہ ان کی میرے نزدیک کوئی اہمیت نہیں بلکہ اس لئے کہ وہ میری جانب سے عزت وانعام کو پورے طور پر حاصل کریں۔

فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

وَ لَوْ لَاۤ اَنْ یَّكُوْنَ النَّاسُ اُمَّةً وَّاحِدَةً لَّجَعَلْنَا لِمَنْ یَّكْفُرُ بِالرَّحْمٰنِ لِبُیُوْتِهِمْ سُقُفًا مِّنْ فِضَّةٍ وَّ مَعَارِجَ عَلَیْهَا یَظْهَرُوْنَ ﴿۳۳﴾ وَ لِبُیُوْتِهِمْ اَبْوَابًا وَّ سُرُرًا عَلَیْهَا یَتَّكِـُٔوْنَ ﴿۳۴﴾ وَ زُخْرُفًاؕ وَ اِنْ كُلُّ ذٰلِكَ لَمَّا مَتَاعُ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَاؕ وَ الْاٰخِرَةُ عِنْدَ رَبِّكَ لِلْمُتَّقِیْنَ ﴿۳۵﴾

(پ۲۵، الزخرف: ۳۳تا۳۵)

ترجمۂ کنزالایمان: اور اگر یہ نہ ہوتا کہ سب لوگ ایک دین پر ہو جائیں تو ہم ضرور رحمٰن کے منکروں کے لیے چاندی کی چھتیں اور سیڑھیاں بناتے جن پر چڑھتے اور ان کے گھروں کے لیے چاندی کے دروازے اور چاندی کے تخت جن پر تکیہ لگاتے اور طرح طرح کی آرائش اور یہ جو کچھ ہے جیتی دنیا ہی کا اسباب ہے اور آخرت تمہارے رب کے پاس پرہیزگاروں کے لیے ہے۔

حق ادا نہ ہو سکے:

اے بندے! اگر تم کچھ بصیرت رکھتے ہو تو دونوں کے مابین فرق پر غور کرو اور کہو کہ ”تمام تعریفیں اس اللہ عَزَّوَجَلَّ کے لئے ہے جس نے اپنے اولیا و اصفیا والا احسان مجھ پر بھی فرمایا اور اپنے دشمنوں والے فتنے کو مجھ سے دور رکھا۔“ اور یہ اس لئے کہ ہم کثیر شکر، بڑی حمد، بڑے احسان اور عظیم نعمت کے ساتھ خاص ہو جائیں جو کہ اسلام ہے پس یہی پہلی اور آخری نعمت ہے جس کے شکر میں تم اپنے دن رات ایک کر دو اور اگر تم اس کی قدر و قیمت

سمجھنے سے عاجز ہو تو جان لو کہ اگر تمہیں دنیا کی ابتدا میں ہی پیدا کر دیا جاتا پھر تمہیں اسلام کی دولت سے نواز دیا جاتا اور تم اس ابتدائی وقت سے ابد تک اس کا شکر ادا کرتے رہتے تب بھی اس کا تھوڑا سا حق بھی ادا نہ کر پاتے کیونکہ یہ بہت بڑی نعمت اور کامیابی ہے۔

کیا تم نے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا اِمامُ المرسلین صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے لئے یہ فرمان نہیں سنا:

وَ كَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَیْكَ عَظِیْمًا ﴿۱۱۳﴾ ترجمۂ کنزالایمان: اور **اللہ** کا تم پر بڑا فضل ہے۔

(پ۵، النسآء: ۱۱۳)

ادائے شکر کے کلمات:

ایک مرتبہ رسولِ اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ایک شخص کو یہ کہتے سنا: "اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلَی الْاِسْلَام یعنی سب تعریفیں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے لئے کہ اُس نے اسلام عطا فرمایا۔"[1] تو ارشاد فرمایا: بے شک تم بہت بڑی نعمت پر **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی تعریف و حمد کر رہے ہو۔

جب خوشخبری لانے والا حضرت سیِّدُنا یعقوب عَلَیْہِ السَّلَام کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے اُس سے پوچھا: تم حضرت یوسف عَلَیْہِ السَّلَام کو کس دین پر چھوڑ کر آئے ہو؟ عرض کی: اسلام پر۔ آپ نے ارشاد فرمایا: اب نعمت پوری ہوئی۔

منقول ہے کہ ادائے شکر میں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کو سب سے پیارا اور بہترین کلمہ یہ ہے کہ بندہ یوں کہے: اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَنْعَمَ عَلَیْنَا وَھَدَانَا لِلْاِسْلَام یعنی تمام تعریفیں اُس **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے لئے ہیں جس نے ہم پر انعام فرمایا اور ہمیں اسلام کی ہدایت بخشی۔

شکر اور خفیہ تدبیر:

خبر دار! شکر سے ہرگز غافل مت ہونا اور اسلام، معرفت، توفیق اور گناہوں سے حفاظت

---

1 ...شعب الایمان، باب فی تعدید نعم اللہ وشکرھا، ۴/ ۱۱۹، حدیث: ۴۴۹۸

کے جس مقام پر اس وقت تم ہو اس سے دھوکا مت کھانا کیونکہ باوجود ان نعمتوں کے یہ مقام بے خوفی کا ہے نہ غفلت کا کیونکہ تمام امور انجام سے جُڑے ہوئے ہیں۔ جیسا کہ حضرت سیِّدُنا سفیان ثوری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْوَلِی فرمایا کرتے تھے: جو اپنے دین پر بے خوف ہو گا اُس سے دین چھین لیا جائے گا۔

حضرت سیِّدُنا ابو بکر وراق عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الرَّزَّاق فرمایا کرتے تھے: جب تم کافروں کا حال اور ان کے جہنم میں ہمیشہ رہنے کو سنو تو اپنے متعلق بے خوف مت ہو جانا کیونکہ معاملہ بہت خطرناک ہے اور تم نہیں جانتے کہ انجام کیا ہو گا اور تمہارے متعلق غیب میں کیا فیصلہ ہو چکا ہے، لہٰذا اپنے اوقات کی صفائی پر مغرور مت ہو کیونکہ ان کے نیچے گہری آفتیں موجود ہیں۔

ایک بزرگ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے فرمایا: اے عصمتوں سے دھوکا کھانے والو! ان عصمتوں کے نیچے قسم قسم کی آفات ہیں، اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ابلیس کو کئی طرح کی عصمت سے نوازا لیکن حقیقت میں وہ اس کی بارگاہ سے مردود تھا۔ یونہی ربّ تعالیٰ نے بلعم بن باعورا کو کئی قسم کی ولایت عطا فرمائی مگر درحقیقت وہ اس کے دشمنوں میں سے تھا۔

دھوکے میں نہ رہنا:

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا علیُّ المرتضٰی کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْھَہُ الْکَرِیْم ارشاد فرماتے ہیں: بہت سے لوگ خود پر احسان کی وجہ سے دھوکے میں ہیں، بہت سے لوگ اپنی اچھی مقبولیت کے باعث فتنہ میں ہیں اور بہت سے لوگ پردہ پوشی کے سبب فریب میں ہیں۔

حضرت سیِّدُنا ذُوالنُّون مصری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْوَلِی سے پوچھا گیا: بندہ سب سے زیادہ کس شے سے دھوکا کھاتا ہے؟ ارشاد فرمایا: مہربانیوں اور نوازشات سے۔ جیسا کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے

ارشاد فرمایا:

سَنَسْتَدْرِجُهُمْ مِّنْ حَیْثُ لَا یَعْلَمُوْنَ ﴿۱۸۲﴾ (پ۹، الاعراف: ۱۸۲)

ترجمۂ کنزالایمان: جلد ہم انھیں آہستہ آہستہ عذاب کی طرف لے جائیں گے جہاں سے انھیں خبر نہ ہوگی۔

مطلب یہ کہ ہم ان پر نعمتیں مکمل کرتے جاتے ہیں اور انہیں شکر بُھلائے رکھتے ہیں۔

ایسا ہی ایک شاعر نے کہا:

اَحْسَنْتَ ظَنَّكَ بِالْاَیَّامِ اِذْ حَسُنَتْ ۔۔۔ وَ لَمْ تَخَفْ سُوْءَ مَا یَاْتِیْ بِهِ الْقَدَرُ

وَسَالَمَتْكَ اللَّیَالِیْ فَاغْتَرَرْتَ بِهَا ۔۔۔ وَ عِنْدَ صَفْوِ اللَّیَالِیْ یُحْدَثُ الْكَدَرُ

ترجمہ: دِنوں کے اچھے ہونے پر تو انہیں اچھا سمجھتا ہے اور اُس بُرائی سے نہیں ڈرتا جو تقدیر لانے والی ہے اور تو اپنی راتوں کی سلامتی سے دھوکا کھا جاتا ہے حالانکہ بے غبار راتوں میں پریشانی ظاہر ہوتی ہے۔

خوب جان لو جیسے جیسے تم بارگاہِ الٰہی سے قریب ہوتے جاؤ گے معاملہ اور بھی زیادہ سخت، خوفناک، پیچیدہ اور مشکل ہوتا جائے گا اور تم پر خطرہ بھی بہت بڑا ہوگا، کیونکہ ہر چیز بلندی پر پہنچنے کے بعد جب واپس پلٹتی ہے تو بڑی شدت کے ساتھ پلٹتی ہے پس اس وقت بے خوف ہونے، شکر سے غفلت برتنے اور اپنے حال کی حفاظت کے لئے گریہ وزاری چھوڑ دینے کا کوئی موقع نہیں۔

حفاظتِ ایمان کی فکر:

حضرت سیِّدُنا ابراہیم بن ادہم عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْاَکْرَم فرمایا کرتے تھے کہ تم کیسے بے خوف ہو سکتے ہو جبکہ حضرت سیِّدُنا ابراہیم خَلِیْلُ اللہ عَلَیْہِ السَّلَام نے دعا کی:

وَاجْنُبْنِیْ وَبَنِیَّ اَنْ نَّعْبُدَ الْاَصْنَامَ ﴿۳۵﴾ (پ۱۳، ابراھیم: ۳۵)

ترجمۂ کنزالایمان: اور مجھے اور میرے بیٹوں کو بتوں کے پوجنے سے بچا۔

اور حضرت سیِّدُنا یوسف عَلَیْہِ السَّلَام نے دعا کی: (یہ تعلیم امت کے لیے ہے ورنہ انبیا کو اپنے خاتمہ کا یقین ہوتا ہے۔)

تَوَفَّنِیْ مُسْلِمًا (پ۱۳، یوسف:۱۰۱) ترجمۂ کنزالایمان: مجھے مسلمان اٹھا۔

حضرت سیِّدُنا سفیان ثوری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْوَلِی ہمیشہ یہ دعا کرتے تھے: اے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ! سلامتی عطا فرما سلامتی عطا فرما۔ ایسا لگتا گویا آپ کسی کشتی میں ہیں جس کے ڈوبنے کا خوف ہے۔

تنکے سے بھی حقیر:

حضرت سیِّدُنا محمد بن یوسف بن اسباط رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں نے حضرت سیِّدُنا سفیان ثوری رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کو پوری رات روتے دیکھا تو عرض کی: آپ گناہوں پر اس قدر روتے ہیں؟ انہوں نے ایک تنکا اٹھایا اور فرمایا: گناہ تو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے نزدیک اس تنکے سے بھی حقیر ہیں، میں تو اس بات پر رو رہا ہوں کہ کہیں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ مجھ سے اسلام نہ چھین لے۔ اَلْعِیَاذُ بِاللّٰہ یعنی **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی پناہ۔

ایک عارف بزرگ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ بیان کرتے ہیں کہ کسی نبی عَلَیْہِ السَّلَام نے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ سے بلعم بن باعورا کے بارے میں پوچھا کہ وہ اتنی نشانیوں اور کرامات کے بعد کیسے مردود ہو گیا تو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے ارشاد فرمایا: جو کچھ میں نے اُسے دیا تھا اس پر اس نے ایک دن بھی میرا شکر ادا نہیں کیا اگر وہ ایک مرتبہ بھی میرا شکر ادا کر لیتا تو میں اس سے اپنی عطائیں نہ چھینتا۔

اے انسان! جاگ جا اور شکر کی حفاظت کر اور **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے عطا کردہ دینی احسانات پر اس کی حمد کر، ان میں سب سے بڑا احسان اسلام اور معرفت ہے اور سب سے چھوٹا احسان تسبیح کرنے کی اور بے فائدہ بات سے بچنے کی توفیق ہے۔ اُمید ہے وہ تجھ پر اپنی نعمتیں مکمل فرما دے اور زوال کی کڑواہٹ میں تجھے مبتلا نہ فرمائے، کیونکہ عزت کے بعد ذلت، قرب کے

بعد دوری اور وصال کے بعد فراق دشوار ترین معاملہ ہے۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ عزت وبزرگی والا اور رحمت ومہربانی فرمانے والا ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں وہی عرشِ عظیم کا رب ہے۔

پانچ بنیادی مصائب:

منقول ہے کہ حکماء نے غور وفکر کیا تو تمام مصائب وآلام کو پانچ چیزوں میں پایا:

(۱)حالت سفر میں بیماری (۲)...امیری کے بعد غریبی (۳)جوانی میں موت (۴)بینائی کے بعد اندھا ہونا اور (۵)معرفت کے بعد اس کا چھن جانا۔

کسی شاعر نے اس سے بھی اچھی بات کہی:

لِكُلِّ شَيْءٍ اِذَا فَارَقْتَهٗ عِوَضٌ وَ لَيْسَ لِلّٰهِ اِنْ فَارَقْتَ مِنْ عِوَضٍ

ترجمہ: تجھے ہر چیز کو چھوڑنے کا کوئی نہ کوئی عوض مل جائے گا لیکن اگر تم نے باری تعالیٰ کو چھوڑا تو اس کا کوئی عوض نہیں۔

ایک اور شاعر نے کہا:

اِذَا اَبْقَتِ الدُّنْيَا عَلَى الْمَرْءِ دِيْنَهٗ فَمَا فَاتَهٗ مِنْهَا فَلَيْسَ بِضَائِرِ

ترجمہ: اگر دنیا کسی شخص کا دین چھوڑ دے تو پھر جتنی دنیا بھی ہاتھ سے نکل جائے کوئی نقصان نہیں۔

دو قیمتی خزانے:

لٰہذا خود پر ہونے والی اللہ عَزَّوَجَلَّ کی ہر نعمت اور اس کی مدد کا شکر ادا کرو جو اس نے تمہاری ان گھاٹیوں کے عبور کرنے میں فرمائی اور تمہیں ثابت قدم رکھا اور تمہیں چاہت وتمنا سے بڑھ کر عطا فرمایا۔ اگر تم نے ایسا کر لیا تو پھر یقیناً تم نے اس پُر خطر گھاٹی کو پیچھے چھوڑ دیا اور کامیابی میں تمہیں دو قیمتی اور معزز خزانے ملے جو کہ استقامت اور زیادت ہیں۔ اب جو نعمتیں اس نے تمہیں عطا فرمائی ہیں وہ ہمیشہ رہیں گی ان کے زوال کا خوف نہ

کرو بلکہ ربّ تعالیٰ تمہیں وہ نعمتیں بھی عطا فرمائے گا جو تمہارے پاس نہیں ہیں اور تم ان کی اچھی طرح مانگ اور تمنا بھی نہیں کر سکتے اب ان کے فوت ہونے کا خوف بھی نہ کرو، اس وقت تم ان عارفین میں سے ہو جاؤ گے جو دین کو جاننے والے، توبہ کرنے والے، پاک، دنیا سے بے رغبتی رکھنے والے، عبادت کے لئے تنہائی اختیار کرنے والے، شیطان پر غصہ کرنے والے، دل اور تمام اعضاء سے تقوٰی کا حق ادا کرنے والے، چھوٹی امیدوں والے، خیر خواہی کرنے والے، تَضَرُّع اور عاجزی والے، توکل والے، معاملات کو سپردِ خدا کرنے والے، قضا پر راضی رہنے والے، صبر والے، خوفِ خدا والے، رحمتِ الٰہی کے امیدوار، اخلاص والے، احساناتِ الٰہیہ کو یاد کرنے والے اور تمام جہانوں کے پالنہار تمہارے مالک و مولیٰ کی نعمتوں پر شکر ادا کرنے والے ہیں۔ اس کے بعد تم ان لوگوں میں سے ہو جاؤ گے جو سیدھی راہ پر قائم رہنے والے، معزز اور صِدِّیقین ہیں۔ اس مقام پر پہنچنے کی طاقت بہت ہی کم لوگوں میں ہے۔ چنانچہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

وَ قَلِيْلٌ مِّنْ عِبَادِيَ الشَّكُوْرُ ﴿۱۳﴾ (پ۲۲، سبأ: ۱۳)

ترجمۂ کنزالایمان: اور میرے بندوں میں کم ہیں شکر والے۔

اور ایک مقام پر ارشاد ہوتا ہے:

وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَشْكُرُوْنَ ﴿۲۴۳﴾ (پ۲، البقرة: ۲۴۳)

ترجمۂ کنزالایمان: مگر اکثر لوگ ناشکرے ہیں۔

لیکن جس پر اللہ عَزَّوَجَلَّ اسے آسان فرما دے اس کے لئے آسان ہے، پس بندے کے ذمے کوشش کرنا ہے اور ہدایت عطا فرمانا ربعَزَّوَجَلَّ کے ذِمّۂ کرم پر ہے۔ ربّ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَالَّذِیْنَ جَاهَدُوْا فِیْنَا لَنَهْدِیَنَّهُمْ سُبُلَنَا ؕ (پ۲۱، العنکبوت: ۶۹) ترجمۂ کنزالایمان: اور جنھوں نے ہماری راہ میں کوشش کی ضرور ہم انھیں اپنے راستے دکھادیں گے۔

جب بندہ کمزور ہونے کے باوجود مجاہدے پر ڈٹ جائے تو پھر قدرت والے غنی وکریم رب عَزَّوَجَلَّ کے متعلق تمہارا کیا خیال ہے؟

منتخب بندوں پر آسانی:

جب اللہ عَزَّوَجَلَّ اپنے کسی بندے کو چُن لیتا ہے تو اس پر ان گھاٹیوں کی طوالت کم ہو جاتی اور تکالیف آسان ہو جاتی ہیں یہاں تک کہ وہ انہیں عبور کرنے کے بعد کہتا ہے: ”یہ راہ کتنی قریب، کتنی نرم اور کتنی آسان و مختصر ہے۔“ کسی شاعر نے کہا ہے:

عَلَمُ الْمَحَجَّةِ وَاضِحٌ لِمُرِیْدِہٖ وَاَرَی الْقُلُوْبَ عَنِ الْمَحَجَّةِ فِیْ عَمٰی

وَلَقَدْ عَجِبْتُ لِهَالِكٍ وَّ نَجَاتُهٗ مَوْجُوْدَةٌ وَّ لَقَدْ عَجِبْتُ لِمَنْ نَجَا

ترجمہ: سیدھی راہ کی نشانی اپنے طلبگار کے لئے واضح ہے اور میں دلوں کو دیکھ رہا ہوں کہ سیدھی راہ سے اندھے ہیں۔ میں ہلاک ہونے والے پر تعجب کرتا ہوں حالانکہ اس کی نجات موجود ہے اور مجھے نجات پانے والے پر بھی تعجب ہے۔

یہاں تک کہ بعض ایسے لوگ ہیں جو اِن گھاٹیوں کو 70 سال میں طے کرتے ہیں، بعض 20 سال میں، بعض 10 سال میں، بعض ایک سال میں، بعض ایک مہینہ میں بلکہ بعض تو ایک ساعت میں طے کر لیتے ہیں یہاں تک کہ بعض تو ربّ تعالیٰ کی توفیقِ خاص اور عنایت سے ایک لمحہ میں اس مقام تک پہنچ جاتے ہیں۔

کیا تم نے اصحابِ کہف کا واقعہ ملاحظہ نہیں کیا کہ ایک قدم میں کس مقام پر پہنچ گئے، جب انہوں نے اپنے بادشاہ دقیانوس کے بدلتے تیور دیکھے تو کہا:

رَبُّنَا رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ لَنْ نَّدْعُوَاۡ مِنْ دُوْنِهٖۤ اِلٰهًا لَّقَدْ قُلْنَاۤ اِذًا شَطَطًا ﴿۱۴﴾ (پ۱۵، الکھف: ۱۴)

ترجمۂ کنزالایمان: ہمارا رب وہ ہے جو آسمان اور زمین کا رب ہے ہم اس کے سوا کسی معبود کو نہ پوجیں گے ایسا ہو تو ہم نے ضرور حد سے گزری ہوئی بات کہی۔

پس اتنا کہنے کے بعد انہیں معرفت نصیب ہو گئی اور انہوں نے اس راہ کے حقائق کو بھی دیکھ لیا اور اس راہ کو پار کر کے اپنا معاملہ سپردِ خدا کرنے والے، توکل کرنے والے اور سیدھی راہ پر قائم رہنے والے بن گئے، کیونکہ انہوں نے کہا:

فَاْوٗۤا اِلَى الْكَهْفِ یَنْشُرْ لَكُمْ رَبُّكُمْ مِّنْ رَّحْمَتِهٖ وَ یُهَیِّئْ لَكُمْ مِّنْ اَمْرِكُمْ مِّرْفَقًا ﴿۱۶﴾ (پ۱۵، الکھف: ۱۶)

ترجمۂ کنزالایمان: تو غار میں پناہ لو تمہارا رب تمہارے لئے اپنی رحمت پھیلا دے گا اور تمہارے کام میں آسانی کے سامان بنا دے گا۔

الغرض یہ مقامِ معرفت اصحاب کہف کو ایک ہی لمحے میں نصیب ہو گیا۔

کیا تمہیں فرعون کے جادوگروں کا قصہ یاد نہیں کہ وہ پل بھر کی مدت میں مقامِ معرفت پر فائز ہو گئے، وہ اس طرح کہ جب انہوں نے حضرت سیّدُنا موسٰی کَلِیْمُ اللہ عَلَیْہِ السَّلَام کا معجزہ دیکھا تو کہا:

اٰمَنَّا بِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۴۷﴾ رَبِّ مُوْسٰى وَ هٰرُوْنَ ﴿۴۸﴾ (پ۱۹، الشعرآء: ۴۷، ۴۸)

ترجمۂ کنزالایمان: ہم ایمان لائے اس پر جو سارے جہان کا رب ہے جو موسٰی اور ہارون کا رب ہے۔

چنانچہ جب انہوں نے راستہ دیکھ لیا تو ایک لمحہ بلکہ اس سے بھی کم وقت میں اسے طے کر کے اللہ عَزَّوَجَلَّ کو پہچاننے والے، اس کی قضا پر راضی، اس کی آزمائشوں پر صابر، اس کی نعمتوں پر شاکر اور اس کی ملاقات کے مشتاق بن گئے اور پکار اٹھے:

لَا ضَيْرَ ۡ اِنَّاۤ اِلٰى رَبِّنَا مُنۡقَلِبُوۡنَ ﴿۵۰﴾ ترجمۂ کنزالایمان: کچھ نقصان نہیں ہم اپنے رب کی طرف پلٹنے والے ہیں۔ (پ۱۹، الشعرآء: ۵۰)

تیز رفتار روحانی ترقی:

ہمیں بتایا گیا ہے کہ حضرت سیِّدُنا ابراہیم بن ادہم عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللهِ الْاَکْرَم دنیا میں ایک بادشاہ تھے، انہوں نے بادشاہت کو ٹھوکر مار کر اس راہِ ہدایت کا ارادہ کیا اور اتنی قلیل مدت میں اسے طے کر لیا جتنی دیر میں وہ ''بلخ'' سے ''مرو'' پہنچتے تھے حتّٰی کہ وہ اس مقام تک جا پہنچے کہ ایک شخص پُل کے اوپر سے گہرے پانی میں گرا تو آپ نے فرمایا: ٹھہر جا۔ چنانچہ وہ وہیں ہوا میں رُک گیا اور بچ گیا۔

حضرت سیِّدَتُنا رابعہ بصریہ رَحْمَۃُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْہَا ایک عمر رسیدہ کنیز تھیں، انہیں بصرہ کے بازار میں گھمایا جاتا تھا مگر عُمر زیادہ ہونے کی وجہ سے کوئی بھی خریدنے میں دلچسپی نہیں لیتا تھا۔ چنانچہ ایک تاجر کو ان پر رحم آیا اور اس نے 100 درہم میں خرید کر انہیں آزاد کر دیا اور حضرت سیِّدَتُنا رابعہ بصریہ رَحْمَۃُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْہَا نے اس راہِ آخرت کو اختیار کر لیا، ابھی ایک سال بھی نہ گزرا تھا کہ ان کے مرتبے کی بلندی کی وجہ سے بصرہ کے علماو مشائخ اور قراء واولیا ان کی زیارت کو آنے لگے۔

بہر حال عنایت اور فضلِ خداوندی جس کے شامل حال نہ ہو اسے اس کے نفس کے حوالے کر دیا جاتا ہے اور بسا اوقات وہ کسی ایک ہی گھاٹی کی کسی وادی میں 70 سال پڑا رہتا ہے اور اسے پار نہیں کر پاتا اور کتنی ہی بار چیختے چلاتے ہوئے کہتا ہے: یہ راستہ کتنا تاریک اور مشکل ہے، یہ معاملہ کتنا تنگ اور دشوار ہے جبکہ حقیقت میں معاملہ تو صرف ایک ہی اصل کی طرف لوٹتا ہے اور وہ عادل وحاکم اور زبردست جاننے والے ربّ تعالٰی کی مقرر کردہ ہے۔

اب کوئی یہ نہیں کہہ سکتا کہ ایک کو توفیق دی گئی تو دوسرے کو محروم کیوں رکھا گیا حالانکہ بندہ ہونے میں تو دونوں برابر ہیں کیونکہ اس وقت جلال کے پردوں سے ایک فرمانے والا فرماتا ہے: ادب ملحوظ رکھو اور ربوبیت کے راز اور بندگی کی حقیقت کو پہچانو کیونکہ ربّ عَزَّوَجَلَّ جو بھی کرے اس سے پوچھا نہیں جائے گا اور بندوں سے پوچھا جائے گا۔

پل صراط کی مثل:

دنیا میں اس راہِ سلوک کی مثال آخرت میں پُل صراط کی گھاٹی اور اس کی مسافت کو عبور کرنے کی طرح ہے، یونہی لوگوں کا حال بھی پُل صراط پار کرنے والوں کی طرح ہے کہ کوئی تو بجلی کی سی تیزی سے گزر جائے گا، کوئی تیز ہوا کے جھونکے کی طرح پار ہو جائے گا، کوئی تیز رفتار گھوڑے کی سی فرلانگ بھرے گا، کوئی اُڑ کر جائے گا، کوئی پیدل چلے گا، کوئی گھسٹتا ہوا پار کرے گا حتّٰی کہ کوئلہ ہو جائے گا اور کوئی جہنم کی آواز سنے گا اور کسی کو آنکڑوں میں گرفتار کرکے جہنم میں پھینک دیا جائے گا۔ پس دنیا میں راہ سلوک کا اپنے مسافروں کے ساتھ یہی حال ہے۔

یہ دو راستے ہیں، ایک دنیا کا اور دوسرا آخرت کا، آخرت کا راستہ نُفُوس (یعنی انسانی جانوں) کے لئے ہے جس کی ہولناکیوں کو آنکھ والے دیکھیں گے اور دنیا کا راستہ دلوں کے لئے جس کی ہولناکیاں صرف عقل و بصیرت والے ہی دیکھتے ہیں اور آخرت میں راستہ طے کرنے والوں کے احوال اس لئے مختلف ہوں گے کیونکہ دنیا میں ان کے احوال مختلف تھے۔

عارفین کا روحانی راستہ:

پھر بلاشبہ یہ راستہ یعنی عارفین کا راستہ روحانی ہے جس پر دل چلتے ہیں اور عقائد و بصیرت کے مطابق خیالات و افکار اِسے طے کرتے ہیں جبکہ اس کی اصل آسمانی نور اور نظرِ الٰہی ہے

جو بندے کے دل پر پڑتی ہے تو وہ ایک ہی نظر میں دونوں جہاں کا معاملہ حقیقت میں دیکھ لیتا ہے۔ بعض اوقات یہی بندہ ایک سال تک اس مقام کی طلب میں رہتا ہے مگر اسے حاصل نہیں کر پاتا بلکہ اس کا اثر بھی نظر نہیں آتا، ایسا اس کی طلب و کوشش میں خطا و کوتاہی اور اس راستے سے عدمِ واقفیت کی وجہ سے ہوتا ہے۔ کوئی اس مقام کو 50 دنوں میں، کوئی 10 میں، کوئی چند گھڑیوں میں اور کوئی ایک لمحہ میں پالیتا ہے اور یہ ربّ عَزَّوَجَلَّ کی عنایت ہے، وہی ہدایت کا مالک ہے جبکہ بندے کو کوشش کرنے کا حکم ہے لہٰذا اس پر حکم کی تعمیل ضروری ہے حالانکہ معاملہ تقسیم اور مقدر ہو چکا ہے اور ربّ عَزَّوَجَلَّ عدل کرنے والا حاکم ہے وہ جو چاہے کرے اور جو چاہے حکم دے۔

معاملہ بہت شدید ہے اور بندے کے لئے اس کے سوا کوئی چارہ نہیں کہ وہ بندگی میں خوب کوشش کرے، اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رسی کو مضبوطی سے تھامے رکھے اور اس کی بارگاہ میں گریہ وزاری کرے، اس امید پر کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ اس پر رحم فرمائے گا۔

فرمانبردار کی 40 بزرگیوں کا بیان

اللہ عَزَّوَجَلَّ اپنے فرمانبردار بندے کو جو کرامتیں اور عزتیں عطا فرماتا ہے وہ 40 ہیں جن میں سے 20 دنیا میں دی جاتی ہیں اور 20 آخرت میں عطا ہوتی ہیں۔

دنیا کی 20 بزرگیاں:

﴿1﴾... اللہ عَزَّوَجَلَّ اس کا تذکرہ اور تعریف فرماتا ہے۔ کتنا معزز ہے وہ بندہ جس کا تذکرہ و تعریف تمام جہانوں کا پروردگار عَزَّوَجَلَّ فرمائے۔

﴿2﴾... اللہ عَزَّوَجَلَّ اسے شکر کی توفیق عطا فرماتا اور اسے عزت و عظمت دیتا ہے۔ اگر تیرے جیسی کوئی کمزور مخلوق تیرا شکریہ ادا کرے اور تجھے عزت دے تو تُو اسے بزرگی سمجھتا

ہے، پھر اوّلین و آخرین کا معبود ایسا کرے تو اس کا عالَم کیا ہوگا!۔

﴿3﴾... اللہ عَزَّوَجَلَّ اس سے محبت فرماتا ہے۔ اگر محلے کا رئیس یا شہر کا حاکم تجھ سے محبت کرے تو تُو اسے فخر سمجھے گا اور نازک مقامات پر اس کا فائدہ اٹھائے گا تو پھر ربُّ الْعٰلَمِیْن جَلَّ جَلَالُہٗ کی محبت کا عالَم کیسا ہوگا!۔

﴿4﴾... اللہ عَزَّوَجَلَّ اس کے اُمور کو اپنے ذِمَّۂ کرم پر لے کر ان کی تدبیر فرماتا ہے۔

﴿5﴾... اللہ عَزَّوَجَلَّ اس کے رزق کا کفیل ہو جاتا ہے اور محنت ومَشَقَّت کے بغیر اس تک رزق پہنچتا ہے۔

﴿6﴾... اللہ عَزَّوَجَلَّ اس کا مددگار ہوتا ہے، اس کے ہر دشمن اور بُرا چاہنے والے کو اس سے دور فرماتا ہے۔

﴿7﴾... اللہ عَزَّوَجَلَّ اس کا اَنیس ہو جاتا ہے پھر وہ کسی حال میں وحشت محسوس کرتا ہے نہ ہی اُسے کسی تغیُّر و تبدُّل کا خوف رہتا ہے۔

﴿8﴾... نفس کو عزت دی جاتی ہے۔ پھر اسے دنیا اور دنیا والوں کی خدمت کی ذلت نہیں پہنچتی بلکہ وہ اس بات پر بھی راضی نہیں ہوتا کہ دنیا کے بادشاہ اس کی خدمت کریں۔

﴿9﴾... اُسے بلند ہمتی عطا کی جاتی ہے، پھر وہ دنیا اور اہل دنیا کی آلودگیوں سے بلند ہو جاتا ہے، دنیا کے تماشوں اور خرافات کی طرف توجہ نہیں کرتا اور بچوں اور عورتوں کے کھیل کود سے منہ موڑ کر عقلمند مردوں میں شامل ہو جاتا ہے۔

﴿10﴾... اُسے دل کی تونگری عطا ہوتی ہے۔ یوں وہ دنیا کے ہر غنی سے بے پروا ہو جاتا ہے، ہمیشہ خوش دل اور کُشادہ سینہ رہتا ہے اور کسی تنگی سے گھبراتا ہے نہ کسی چیز کے نہ ہونے کی فکر کرتا ہے۔

﴿11﴾... اُسے دل کے نور سے نوازا جاتا ہے جس کے ذریعے وہ علوم و اسرار اور ایسی حکمتوں تک پہنچ جاتا ہے جن کا تھوڑا سا حصہ بھی عمر بھر کی محنت و مَشَقَّت کے بعد نصیب ہوتا ہے۔

﴿12﴾... شرحِ صدر عطا ہوتا ہے، پھر دنیا کے مصائب و آلام اور لوگوں کی مکاریوں اور عیاریوں سے اس کا سینہ تنگ نہیں ہوتا۔

﴿13﴾... لوگوں کے دلوں میں اس کی ہیبت بٹھادی جاتی ہے تو پھر ہر نیک و بد اس کا احترام کرتا ہے اور ہر فرعون اور ظالم و جابر اس سے ڈرتا ہے۔

﴿14﴾... اللہ عَزَّوَجَلَّ لوگوں کے دلوں میں اس کی محبت ڈال دیتا ہے، تم دیکھو گے کہ دل اس سے فطری طور پر محبت کرتے ہیں اور بے اختیار اس کی تعظیم و تکریم کرتے ہیں۔

﴿15﴾... اُسے ہر شے میں برکت عطا ہوتی ہے کہ اس کی گفتگو، جان، فعل، لباس، مکان میں برکت رکھ دی جاتی ہے حتّٰی کہ اُس کے پاؤں کے نیچے آنے والی مٹی، وہ جگہ جہاں وہ ایک دن ہی بیٹھا ہو اور وہ انسان جس نے اُسے دیکھا یا ایک گھڑی اُس کی صحبت اختیار کی ہو اُسے بھی بابرکت بنا دیا جاتا ہے۔

﴿16﴾... بحر و بر یعنی خشک و تر زمین اس کے لئے مُسَخَّر کر دی جاتی ہے یہاں تک کہ وہ چاہے تو ہوا میں اُڑے، چاہے تو پانی پر چلے اور چاہے تو روئے زمین کو ایک گھڑی سے بھی کم میں طے کر لے۔

﴿17﴾... اللہ عَزَّوَجَلَّ درندوں، جنگلی جانوروں اور شیر وغیرہ کو اس کے زیر نگیں کر دیتا ہے تو جنگلی جانور اس کی بات مانتے اور سانپ بچھو اس کے قدموں میں لوٹتے ہیں۔

﴿18﴾... زمین کی کنجیاں اسے عطا کر دی جاتی ہیں، وہ جہاں چاہے ہاتھ مار کر خزانہ حاصل کر لے، ضرورت ہو تو زمین پر پاؤں مار کر پانی کے چشمے جاری کر دے اور جہاں بھی پڑاؤ

کرے اور چاہے تو دستر خوان آجائے۔

﴾19﴿... دربارِ الٰہی میں اسے وجاہت و سرداری ملتی ہے پس مخلوق اس کی اطاعت وعبادت کو بارگاہِ الٰہی میں وسیلہ بناتی ہے اور اس کی برکت و وجاہت کے طفیل اللہ عَزَّوَجَلَّ سے اپنی حاجتیں مانگتی ہے۔

﴾20﴿... اللہ عَزَّوَجَلَّ اُس کی دعا قبول فرماتا ہے۔ وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ سے کچھ بھی مانگتا ہے تو وہ اُسے عطا فرماتا ہے، کسی کی سفارش کرتا ہے تو قبول کی جاتی ہے اور اگر وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ پر کسی چیز کی قسم کھالے تو ربّ تعالیٰ اسے پورا فرما دیتا ہے[1] حتّٰی کہ ان میں بعض ایسے بھی ہوتے ہیں کہ اگر پہاڑ کو اشارہ کریں تو وہ اپنی جگہ سے ہٹ جائے پس انہیں زبان سے سوال کرنے یا ہاتھ سے اشارہ کرنے کی حاجت نہیں پڑتی بس یہاں دل میں کسی شے کا خیال آیا وہاں وہ شے حاضر ہوگئی۔ یہ ہیں 20 بزرگیاں جو فرمانبردار بندے کو دنیا میں عطا ہوتی ہیں۔

آخرت کی 20 بزرگیاں:

اللہ عَزَّوَجَلَّ اپنے فرماں بردار بندے کو آخرت میں جن بزرگیوں اور کرامتوں سے نوازتا ہے وہ درج ذیل ہیں:

﴾21﴿... اللہ عَزَّوَجَلَّ اس پر موت کی سختیاں آسان فرما دیتا ہے، وہ سختیاں جن سے حضرات انبیائے کرام عَلَیْہِمُ السَّلَام کے دل بھی ڈر گئے یہاں تک کہ انہوں نے بارگاہِ الٰہی میں دعا کی

[1]... مُفَسِّرِ شہیر، حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی مراٰۃ المناجیح، جلد 7، صفحہ 58 پر فرماتے ہیں: اس کے دو مطلب ہوسکتے ہیں، ایک یہ کہ وہ بندہ اگر اللہ تعالیٰ کو قسم دے کر کوئی چیز مانگے کہ خدایا تجھے قسم ہے اپنی عزت و جلال کی یہ کر دے تو رب تعالیٰ ضرور کر دے یہ ہے بندہ کی ضد اپنے رب پر۔ دوسرے یہ کہ اگر وہ بندہ خدا کے کام پر قسم کھا کر لوگوں کو خبر دے دے تو خدا اس کی قسم پوری کر دے مثلاً وہ کہہ دے کہ خدا کی قسم تیرے بیٹا ہوگا یا ربّ کی قسم آج بارش ہوگی تو ربّ تعالیٰ ان کی زبان سچی کرنے کے لیے یہ کر دے۔

کہ ''وہ ان پر یہ سختیاں آسان فرمادے۔'' پس ان میں سے بعض موت کو ایسا خوشگوار پاتے ہیں جیسے پیاسے کے لئے ٹھنڈا پانی ہوتا ہے۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے:

اَلَّذِیْنَ تَتَوَفّٰىهُمُ الْمَلٰٓىٕكَةُ طَیِّبِیْنَۙ ترجمۂ کنز الایمان: وہ جن کی جان نکالتے ہیں فرشتے ستھرے پن میں۔ (پ۱۴، النحل: ۳۲)

﴿22﴾... اُسے ایمان اور مَعْرِفَت پر ثابت قدمی نصیب ہوتی ہے اور یہ خوف و گبھراہٹ والا معاملہ ہے اور اسی پر رونا اور گڑگڑانا چاہیے۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے:

یُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَ فِی الْاٰخِرَةِۚ ترجمۂ کنزالایمان: اللہ ثابت رکھتا ہے ایمان والوں کو حق بات پر دنیا کی زندگی میں اور آخرت میں۔

(پ۱۳، ابراھیم: ۲۷)

﴿23﴾... بشارت و امن کے لئے راحت اور خوشبو کے پھول بھیجے جاتے ہیں۔ چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَیْهِمُ الْمَلٰٓىٕكَةُ اَلَّا تَخَافُوْا وَ لَا تَحْزَنُوْا وَ اَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِیْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ(۳۰) (پ۲۴، حم السجدۃ: ۳۰) ترجمۂ کنزالایمان: بے شک وہ جنھوں نے کہا ہمارا رب اللہ ہے پھر اس پر قائم رہے اُن پر فرشتے اُترتے ہیں کہ نہ ڈرو اور نہ غم کرو اور خوش ہو اس جنت پر جس کا تمہیں وعدہ دیا جاتا ہے۔

یعنی اُسے آخرت کی ہولنا کیوں کا خوف نہیں ہوتا اور دنیا میں جو کچھ چھوڑا اس کا غم نہیں ہوتا۔

﴿24﴾... اسے جنت میں ہمیشہ کا رہنا نصیب ہوتا ہے۔

﴿25﴾... پوشیدگی میں اس کی روح کو جلوت حاصل ہوتی ہے کہ اُسے عزت واحترام اور

نوازشات کے ساتھ فرشتوں پر بلند کیا جاتا ہے اور ظاہر میں اس کے بدن کو جَلوت نصیب ہوتی ہے کہ جنازے کی تعظیم ہوتی، نمازِ جنازہ میں لوگ بکثرت آتے، اس کی تجہیز و تکفین میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے، اس پر بڑے ثواب کی اُمید کرتے اور اُسے اپنے لئے سب سے بڑی سعادت و غنیمت تصوُّر کرتے ہیں۔

﴿26﴾... سوالاتِ قبر کی آزمائش سے امان دی جاتی اور درست تلقین اِلقا ہوتی ہے اور وہ اِس ہولناکی سے بے خوف ہو جاتا ہے۔

﴿27﴾... اس کی قبر کو کشادہ اور مُنَوَّر کر دیا جاتا ہے تو وہ قیامت تک کے لئے جنت کا باغ بن جاتی ہے۔

﴿28﴾... اس کی روح کو اُنسیت، خوشگواری اور عزت دی جاتی ہے، یوں کہ اسے سبز پرندوں کے پوٹوں میں نیکوکاروں کے ساتھ کر دیا جاتا ہے اور اللہ عَزَّوَجَلَّ اُنہیں اپنے فضل سے جو عطا فرماتا ہے اس پر شاد ہوتے اور خوشیاں مناتے ہیں۔

﴿29﴾... اُسے عزت و بزرگی کے ساتھ قبر سے اٹھایا جائے گا اور حُلّے اور تاج پہنا کر براق پر سوار کیا جائے گا۔

﴿30﴾... اُس کا چہرہ روشن اور منور ہو گا۔ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

وُجُوْهٌ یَّوْمَىٕذٍ نَّاضِرَةٌ ۙ﴿۲۲﴾ اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ ۚ﴿۲۳﴾ (پ۲۹، القیامة: ۲۲، ۲۳)

ترجمۂ کنزالایمان: کچھ منہ اس دن تروتازہ ہوں گے اپنے رب کو دیکھتے۔

اور ارشاد فرماتا ہے:

ضَاحِكَةٌ مُّسْتَبْشِرَةٌ ۚ﴿۳۹﴾ (پ۳۰، عبس: ۳۹)

ترجمۂ کنزالایمان: ہنستے خوشیاں مناتے۔

﴿31﴾... قیامت کی ہولناکیوں سے امن نصیب ہو گا۔ چنانچہ اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے:

اَفَمَنْ يُّلْقٰى فِى النَّارِ خَيْرٌ اَمْ مَّنْ يَّاْتِىْٓ اٰمِنًا يَّوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ اِعْمَلُوْا مَا شِئْتُمْ ۙ اِنَّهٗ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴿۴۰﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تو کیا جو آگ میں ڈالا جائے گا وہ بھلا یا جو قیامت میں امان سے آئے گا جو جی میں آئے کرو بے شک وہ تمہارے کام دیکھ رہا ہے۔

(پ۲۴، حم السجدة: ۴۰)

﴿32﴾... نامہ اعمال دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا اور بعض کو اس کی نوبت ہی نہ آئے گی۔

﴿33﴾... حساب میں آسانی ہو گی اور بعض کا حساب بالکل بھی نہیں ہو گا۔

﴿34﴾... میزان میں نیکیوں کا پلڑا بھاری ہو گا اور بعض کو وزن کے لئے روکا ہی نہیں جائے گا۔

﴿35﴾... اُسے حضور شفیع محشر، ساقی کوثر صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے حوض کوثر پر حاضری نصیب ہو گی۔ وہ اس سے ایک بار پیئے گا تو پھر کبھی پیاسا نہ ہو گا۔

﴿36﴾... وہ پل صراط سے پار ہو کر جہنم سے بچ جائے گا حتّٰی کہ بعض بندے تو جہنم کی بھنک بھی نہیں سنیں گے اور ان کے لئے آگ بجھ جائے گی۔

﴿37﴾... میدانِ قیامت میں شفاعت کرنے کی اجازت ہو گی جیسا کہ حضراتِ انبیا ورُسُل عَلَیْہِمُ السَّلَام شفاعت فرمائیں گے۔

﴿38﴾... جنت میں ہمیشہ کی بادشاہت سے نوازا جائے گا۔

﴿39﴾... سب سے بڑی رضا و خوشنودی نصیب ہو گی۔

﴿40﴾... تمام جہانوں کے ربّ اور اولین و آخرین کے معبود جَلَّ جَلَالُہٗ کی بلا کیف ملاقات نصیب ہو گی۔

احاطہ ممکن نہیں:

(حُجَّۃُ الْاِسْلَام حضرت سیِّدُنا امام محمد غزالی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْوَالِی فرماتے ہیں:) یہ ساری کرامتیں اور

بُزرگیاں اجمالی و سرسری طور پر بیان کی ہیں، اگر میں ان سب کی تفصیل بیان کرنے لگتا تو یقیناً ایک کی بھی پوری نہ کر پاتا اور ان سب کا احاطہ عالم الغیب والشہادہ (یعنی ہر غائب وحاضر کو جاننے والا) ہی کر سکتا ہے جو کہ ان سب کا خالق ومالک جَلَّ جَلَالُہٗ ہے اور ہمیں کوئی طمع نہیں کہ تمہیں ان کی حقیقت دکھائیں۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے:

فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّاۤ اُخْفِیَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْیُنٍۚ (پ۲۱، السجدۃ: ۱۷)

ترجمۂ کنزالایمان: تو کسی جی کو نہیں معلوم جو آنکھ کی ٹھنڈک ان کے لیے چھپا رکھی ہے۔

نیز حضور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: خَلَقَ فِیْهَا مَا لَا عَیْنٌ رَاَتْ وَلَا اُذُنٌ سَمِعَتْ وَلَا خَطَرَ عَلٰی قَلْبِ بَشَرٍ یعنی اللہ عَزَّوَجَلَّ نے جنت میں وہ چیزیں پیدا فرمائی ہیں جو نہ کسی آنکھ نے دیکھیں، نہ کسی کان نے سنیں اور نہ کسی انسان کے دل پر ان کا خیال گزرا۔[1]

اور ربّ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

لَنَفِدَ الْبَحْرُ قَبْلَ اَنْ تَنْفَدَ كَلِمٰتُ رَبِّیْ (پ۱۶، الکھف: ۱۰۹)

ترجمۂ کنزالایمان: ضرور سمندر ختم ہو جائے گا اور میرے رب کی باتیں ختم نہ ہوں گی۔

بعض مفسرینِ کرام رَحِمَهُمُ اللّٰہُ السَّلَام فرماتے ہیں: ”آیت مبارکہ میں مذکور کلمات (باتوں) سے مراد وہ ہیں جو اللہ عَزَّوَجَلَّ جنتیوں سے اَزراہِ لطف وکرم فرمائے گا۔“

پس جس کی شان ایسی ہو اس کے لاکھویں حصے تک بھی کہاں پہنچا جا سکتا ہے اور ہم ہیں بھی انسان، بھلا مخلوق اس کے علم کو گھیر سکتی ہے؟ ہرگز نہیں! بلکہ ہمّتیں جواب دے چکیں اور عقلیں اسے سمجھنے سے قاصر ہیں اور حقیقت یہ ہے کہ ہونا بھی ایسا ہی چاہیے اور یہ عظیم فضل کے تقاضے اور قدیم جود وکرم کے مطابق زبردست علم والے کی عطا ہے۔ سنو!

1 ... بخاری، کتاب بدء الخلق، باب ما جاء فی صفۃ الجنۃ وانہا مخلوقۃ، ۲/ ۳۹۱، حدیث: ۳۲۴۴

اس عظیم مطلوب کے لئے عمل کرنے والوں کو عمل اور کوشش کرنے والوں کو کوشش کرنی چاہیے اور جان رکھیں کہ ان کا یہ عمل و کوشش اس کے مقابلے میں انتہائی تھوڑا ہے جس کے وہ محتاج ہیں، جس کا سوال کرتے ہیں اور جس کے در پے ہیں۔

بندے پر لازم چار چیزیں:

لوگ جان لیں کہ بندے پر چار چیزیں لازم ہیں:(۱)... علم (۲)... عمل (۳)... اخلاص اور (۴)... خوف۔ سب سے پہلے راستے کا علم حاصل کرے ورنہ اندھا ہی رہے گا، پھر علم پر عمل کرے ورنہ حجاب میں رہے گا، پھر عمل میں اخلاص لائے ورنہ نقصان اُٹھائے گا پھر امان نصیب ہونے تک ہمیشہ ڈرتا اور آفات سے بچتا رہے ورنہ دھوکے میں پڑا رہ جائے گا۔

حضرت سیِّدُنا ذُوالنُّون مصری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْوَلِی نے بالکل سچ فرمایا کہ ''سب لوگ مردے ہیں سوائے عُلَما کے اور سب عُلَما سو رہے ہیں سوائے عمل کرنے والوں کے اور سب عمل کرنے والے دھوکے میں ہیں سوائے اخلاص والوں کے اور اخلاص والے بہت بڑے خطرے میں ہیں۔''

چار لوگوں پر تعجب ہے:

حُجَّۃُ الْاِسْلَام حضرت سیِّدُنا امام محمد غزالی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْوَالِی فرماتے ہیں: چار لوگوں پر انتہائی تعجب ہے:

(۱)...اس بے علم عمل کرنے والے پر تعجب ہے کہ وہ آنے والے حالات کو جاننے کی کوشش کیوں نہیں کرتا؟ دلائل اور عبرتوں اور ڈر و خوف والی آیات میں غور و فکر کرکے اور دل میں اُٹھنے والے خیالات وخطرات سے بے قرار ہو کر موت کے بعد پیش آنے والے معاملات کو جاننے کا اہتمام کیوں نہیں کرتا؟ جبکہ اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے:

اَوَ لَمْ یَنْظُرُوْا فِیْ مَلَكُوْتِ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ مَا خَلَقَ اللّٰهُ مِنْ شَیْءٍ ۙ

ترجمۂ کنزالایمان: کیا انھوں نے نگاہ نہ کی آسمانوں اور زمین کی سلطنت میں اور جو چیز اللہ نے بنائی۔

(پ۹، الاعراف: ۱۸۵)

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

اَلَا یَظُنُّ اُولٰٓىٕكَ اَنَّهُمْ مَّبْعُوْثُوْنَ ۙ﴿۴﴾ لِیَوْمٍ عَظِیْمٍ ۙ﴿۵﴾ (پ۳۰، المطففین: ۴، ۵)

ترجمۂ کنزالایمان: کیا ان لوگوں کو گمان نہیں کہ انھیں اٹھنا ہے ایک عظمت والے دن کے لیے۔

(۲)...اس علم والے پر تعجب ہے جو عمل نہیں کرتا۔ اسے یاد نہیں یا پھر یقینی طور پر جانتا نہیں کہ اس کے سامنے بڑی ہولناک اور انتہائی مشکل گھاٹیاں ہیں۔ یہ بہت بڑی خبر ہے جس سے تم منہ پھیرے ہوئے ہو۔

(۳)...اس عمل کرنے والے پر تعجب ہے جو مخلص نہیں۔ کیا وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے اس فرمان میں غور نہیں کرتا:

فَمَنْ كَانَ یَرْجُوْا لِقَآءَ رَبِّهٖ فَلْیَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَّ لَا یُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖۤ اَحَدًا ﴿۱۱۰﴾ (پ۱٦، الکھف: ۱۱۰)

ترجمۂ کنزالایمان: تو جسے اپنے رب سے ملنے کی امید ہو اُسے چاہئے کہ نیک کام کرے اور اپنے رب کی بندگی میں کسی کو شریک نہ کرے۔

(۴)...اس مخلص پر تعجب ہے جو ڈرتا نہیں۔ کیا وہ ان معاملات پر غور نہیں کرتا جو اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اپنے اولیا و برگزیدہ بندوں کے ساتھ فرمائے ہیں اور اس کے کمالِ عظمت کی گواہی دیتے ہیں حتّٰی کہ اس نے اپنی مخلوق میں سب سے معزز بندے حضرت محمد مصطفٰے صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے فرمایا ہے:

وَ لَقَدْ اُوْحِیَ اِلَیْكَ وَ اِلَى الَّذِیْنَ

ترجمۂ کنزالایمان: اور بے شک وحی کی گئی تمہاری

مِنْ قَبْلِكَ ۚ لَئِنْ اَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ (پ۲۴، الزمر: ۶۵)

طرف اور تم سے اگلوں کی طرف کہ اے سننے والے اگر تو نے اللہ کا شریک کیا تو ضرور تیرا سب کیا دھرا اکارت جائے گا۔

اور اس جیسی دوسری آیاتِ کریمہ بھی ہیں، حتّٰی کہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم فرمایا کرتے تھے: شَيَّبَتْنِیْ هُوْدٌ وَّ اَخَوَاتُهَا یعنی مجھے سورۂ ہود اور اس جیسی دوسری سورتوں نے بوڑھا کر دیا ہے۔[1]

کیا یہ نشانیاں نہیں ہیں؟ اور کیا یہ دل کو نرم کرنے والی باتیں نہیں ہیں؟

راہِ سلوک کا خلاصہ:

پورے معاملے کا نچوڑ اور تفصیل ربُّ العٰلَمین جَلَّ جَلَالُہٗ نے اپنی معزز کتاب کی ان چار آیات میں بیان فرما دی ہے۔ چنانچہ اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے:

﴿1﴾ ...

اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰكُمْ عَبَثًا وَّ اَنَّكُمْ اِلَيْنَا لَا تُرْجَعُوْنَ ﴿۱۱۵﴾ (پ۱۸، المؤمنون: ۱۱۵)

ترجمۂ کنزالایمان: تو کیا یہ سمجھتے ہو کہ ہم نے تمہیں بیکار بنایا اور تمہیں ہماری طرف پھرنا نہیں۔

﴿2﴾ ...

وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۸﴾ (پ۲۸، الحشر: ۱۸)

ترجمۂ کنزالایمان: اور ہر جان دیکھے کہ کل کے لیے کیا آگے بھیجا اور اللہ سے ڈرو بے شک اللہ کو تمہارے کاموں کی خبر ہے۔

1... ترمذی، کتاب التفسیر، باب ومن سورۃ الواقعۃ، ۵/ ۱۹۳، حدیث: ۳۳۰۸

مصنف عبد الرزاق، کتاب فضائل القرآن، باب تعلیم القرآن وفضلہ، ۳/ ۲۲۵، حدیث: ۶۰۱۶

﴿3﴾...

وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا ؕ (پ۲۱، العنکبوت: ۶۹)

ترجمۂ کنزالایمان: اور جنھوں نے ہماری راہ میں کوشش کی ضرور ہم انھیں اپنے راستے دکھادیں گے۔

پھر سارے مضمون کو سب سے سچے ربّ عَزَّوَجَلَّ نے اس آیت میں بیان فرمادیا:

﴿4﴾...

وَمَنْ جَاهَدَ فَاِنَّمَا يُجَاهِدُ لِنَفْسِهٖ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَغَنِيٌّ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ ۝۶ (پ۲۰، العنکبوت: ۶)

ترجمۂ کنزالایمان: اور جو اللہ کی راہ میں کوشش کرے تو اپنے ہی بھلے کو کوشش کرتا ہے بے شک اللہ بے پرواہ ہے سارے جہان سے۔

سیِّدُنا امام غزالی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہِ کی دعائیں:

ہم قدم اور قلم کی ہر لغزش کی اللہ عَزَّوَجَلَّ سے معافی مانگتے ہیں اور اُس سے اپنے ہر اس قول کی مغفرت طلب کرتے ہیں جو ہمارے اعمال کے موافق نہیں، ہم اس سے اپنے ہر اس دعوے کی بخشش کا سوال کرتے ہیں جسے ہم نے اللہ عَزَّوَجَلَّ کے دین کا علم کہہ کر ظاہر کیا حالانکہ اس میں کوتاہی تھی، ہم اُس سے ہر اس خیال کی معافی مانگتے ہیں جس نے ہمیں کتاب کی خوبصورتی و بناوٹ کے لئے مُرتَّب و مُنَظَّم کلام کرنے یا اپنی عِلْمِیَّت دکھانے پر اُبھارا۔ اے میرے بھائیو! ہم دعا کرتے ہیں کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ تمہیں اور ہمیں اپنے علم پر عمل کرنے اور خالص اسی کی رضا چاہنے والا بنادے اور ہمارے علم کو ہم پر وبال نہ بنائے بلکہ جب اعمال ہمیں لوٹائے جائیں تو اس وقت اسے نیکیوں کے ترازو میں رکھ دے بے شک وہ جواد و کریم ہے۔

یہ وہ آخری باتیں ہیں جو حُجَّۃُ الْاِسْلَام حضرت سیِّدُنا امام محمد بن محمد غزالی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْوَالِی نے اپنی کتاب میں ذکر فرمائی ہیں، اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں آپ کے اِن علوم سے نفع عطا

فرمائے جو آپ نے اس کتاب ”مِنۡہَاجُ الۡعَابِدِیۡن“ میں بیان کئے ہیں، آپ نے اس کتاب میں آخرت کی راہوں پر چلنے کی کیفیت کو بیان فرمایا ہے۔

وَصَلَّی اللّٰہُ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِہٖ وَصَحۡبِہٖ وَسَلَّمَ کُلَّمَا ذَکَرَہُ الذَّاکِرُوۡنَ وَغَفَلَ عَنۡ ذِکۡرِہِ الۡغَافِلُوۡنَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنۡ اَصۡحَابِ رَسُوۡلِ اللّٰہِ اَجۡمَعِیۡنَ وَالتَّابِعِیۡنَ لَھُمۡ بِاِحۡسَانٍ اِلٰی یَوۡمِ الدِّیۡنِ وَسَلَامٌ عَلَی الۡمُرۡسَلِیۡنَ وَالۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ

یعنی **اللہ** عَزَّوَجَلَّ ہمارے سردار حضرت محمد مصطفٰے اور آپ کے آل واصحاب پر درود وسلام نازل فرمائے، جب جب ذکر کرنے والے ان کا ذکر کریں اور غفلت والے ان کے ذکر سے غافل رہیں، **اللہ** عَزَّوَجَلَّ رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے تمام صحابہ اور قیامت تک بھلائی کے ساتھ ان کی پیروی کرنے والوں سے راضی رہے اور تمام پیغمبروں پر سلام ہو اور سب خوبیاں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کو جو سارے جہان کا ربّ ہے۔

ہمیشہ باوضو رہنے کی سات فضیلتیں

…سیّدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان عَلَیۡہِ رَحۡمَۃُ الرَّحۡمٰن بیان کرتے ہیں کہ بعض عارفین نے فرمایا: جو ہمیشہ باوضو رہے **اللہ** تعالیٰ اسے سات فضیلتوں سے مشرف فرمائے: (1) ملائکہ اس کی صحبت میں رغبت کریں۔ (2) قلم اس کی نیکیاں لکھتا رہے۔ (3) اس کے اعضاء تسبیح کریں۔ (4) اس سے تکبیر اُولیٰ فوت نہ ہو۔ (5) جب سوئے **اللہ** تعالیٰ کچھ فرشتے بھیجے کہ جن وانس کے شر سے اُس کی حفاظت کریں۔ (6) سکراتِ موت اس پر آسان ہو اور (7) جب تک باوضو ہو امانِ الٰہی میں رہے۔ (فتاوی رضویہ، ۱/ ۷۰۲)

تفصیلی فہرست

نمازی کے آگے سے نہ گزرو

...حضور نبی کریم، رَءُوْفٌ رَّحیم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: نمازی کے سامنے سے گزرنے والا اگر یہ جانتا کہ اس میں کیا گناہ ہے تو 40 سال تک کھڑے رہنے کو نمازی کے آگے سے گزرنے سے بہتر جانتا۔

(مسلم، کتاب الصلوۃ، باب منع المار بین یدی المصلی، ص ۲۶۰، حدیث: ۵۰۷)

ماٴخذومَراجع

قرآن پاک	کلام باری تعالیٰ	...❖...
نام کتاب	**مصنف / مؤلف**	**مطبوعہ**
ترجمۂ کنزالایمان	اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ متوفّٰی ۱۳۴۰ ھ	مکتبۃ المدینۃ ۱۴۳۲ھ
التفسیر الکبیر	امام محمد بن عمر بن حسین رازی شافعی رحمۃ اللہ علیہ متوفّٰی ۶۰۶ھ	دار احیاء التراث العربی ۱۴۲۰ھ
تفسیر القرطبی	امام محمد بن احمد انصاری قرطبی رحمۃ اللہ علیہ متوفّٰی ۶۷۱ھ	دار الفکر ۱۴۲۰ھ
روح البیان	علامہ شیخ اسماعیل حقی بروسوی رحمۃ اللہ علیہ متوفّٰی ۱۱۳۷ھ	کوئٹہ پاکستان
صراط الجنان	مفتی ابو الصالح محمد قاسم قادری مدظلہ العالی	مکتبۃ المدینۃ ۱۴۳۶ھ
صحیح البخاری	امام محمد بن اسماعیل بخاری رحمۃ اللہ علیہ متوفّٰی ۲۵۶ھ	دار الکتب العلمیۃ ۱۴۱۹ھ
صحیح مسلم	امام مسلم بن حجاج قشیری رحمۃ اللہ علیہ متوفّٰی ۲۶۱ھ	دار ابن حزم ۱۴۱۹ھ
سنن الترمذی	امام محمد بن عیسٰی ترمذی رحمۃ اللہ علیہ متوفّٰی ۲۷۹ھ	دار الفکر بیروت ۱۴۱۴ھ
سنن ابی داود	امام ابوداود سلیمان بن اشعث رحمۃ اللہ علیہ متوفّٰی ۲۷۵ھ	دار احیاء التراث العربی ۱۴۲۱ھ
سنن نسائی	امام احمد بن شعیب نسائی رحمۃ اللہ علیہ متوفّٰی ۳۰۳ھ	دار الکتب العلمیۃ ۱۴۲۶ھ
سنن ابن ماجہ	امام محمد بن یزید قزوینی رحمۃ اللہ علیہ متوفّٰی ۲۷۳ھ	دار المعرفۃ بیروت ۱۴۲۰ھ
سنن دارمی	امام عبد اللہ بن عبد الرحمٰن دارمی رحمۃ اللہ علیہ متوفّٰی ۲۵۵ھ	دار الکتاب العربی ۱۴۰۷ھ
ابن حبان	امام حافظ ابوحاتم محمد بن حبان رحمۃ اللہ علیہ متوفّٰی ۳۵۴ھ	دار الکتب العلمیۃ ۱۴۱۷ھ
المصنف	امام عبد اللہ بن محمد بن ابی شیبۃ رحمۃ اللہ علیہ متوفّٰی ۲۳۵ھ	دار الفکر بیروت ۱۴۱۴ھ
المسند	امام احمد بن محمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ متوفّٰی ۲۴۱ھ	دار الفکر بیروت ۱۴۱۴ھ
المسند	امام ابوبکر احمد بن عمرو بزار رحمۃ اللہ علیہ متوفّٰی ۲۹۲ھ	مکتبۃ العلوم والحکم ۱۴۲۴ھ
الادب المفرد	امام محمد بن اسماعیل بخاری رحمۃ اللہ علیہ متوفّٰی ۲۵۶ھ	ملتان پاکستان
دار قطنی	امام ابوالحسن علی بن عمر رحمۃ اللہ علیہ متوفّٰی ۳۸۵ھ	مؤسسۃ الرسالۃ ۱۴۲۴ھ
مستدرک	امام محمد بن عبد اللہ حاکم رحمۃ اللہ علیہ متوفّٰی ۴۰۵ھ	دار المعرفۃ بیروت ۱۴۱۸ھ
شعب الایمان	امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی رحمۃ اللہ علیہ متوفّٰی ۴۵۸ھ	دار الکتب العلمیۃ ۱۴۲۱ھ
الموسوعۃ	امام عبد اللہ بن محمد ابن ابی الدنیا رحمۃ اللہ علیہ متوفّٰی ۲۸۱ھ	المکتبۃ العصریۃ ۱۴۲۶ھ
المعجم الکبیر	حافظ سلیمان بن احمد طبرانی رحمۃ اللہ علیہ متوفّٰی ۳۶۰ھ	دار احیاء التراث ۱۴۲۲ھ

المعجم الاوسط	حافظ سلیمان بن احمد طبرانی رحمۃ اللہ علیہ متوفّٰی ۳۶۰ھ	دار الکتب العلمیۃ ۱۴۲۰ھ
جامع بیان العلم	امام یوسف بن عبد اللہ ابن عبد البر قرطبی رحمۃ اللہ علیہ متوفّٰی ۴۶۳ھ	دار الکتب العلمیۃ ۱۴۲۸ھ
حلیۃ الاولیاء	امام ابو نعیم احمد بن عبد اللہ اصبہانی رحمۃ اللہ علیہ متوفّٰی ۴۳۰ھ	دار الکتب العلمیۃ ۱۴۱۸ھ
الترغیب والترہیب	حافظ عبد العظیم بن عبد القوی منذری رحمۃ اللہ علیہ متوفّٰی ۶۵۶ھ	دار الفکر بیروت ۱۴۱۸ھ
الجامع الصغیر	امام جلال الدین عبد الرحمٰن سیوطی شافعی رحمۃ اللہ علیہ متوفّٰی ۹۱۱ھ	دار الکتب العلمیۃ ۱۴۲۵ھ
اخلاق النبی وآدابہ	امام عبد اللہ بن محمد المعروف بابی الشیخ رحمۃ اللہ علیہ متوفّٰی ۳۶۹ھ	دار الکتاب العربی ۱۴۲۸ھ
الزھد	امام احمد بن محمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ متوفّٰی ۲۴۱ھ	دار الغد الجدید ۱۴۲۶ھ
الزھد	امام ابو عبد الرحمٰن عبد اللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ متوفّٰی ۱۸۱ھ	دار الکتب العلمیۃ بیروت
العلل المتناھیۃ	ابو الفرج عبد الرحمٰن بن علی ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ متوفّٰی ۵۹۷ھ	دار الکتب العلمیۃ ۱۴۲۴ھ
المجروحین	امام حافظ ابو حاتم محمد بن حبان رحمۃ اللہ علیہ متوفّٰی ۳۵۴ھ	دار الصمیعی ریاض ۱۴۲۰ھ
تاریخ اصبہان	امام ابو نعیم احمد بن عبد اللہ اصبہانی رحمۃ اللہ علیہ متوفّٰی ۴۳۰ھ	دار الکتب العلمیۃ ۱۴۱۸ھ
تاریخ جرجان	امام ابو القاسم حمزہ بن یوسف سہمی جرجانی رحمۃ اللہ علیہ متوفّٰی ۴۲۷ھ	عالم الکتب ۱۴۰۷ھ
تاریخ دمشق	حافظ ابو القاسم علی بن حسن ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ متوفّٰی ۵۷۱ھ	دار الفکر بیروت ۱۴۱۶ھ
الکامل	امام ابو احمد عبد اللہ بن عدی جرجانی رحمۃ اللہ علیہ متوفّٰی ۳۶۵ھ	دار الکتب العلمیۃ ۱۴۱۸ھ
المقاصد الحسنۃ	امام محمد بن عبد الرحمٰن سخاوی رحمۃ اللہ علیہ متوفّٰی ۹۰۲ھ	دار الکتاب العربی ۱۴۲۵ھ
عمدۃ القاری	امام بدر الدین محمود بن احمد عینی رحمۃ اللہ علیہ متوفّٰی ۸۵۵ھ	دار الفکر بیروت ۱۴۱۸ھ
اتحاف السادۃ...	علامہ سید محمد مرتضی زبیدی رحمۃ اللہ علیہ متوفّٰی ۱۲۰۵ھ	دار الکتب العلمیۃ ۲۰۰۹ء
بریقۃ محمودیۃ	مولانا ابو سعید خادمی رحمۃ اللہ علیہ متوفّٰی ۱۱۶۸ھ	مصر ۱۳۱۸ھ
نزھۃ المجالس	عبد الرحمٰن بن عبد السلام صفوری رحمۃ اللہ علیہ متوفّٰی ۸۹۴ھ	دار الکتب العلمیۃ ۱۴۱۹ھ
فتاوی رضویہ	اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ متوفّٰی ۱۳۴۰ھ	رضا فاؤنڈیشن لاہور
بہار شریعت	مفتی محمد امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ متوفّٰی ۱۳۶۷ھ	مکتبۃ المدینہ
مراۃ المناجیح	مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ متوفّٰی ۱۳۹۱ھ	ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور
بہجۃ الاسرار	امام ابو الحسن علی بن یوسف شطنوفی رحمۃ اللہ علیہ متوفّٰی ۷۱۳ھ	دار الکتب العلمیۃ ۱۴۲۳ھ
فیضان سنت	علامہ مولانا ابو بلال محمد الیاس عطار قادری رضوی مدظلہ العالی	مکتبۃ المدینہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نیک نمازی بننے کیلئے

ہر جُمعرات بعد نمازِ مغرب آپ کے یہاں ہونے والے **دعوتِ اسلامی** کے ہفتہ وار سُنّتوں بھرے اجتماع میں رِضائے الٰہی کیلئے اچھی اچھی نیّتوں کے ساتھ ساری رات شرکت فرمایئے ❁ سنّتوں کی تربیت کے لئے **مَدَنی قافلے** میں عاشقانِ رسول کے ساتھ ہر ماہ تین دن سفر اور ❁ روزانہ ''**فکرِ مدینہ**'' کے ذَرِیعے **مَدَنی اِنْعامات** کا رِسالہ پُر کر کے ہر مَدَنی ماہ کی پہلی تاریخ اپنے یہاں کے ذِمّے دار کو جمع کروانے کا معمول بنا لیجئے۔

میرا مَدَنی مقصد: ''مجھے اپنی اور ساری دنیا کے لوگوں کی اِصلاح کی کوشش کرنی ہے۔'' اِنْ شَآءَ اللہ عزوجل۔ اپنی اِصلاح کے لیے ''**مَدَنی اِنْعامات**'' پر عمل اور ساری دنیا کے لوگوں کی اِصلاح کی کوشش کے لیے ''**مَدَنی قافلوں**'' میں سفر کرنا ہے۔ اِنْ شَآءَ اللہ عزوجل

ISBN 978-969-579-856-0
0101578

MC 1286

فیضانِ مدینہ، محلّہ سوداگران، پرانی سبزی منڈی، باب المدینہ (کراچی)
UAN: +92 21 111 25 26 92 Ext: 2650
Web: www.dawateislami.net / Email: ilmia@dawateislami.net